BNHS101DET

قدیم دنیا

یونانی اور میسوپوٹامیائی تہذیبیں

Ancient World

Greek and Mesopotamian Civilisations

بی۔اے۔(آنرس)

چارسالہ پروگرام

پہلا سمسٹر (تاریخ)

مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

حیدرآباد۔32، تلنگانہ، بھارت

Copyright © 2025, Maulana Azad National Urdu University, Hyderabad
All right reserved. No part of this publication may be reproduced or transmitted in any form or by any means, electronically or mechanically, including photocopying, recording or any information storage or retrieval system, without prior permission in writing form the publisher (registrar@manuu.edu.in)

ISBN : 978-81-992584-2-6
Course : Ancient World: Greek and Mesopotamian Civilisations
First Edition : September 2025
Copies : 4100
Price : 55/- (The price of the book is included in admission fee of distance mode students)

Course Coordinator

Vidya Vachaspati Shaik Mahaboob Basha, Associate Professor (History), CDOE, MANUU

Editorial Board/Editors

Vidya Vachaspati **Shaik Mahaboob Basha**
Associate Professor (History), CDOE, MANUU

Dr Syed Meer Abul Hussain
Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU

Mr Mohd Aasim
Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU

Dr Ikramul Haque
Asst. Professor, Dept. of History, MANUU

Dr Zeyaul Haque
Asst. Professor, CAS, Dept. of History, AMU

Dr Daud Ibrahim
Guest Faculty, Dept. of History, MANUU

Dr Khursheed Ahmad Bhatt
Guest Faculty (History), Lucknow Campus, MANUU

Prof. S.M. Azizuddin Husain
Former Head, Dept. of History & Culture, JMI

Prof. Mushtaq Ahmad Kaw
Former Head, Dept. of History, MANUU

Prof. Perwez Nazir
Centre for Advanced Studies, Dept. of History, AMU

Prof. Danish Moin
Dept. of History, MANUU

Prof. Alauddin Khan
Head, Dept. of History, Shibli National College

Dr Samana Zafar
Asst. Professor, Dept. of History & Culture, JMI

Prof. Naseemuddin Farees
CDOE, MANUU (Language Editor)

Production

Prof. Nikhath Jahan,
Professor (Urdu),
CDOE, MANUU

Mr P Habibulla,
Assistant Registrar, Purchase & Stores Section, MANUU

Dr Mohd Akmal Khan,
Assistant Professor (C)/Guest Faculty,
CDOE MANUU

Mohd Abdul Naseer, Section Officer, CDOE MANUU

Shaik Ismail, UDC, CDOE, MANUU

Syed Faheemuddin, LDC,
Purchase & Stores Section, MANUU

On behalf of the Registrar, Published by:

Centre for Distance and Online Education

Maulana Azad National Urdu University
Gachibowli, Hyderabad-500032 (TG), India
*Director:*dir.dde@manuu.edu.in*Publication:*ddepublication@manuu.edu.in
Phone number: 040-23008314 Website: manuu.edu.in

CRC Prepared by Mohd Aasim, Faculty of History, CDOE, MANUU
Printed at Karshak Print Solutions Private Limited, Hyderabad

فہرست

پیغام		وائس چانسلر، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی	5
پیغام		ڈائرکٹر، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم	6
کورس کا تعارف		کورس کوآرڈی نیٹر (تاریخ)	7
اکائی نمبر	**اکائی کا نام**	**مصنف**	**صفحہ نمبر**
بلاک I	**یونانی تہذیب**		
1	ابتدائی یونانی ثقافتیں: مائنوی اور مائیسینیائی	جناب محمد عاصم	9
2	'تاریک دور' سے 'کلاسیکی دور' کی طرف منتقلی	جناب محمد عاصم	30
3	قدیم یونانیوں کا سماج، معیشت اور ثقافت	جناب محمد عاصم	44
4	یونانی فلاسفہ، سقراط، افلاطون، ارسطو اور ہیروڈوٹس	ڈاکٹر سید میر ابوالحسین	60
بلاک II	**میسوپوٹامیائی تہذیب**		
5	میسوپوٹامیائی تہذیب کی ابتدا اور ارتقا	جناب محمد عاصم	74
6	سماج، معیشت اور ثقافت	جناب محمد عاصم	90
7	حمورابی کے قوانین اور تحریریں	ڈاکٹر سید میر ابوالحسین	99
	تجویز کردہ اکتسابی مواد		115
	نمونہ امتحانی پرچہ		117

مصنفین کی تفصیلات

(Writers’ Details)

Mr Mohd Aasim Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU	جناب محمد عاصم، سی ڈی او ای، مانو، حیدرآباد
Dr Syed Meer Abul Hussain Asst. Prof. (C) / Guest Faculty, CDOE, MANUU	ڈاکٹر سید میر ابوالحسین، سی ڈی او ای، مانو، حیدرآباد

پروف ریڈرس (Proof Readers)

اول : محمد عاصم

دوم : سید میر ابوالحسین

فائنل : شیخ محبوب باشا

ٹائٹل پیج(Title Page): ابراہیم اکرم صدیقی

پیغام

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی (MANUU) 1998 میں پارلیمنٹ کے ایک ایکٹ کے ذریعے قائم کی گئی۔ یہ ایک مرکزی جامعہ ہے جس نے این اے اے سی کی جانب سے گریڈ +A حاصل کیا ہے۔ اس جامعہ کے قیام کے مقاصد ہیں: (1) اردو زبان کا فروغ، (2) پیشہ ورانہ اور تکنیکی تعلیم کو اردو میڈیم میں قابل رسائی اور دستیاب بنانا، (3) روایتی اور فاصلاتی طریقۂ تعلیم کے ذریعے تعلیم فراہم کرنا، اور (4) خواتین کی تعلیم پر خصوصی توجہ دینا۔ یہ وہ نکات ہیں جو اس مرکزی جامعہ کو دیگر تمام مرکزی جامعات سے ممتاز کرتے ہیں اور اسے ایک انفرادیت بخشتے ہیں۔ قومی تعلیمی پالیسی 2020 میں بھی مادری زبانوں اور علاقائی زبانوں میں تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔

اردو کے ذریعے علم کے فروغ کا مقصد یہی ہے کہ اردو جاننے والے طبقے کے لیے عصری علوم اور مضامین تک رسائی آسان بنائی جائے۔ ایک طویل عرصے تک اردو میں درسی مواد کی کمی رہی ہے۔ اردو یونیورسٹی کے پاس اب اردو میں 350 سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ موجود ہے اور ہر سمسٹر کے ساتھ اس تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اردو یونیورسٹی این ای پی 2020 کے وژن کے مطابق مادری/گھریلو زبان میں تعلیمی مواد فراہم کرنے کے قومی مشن کا حصہ بننے کو اپنے لیے ایک اعزاز سمجھتی ہے۔ مزید یہ کہ اردو بولنے والا طبقہ اردو میں مطالعہ کے مواد کی عدم دستیابی کے سبب نئے اُبھرتے شعبوں اور جدید تر معلومات کے موجودہ میدانوں میں تازہ ترین معلومات واطلاعات کے حصول سے محروم نہیں رہے گا۔ مذکورہ بالا میدانوں میں مواد کی دستیابی کی بدولت حصولِ معلومات کا نیا شعور بیدار ہوا ہے جو یقیناً اردو داں طبقے کی دانشورانہ ترقی پر اثرانداز ہوگا۔
فاصلاتی اور آن لائن طلبہ کے لیے تعلیم وتدریس کے عمل کو سہل بنانے کے لیے یونیورسٹی کا سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) اردو اور متعلقہ مضامین میں خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری کو یقینی بناتا ہے۔

MANUU فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کے لیے SLM بلا معاوضہ فراہم کرتا ہے۔ یہ مواد اُردو کے ذریعے علم حاصل کرنے میں دلچسپی رکھنے والے ہر شخص کے لیے برائے نام قیمت پر دستیاب ہے۔ تعلیم تک رسائی کے دائرے کو مزید پھیلانے کے مقصد سے، اردو/ہندی/انگریزی/عربی میں eSLM یونیورسٹی کی ویب سائٹ پر مفت ڈاؤن لوڈ کے لیے دستیاب رکھا گیا ہے۔

مجھے بے حد خوشی ہے کہ متعلقہ فیکلٹی کی محنت اور مصنفین کے مکمل تعاون کی بدولت FYUG بی۔اے، بی۔ایس سی اور بی۔کام کی کتابوں کی اشاعت کا عمل بڑے پیمانے پر شروع ہوگیا ہے۔ فاصلاتی اور آن لائن لرننگ کے طلبہ کی سہولت کے لیے خود اکتسابی مواد (SLM) کی تیاری اور اشاعت کا عمل یونیورسٹی کے لیے اہمیت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ہم اپنے خود تعلیمی مواد کے ذریعے اردو جاننے والے ایک بڑے طبقے کی ضروریات کو پورا کرنے کے قابل ہوں گے اور اس یونیورسٹی کے مقصدِ قیام کو پورا کریں گے اور اپنے ملک میں اپنی موجودگی کو جائز ٹھہرا سکیں گے۔

نیک تمناؤں کے ساتھ!

پروفیسر سید عین الحسن
شیخ الجامعہ، مانو

پیغام

موجودہ دور میں فاصلاتی تعلیم کو دنیا بھر میں ایک نہایت مؤثر اور مفید طریقۂ تعلیم کے طور پر تسلیم کیا جاتا ہے اور بڑی تعداد میں لوگ اس طریقۂ تعلیم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے بھی اردو زبان بولنے والے عوام کی تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے قیام کے وقت سے ہی فاصلاتی تعلیم کا طریقہ متعارف کرایا۔ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے 1998 میں ڈائریکٹوریٹ آف ڈسٹنس ایجوکیشن (نظامتِ فاصلاتی تعلیم) کے ساتھ کام کا آغاز کیا اور 2004 سے باقاعدہ پروگرام شروع ہوئے، اس کے بعد مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے۔

یو جی سی نے ملک میں نظام تعلیم کو مؤثر طور پر منظم کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ (ODL) موڈ کے تحت چلنے والے مختلف پروگرام، جو سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) میں چل رہے ہیں، یو جی سی-ڈی ای بی کے منظور شدہ ہیں۔ یو جی سی-ڈی ای بی نے فاصلاتی اور باقاعدہ تعلیم کے نصاب کو ہم آہنگ کرنے پر زور دیا ہے تاکہ فاصلاتی تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ کے معیار کو بہتر بنایا جاسکے۔ چونکہ مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی ایک دُہرے طرز (ڈوئل موڈ) کی یونیورسٹی ہے جو فاصلاتی اور روایتی دونوں طریقۂ تعلیم کی خدمات فراہم کرتی ہے، اس لیے اپنے مقاصد کو یو جی سی-ڈی ای بی کے رہنما خطوط کے مطابق حاصل کرنے کے لیے اس نے چوائس بیسڈ کریڈٹ سسٹم (CBCS) متعارف کرایا گیا جس کا خود اکتسابی مواد (Self Learning Materials) یو جی سی کے قوانین اور کریڈٹ فریم کے مطابق نئے سرے سے تیار کیے جاچکا ہے۔

سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن (CDOE) کل انیس (19) پروگرام پیش کرتا ہے جن میں یو جی، پی جی، بی ایڈ، ڈپلومہ اور سرٹیفکیٹ پروگرام شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تکنیکی مہارتوں پر مبنی پروگرام بھی شروع کیے جارہے ہیں۔ سی ڈی او ای نے جولائی 2025 سے این ای پی-2020 کے مطابق چار سالہ یو جی پروگرام کا آغاز کیا ہے۔ بی اے، بی ایس سی اور بی کام کے آنرز پروگراموں کو این سی ایف کے مطابق ڈیزائن کیا گیا ہے جس سے طلبہ کو آنرز ڈگری حاصل کرنے میں مدد ملے گی۔ سال 2025-2026 سے ایم بی اے پروگرام اوڈی ایل موڈ میں متعارف کرایا گیا ہے۔

مانو نے طلبہ کی سہولت کے لیے نو ریجنل سنٹرز (بنگلورو، بھوپال، دربھنگہ، دہلی، کولکاتا، ممبئی، پٹنہ، رانچی اور سری نگر) اور چھ سب ریجنل سنٹرز (حیدرآباد، لکھنؤ، جموں، نوح، وارانسی اور امراؤتی) کا ایک وسیع نیٹ ورک قائم کیا ہے۔ اس کے علاوہ وجے واڑا میں ایک ایکسٹینشن سنٹر بھی قائم کیا گیا ہے۔ ان ریجنل اور سب ریجنل سنٹروں کے تحت ایک سو پچاس سے زیادہ لرنر سپورٹ سنٹر (LSCs) اور بیس پروگرام سنٹر بیک وقت چلائے جارہے ہیں تاکہ طلبہ کو تعلیمی اور انتظامی سہولیات فراہم کی جاسکیں۔ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن اپنی تعلیمی اور انتظامی سرگرمیوں میں آئی سی ٹی کا بھرپور استعمال کرتا ہے اور اپنے تمام پروگراموں میں صرف آن لائن موڈ کے ذریعے ہی داخلے فراہم کرتا ہے۔

طلبہ کے لیے سیلف لرننگ میٹیریل (SLM) کی سوفٹ کاپی سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن کی ویب سائٹ پر دستیاب کرائی جاتی ہیں اور آڈیو و ویڈیو ریکارڈنگ کے لنک بھی ویب سائٹ پر فراہم کیے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ طلبہ کو ای۔ میل اور واٹس ایپ گروپ کی سہولت بھی فراہم کی جارہی ہے جن کے ذریعے انہیں پروگرام کے مختلف پہلوؤں جیسے کورس رجسٹریشن، اسائنمنٹ، کاؤنسلنگ، امتحانات وغیرہ کے بارے میں مطلع کیا جاتا ہے۔ باقاعدہ کاؤنسلنگ کے علاوہ گزشتہ دو برسوں سے طلبہ کے تعلیمی معیار کو بہتر بنانے کے لیے زائدتدارکی (Remedial) آن لائن کاؤنسلنگ بھی فراہم کی جارہی ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ سینٹر فار ڈسٹنس اینڈ آن لائن ایجوکیشن تعلیمی اور معاشی طور پر پسماندہ آبادی کو عصری تعلیم کے دھارے میں شامل کرنے میں ایک اہم کردار ادا کرے گا۔ تعلیمی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے نئی تعلیمی پالیسی (NEP-2020) کے مطابق مختلف پروگرامز میں تبدیلیاں کی گئی ہیں اور توقع ہے کہ اس سے اوپن اینڈ ڈسٹنس لرننگ کے نظام کو مزید مؤثر اور کارآمد بنانے میں مدد ملے گی۔

پروفیسر محمد رضااللہ خان

ڈائرکٹر، سی ڈی او ای، مانو

کورس کا تعارف

عزیز طلبا! کورس ''قدیم دنیا: یونانی اور میسوپوٹامیائی تہذیبیں'' میں خوش آمدید۔ اس کورس میں، آپ سمجھیں گے کہ یہ دونوں تہذیبیں کیسے ارتقا پذیر ہوئیں اور کس طرح انہوں نے انسانی علم اور ثقافت کے لیے دیرپا خدمات انجام دیں۔ آپ سقراط، افلاطون، ارسطو اور ہیروڈوٹس جیسے فلسفیوں اور مورخین کے نظریات سے متعارف ہو سکیں گے۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ ان میں سے آخرالذکر کو '' بابائے تاریخ '' بھی کہا جاتا ہے۔ آپ دنیا کے مشرقی حصے میں تہذیب کے ارتقاء کو سمجھیں گے۔ ساتھ ہی آپ کو یہ بھی سیکھنا ہے کہ تہذیب کا ارتقا، انسانوں کی اجتماعی کوشش اور فطرت کے ساتھ ان کے مسلسل میل جول کا نتیجہ ہوتا ہے۔

حالیہ دور تک، تاریخ کو بادشاہوں اور شہنشاہوں کے عظیم کارناموں / بداعمالیوں کے طور پر سمجھا جاتا تھا۔ ملکائیں بھی زیادہ تر اپنے عظیم مردوں کے تعلق کی وجہ سے ظاہر ہوئیں۔ دوسرے لفظوں میں، تاریخ کو بادشاہوں اور ریاستوں، شہنشاہوں اور سلطنتوں، کے ناموں کی ایک لمبی فہرست سمجھا جاتا تھا۔ اس میں ان کے ذریعے لڑی جانے والی جنگوں اور ان کی محبوباؤں وغیرہ کا تذکرہ بھی شامل تھا۔ مختصراً، تاریخ کا مطلب سیاسی تاریخ تھا اور بدقسمتی سے یہ سوچ عام لوگوں کے ذہنوں پر ابھی بھی حاوی ہے۔ عام لوگ، محنت کش عوام، جو اصل تاریخ ساز تھے، شاید ہی کبھی تاریخ کے ڈرامے میں نظر آئے۔ لیکن، اب تاریخ کے بارے میں نقطہ نظر بڑی حد تک تبدیل ہو چکا ہے اور اسی لیے تاریخ لکھنے کا طریقہ بھی بدل گیا ہے۔ عام لوگ بشمول مرد و خواتین، نے تاریخ میں اپنے حصے کا دعویٰ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اب تاریخ کی توجہ حکمرانوں سے رعایا کی طرف منتقل ہو رہی ہے۔ جیسا کہ تیلگو شاعر سری سری (سری رنگم سری نواس راؤ) نے اپنی نظم میں مناسب طریقے سے بیان کیا ہے، اب مورخین اس کی کھوج کرنا چاہتے ہیں اور 'تاریخ کے اندھیرے میں دبی پڑی سب کہانیوں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں۔ وہ پوچھنے لگے کہ دریائے نیل کی تہذیب میں عام زندگی کیسی تھی اور تاج محل کی تعمیر میں پتھر ڈھونے والے قلی کون تھے اور سلطنتوں کے باہمی جنگوں میں عام لوگوں کی بہادری کیسی تھی۔ نا وہ ڈولی گنتی کی تھی چڑھ بیٹھا جس پر راجا، اس کے وا ہک کلی کون تھے؟' یہ بے حد ضروری ہے کہ تاریخ کا مطالعہ عام لوگوں کے نقطۂ نظر سے کیا جائے۔ مشہور ادیب جارج اورویل نے تاریخ کو مختصر الفاظ میں بیان کرتے ہوئے کہا کہ : 'جو ماضی کو قابو کرتے ہیں وہی مستقبل کو قابو کرتے ہیں : جو حال کو قابو کرتے ہیں وہی ماضی کو قابو کرتے ہیں۔' ممتاز مورخ پروفیسر کے ایس ایس شیشن نے زور دیا کہ 'تاریخ کا سماج سے وہی رشتہ ہے جو یادداشت کا فرد سے ہے۔' ودیاواچسپتی ایس ایم باشا کے مطابق جو ماضی کو اچھے سے سمجھتے ہیں، وہ حال کو بہترین طریقے سے سمجھ سکتے ہیں؛ اور اسی طرح ماضی کو اچھے ڈھنگ سے سمجھنے کے لیے حال کا گہرا علم ضروری ہے۔

UGC-DEB کی ہدایات کے مطابق، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم، مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی نے خود اکتسابی مواد لکھنے کے لیے بہترین مصنفین کو راغب کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ امید ہے کہ یہ نہ صرف آپ کی تعلیمی کارکردگی کے لیے کارآمد ثابت ہوگا بلکہ مختلف مسابقتی امتحانات کو اعتماد کے ساتھ دینے کے قابل بھی بنائے گا۔ ہم شعبہ تاریخ، مرکز برائے فاصلاتی و آن لائن تعلیم میں، آپ کی خدمت کے لیے ہر وقت تیار ہیں۔ کورس میں ایک بار پھر خوش آمدید۔ میں آپ کے لیے نیک خواہشات کا اظہار کرتا ہوں۔

ودیا واچسپتی شیخ محبوب باشا

کورس کوآرڈی نیٹر

قدیم دنیا

یونانی اور میسوپوٹامیائی تہذیبیں

Ancient World

Greek and Mesopotamian Civilisations

اکائی 1۔ابتدائی یونانی تہذیبیں: مائنوی اور مائیسینیائی

(Early Greek Cultures: Minoan and Mycenaean)

اکائی کے اجزا

1.0 تمہید

1.1 مقاصد

1.2 جغرافیائی خصوصیات

1.3 مائنوی تہذیب

1.3.1 مائنوی تہذیب کا تعارف

1.3.2 دریافت اور نام کی ابتدا

1.3.3 تاریخی ادوار اور ارتقاء

1.3.4 فن تعمیر اور محلات

1.3.5 مائنوی سماج

1.3.6 بحری تجارت اور معیشت

1.3.7 فن، مذہب اور زبان

1.3.8 مائنوی تہذیب کا زوال

1.4 مائی سینیائی تہذیب

1.4.1 مائیسینیائی تہذیب کا تعارف

1.4.2 دیوہیکل طرز تعمیر

1.4.3 سیاسی اور سماجی ساخت

1.4.4 معیشت، زراعت اور تجارت

1.4.5 دیوتا، مقبرے اور رسومات

1.4.6 دستکاری اور جمالیات

1.4.7 جنگ اور دفاع

1.4.8 تہذیب کا زوال اور وراثت

1.5 اکتسابی نتائج

1.6 فرہنگ

1.7 نمونہ امتحانی سوالات

1.0 تمہید (Introduction)

یونان کو اکثر یورپی تہذیب کا سرچشمہ کہا جاتا ہے، لیکن اس عظیم تمدن کی جڑیں ان قدیم ثقافتوں میں پیوست ہیں جو بحیرۂ ایجیئن کے کناروں اور جزیروں پر پروان چڑھیں۔ یونان کا جغرافیہ اپنی پہاڑی ساخت اور بے شمار جزیروں کے باعث ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے۔ بحیرۂ ایجیئن نے نہ صرف مقامی آبادیوں کو باہم مربوط کیا بلکہ یونان کو مصر، اناطولیہ اور مشرقِ قریب جیسی بڑی تہذیبوں سے بھی جوڑ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں کی اولین بستیاں رفتہ رفتہ مضبوط تمدنوں میں ڈھل گئیں جن میں سب سے نمایاں مائنوی اور مائیسینیائی تہذیبیں تھیں۔ مائنوی تہذیب، جو کریٹ کے جزیرے پر قائم ہوئی، ایک سمندری اور تجارتی تہذیب کے طور پر سامنے آتی ہے۔ اس کے محلات، فریسکو مصوری اور مذہبی رسومات ایک خوشحال اور پرامن معاشرے کی عکاسی کرتے ہیں جس نے فنونِ لطیفہ اور ثقافت کے کئی پہلوؤں کو جنم دیا۔ اس کے برعکس مائیسینیائی تہذیب، جو یونانی سرزمین پر ابھری، اپنی فوجی طاقت، قلعہ بند شہروں اور سیاسی مرکزیت کے سبب پہچانی جاتی ہے۔ اس تہذیب میں محلات کے ساتھ ساتھ جنگی طاقت اور اساطیری روایتوں کو بھی بڑی اہمیت حاصل تھی۔ ان دونوں تہذیبوں کے درمیان روابط اور اثر و رسوخ کے نتیجے میں یونانی معاشرت نے ایک ایسی شکل اختیار کی جس نے آگے چل کر کلاسیکی یونانی تمدن کی بنیاد رکھی۔ یہ دونوں تہذیبیں یونانی شناخت اور یورپی ورثے کے آغاز کی نمائندہ ہیں۔ مائنوی تہذیب نے سمندری برتری اور فنون کی ترقی سے ایک ایسا تمدنی ماحول فراہم کیا جو ثقافتی تبادلوں کے لئے موزوں تھا، جب کہ مائیسینیائی تہذیب نے زبان، تحریر، جنگی طاقت اور اساطیری داستانوں کے ذریعے یونانی تہذیب کے فکری اور سیاسی ڈھانچے کو مستحکم کیا۔ اگرچہ مائیسینیائی سلطنت کے زوال کے بعد یونان ایک تاریک دور سے گزرا، لیکن ان دونوں ابتدائی تہذیبوں کی میراث نے بعد کی صدیوں میں یونانی فلسفے، مذہب اور ادب کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ مائنوی اور مائیسینیائی تہذیبیں ابتدائی یونانی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

1.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- ابتدائی یونانی تہذیبوں کا تاریخی پس منظر سمجھ سکیں گے۔

- مائنوی اور مائیسینیائی تہذیبوں کے سیاسی، سماجی، معاشی اور مذہبی پہلوؤں پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- ان کے فنونِ لطیفہ، فنِ تعمیر اور تحریری نظام کی خصوصیات کا جائزہ لے سکیں گے۔
- بعد کی کلاسیکی یونانی تہذیب پر ان کے اثرات اور وراثت کو اجاگر کر سکیں گے۔

1.2 جغرافیائی خصوصیات (Geographical Features)

یونانی تہذیب کی ابتداء اور ارتقا کو سمجھنے کے لیے سب سے پہلے یونان کے جغرافیائی خدوخال پر نظر ڈالنا ضروری ہے۔ یہ بات یاد رکھنا بے حد ضروری ہے کہ جب ہم قدیم یونان کا ذکر کرتے ہیں تو اس سے مراد صرف موجودہ یونان نہیں ہوتا بلکہ اس کی سرحدیں کہیں زیادہ وسیع تھیں۔ قدیم زمانے میں سرزمین یونان میں مرکزی خطہ، اناطولیہ کے ساحلی علاقے، بحیرہ ایجیین (Aegean Sea) کے جزائر، کریٹ (Crete)، قبرص (Cyprus)، جنوبی اٹلی اور سسلی (Sicily) بھی شامل تھے۔ یونان جنوب مشرقی یورپ کا ایک ناہموار ساخت والا علاقہ ہے، جو مشرق میں بحیرہ ایجین، مغرب میں بحیرہ ایونین (Ionian Sea) اور جنوب میں بحیرہ روم (Mediterranean Sea) سے گھرا ہوا تھا۔ اس کا جنوبی حصہ ایک بڑے جزیرہ نما کی صورت رکھتا تھا جو بحیرہ روم میں داخل ہوتا تھا اور اسے پیلوپونیس (Peloponnese) کہا جاتا تھا۔ پیلوپونیس کو بقیہ یونان سے خلیجِ کورنتھ (Corinth) الگ کرتی تھی، تاہم اس کے شمال مشرقی کنارے کو ایک باریک پٹی (Isthmus of Corinth) کے ذریعے مرکزی یونان سے ملایا گیا تھا۔ اسی مقام پر قدیم شہر کورنتھ آباد تھا، جو جزیرہ نما اور براعظم یونان کے ملاپ پر واقع ہونے کی وجہ سے بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

مرکزی یونان کے مشرقی حصے میں اٹیکا (Attica) کا علاقہ ہے، جو تین اطراف سے بحیرہ ایجین سے گھرا ہوا ہے۔ یہاں کا سب سے نمایاں شہر ایتھنز (Athens) تھا۔ اٹیکا کے شمال مغرب میں بویوٹیا (Boeotia) کا علاقہ ہے، جس کا اہم ترین شہر تھیبز (Thebes) تھا۔ بحیرہ ایجین کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ تھیسالی (Thessaly) کا زرخیز میدان پھیلا ہوا ہے۔ مزید شمال کی سمت بڑھتے ہوئے مقدونیہ (Macedonia) اور پھر تھریس (Thrace) آتا ہے۔ سکندرِ اعظم کا تعلق مقدونیہ ہی سے تھا۔ تھریس کا کچھ حصہ آج ترکی کے یورپی علاقے میں شامل ہے۔ یہاں سے بحیرہ مرمرہ (Marmara) ایشیا اور یورپ کو جدا کرتا ہے، اور اسی کو عبور کر کے مغربی اناطولیہ پہنچا جا سکتا ہے۔ بحیرہ ایجین قدیم یونان کا جغرافیائی اور تہذیبی مرکز تھا جس میں بے شمار چھوٹے بڑے جزائر تھے۔ اناطولیہ کے مغربی ساحل پر بھی کئی اہم جزائر واقع ہیں جیسے: لیمنوس (Lemnos)، لیسبوس (Lesbos)، کیوس (Chios)، ساموس (Samos) اور روڈس (Rhodes) وغیرہ۔ اس کے علاوہ مرکزی ایجین کے متعدد چھوٹے جزائر کو مجموعی طور پر سائیکلیڈز (Cyclades) کہا جاتا تھا۔ ان سب میں کریٹ سب سے بڑا اور اہم جزیرہ تھا، جو پیلوپونیس اور سائیکلیڈز کے جنوب میں سہ رخی شکل میں پھیلا ہوا تھا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یونانی تہذیب صرف اس خطے تک محدود نہیں تھی بلکہ جنوبی اٹلی اور سسلی میں بھی یونانی بستیاں آباد تھیں۔ ان علاقوں میں رہنے والے یونانیوں کو اجتماعی طور پر 'مغربی یونانی' کہا جاتا تھا۔ یوں قدیم یونان کا جغرافیہ بحیرہ ایجین کے کناروں اور اطراف میں

ایک وسیع اور پیچیدہ دنیا تشکیل دیتا ہے جس نے یونانی تہذیب کو ایک ہمہ جہت اور کثیر الجہتی کردار بخشا۔

1.3 مائنوی تہذیب (Minoan Civilisation)

1.3.1 مائنوی تہذیب کا تعارف (Introduction to Minoan Civilisation)

مائنوی تہذیب کا آغاز تقریباً 3100ق۔م میں بحیرہ ایجین کے جنوبی کنارے پر واقع بحیرہ روم کے پانچویں بڑے جزیرہ **کریٹ** پر ہوا اور یہ تقریباً 1100ق۔م۔تک قائم رہی۔ یہ دور کانسے کے دور(Bronz Age) سے منسلک ہے، جب انسان نے پتھر کے بعد دھاتوں کا استعمال شروع کیا اور زراعت و تجارت میں نمایاں ترقی کی۔ کریٹ کی جغرافیائی حیثیت اس کے عروج میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے، کیونکہ یہ جزیرہ یورپ، ایشیا اور افریقہ کے سنگم پر واقع تھا۔اس محلِ وقوع نے کریٹ کو قدیم سمندری تجارتی راستوں کے مرکز میں لا کھڑا کیا، اور یوں یہ مصر، شام اور اناطولیہ جیسی بڑی تہذیبوں کے ساتھ تجارتی تعلقات قائم کرنے میں کامیاب ہوا۔ان تہذیبوں سے اس نے تکنیکی اور فکری جدتیں، جیسے دھات کاری اور ممکنہ طور پر تحریر کا تصور، حاصل کیا اور انہیں اپنی ضروریات کے مطابق ڈھال کر باقی ایجینی دنیا میں متعارف کرایا۔ جزیرے کا ساحلی علاقہ، خاص طور پر شمالی حصہ، بہترین بندرگاہیں فراہم کرتا تھا، جس نے اسے بحری تجارت کے لیے ایک مثالی مرکز بنا دیا اور مائنوی ثقافتی اثر و رسوخ کو یونان سے لے کر مصر تک پھیلانے میں مدد دی۔ کریٹ کی آبادی نے زراعت، ماہی گیری اور دستکاری کو ترقی دی اور سمندری تجارت کے ذریعے اپنی مصنوعات (خاص طور پر مٹی کے برتن، زیتون کا تیل اور دھاتوں سے بنی اشیاء) کو دیگر خطوں تک پہنچایا۔ یہی معاشی خوشحالی آگے چل کر محلاتی نظام کا سبب بنی جس کی بہترین مثال کنوسوس کا عظیم محل ہے۔اس محل میں انتظامی مراکز، ذخیرہ گاہیں، رسدی نظام اور مذہبی مقامات ایک ہی جگہ پر موجود تھے، جو مائنوی تمدن کے منظم اور پرامن خدوخال کی عکاسی کرتے ہیں۔اس طرح مائنوی تہذیب ایک ایسی تجارتی و ثقافتی طاقت کے طور پر ابھری جس نے نہ صرف یونان بلکہ پورے بحیرۂ روم کی دنیا کو متاثر کیا۔مائنوی تہذیب کو عموماً یورپ کی پہلی ترقی یافتہ تہذیب سمجھا جاتا ہے جس نے بحیرہ ایجین اور مشرقی بحیرہ روم کے خطے پر گہرے ثقافتی اور معاشی اثرات مرتب کیے۔مائنوی تہذیب کی شناخت اس کی منفرد فنکاری اور فن تعمیر سے ہوتی ہے جو فطرت سے گہری محبت اور زندگی کی توانائی کی عکاسی کرتی ہے۔ان کے محلات، جو پیچیدہ اور کثیر المنزلہ تھے، صرف حکمرانوں کی رہائش گاہیں نہیں بلکہ انتظامی، معاشی اور مذہبی سرگرمیوں کے مراکز بھی تھے۔ اس تہذیب نے یورپ کے اولین تحریری نظاموں میں سے دو، کریٹی علامتی رسم الخط (Cretan Hieroglyphs) اور خط۔اے (Linear A)، کو فروغ دیا، جو آج تک ماہرین کے لیے ایک ناقابل حل معمہ بنے ہوئے ہیں۔اس کی اہمیت اس حقیقت میں مضمر ہے کہ اس نے بعد میں آنے والی مائیسینیائی اور کلاسیکی یونانی تہذیبوں کے لیے ثقافتی بنیاد فراہم کی۔

1.3.2 دریافت اور نام کی ابتدا (Discovery and Origin of the Name)

بیسویں صدی کے اوائل تک مائنوی تہذیب (Minoan Civilisation) تاریخ کے اوراق میں گم تھی اور اس کا علم صرف یونانی افسانوی داستانوں، خاص طور پر بادشاہ مائنوس (Minos) اور مینوتور (Minotaur) کی داستانوں تک محدود تھا۔اس گمشدہ

دنیا کو دوبارہ دریافت کرنے کا سہرا برطانوی ماہر آثار قدیمہ سر آرتھر ایونز(Sir Arthur Evans) کے سر جاتا ہے، جس کے کام نے جدید دنیا کو اس تہذیب سے روشناس کرایا۔ 1898 میں کریٹ کو خود مختاری ملنے کے بعد، ایونز نے نوسوس(Knossos) کے مقام پر زمین خریدی اور 1900 میں وہاں باقاعدہ کھدائی کا آغاز کیا۔ اس کھدائی کے نتیجے میں ایک وسیع و عریض اور پیچیدہ محلاتی احاطوں کے کھنڈرات دریافت ہوئے، جو اس کی توقعات سے کہیں بڑھ کر تھے۔ یہ دریافت نہ صرف مائنوی تہذیب کے وجود کا پہلا ٹھوس ثبوت تھی بلکہ اس نے کانسے کے دور کے بحیرہ ایجین کے بارے میں تاریخی سمجھ کو بھی یکسر بدل دیا۔ ایونز نے یونانی داستانوں سے گہرا اثر قبول کرتے ہوئے اس نئی دریافت شدہ تہذیب کو کریٹ کے افسانوی بادشاہ مائینوس کے نام پر 'مائنوی تہذیب' کا نام دیا۔ وہ اس بات پر تھا کہ نوسوس کا محل ہی بادشاہ مائینوس کا پایہ تخت تھا اور محل کی پیچیدہ ساخت اس بھول بھلیوں کی عکاسی کرتی ہے جسے مینوتور کو قید کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس نے آثاری باقیات جیسے 'مائینوس کا تخت' اور 'اریاڈنی(Ariadne) کا غسل خانہ' وغیرہ کو افسانوی کرداروں سے جوڑ کر ان کھنڈرات کو ایک زندہ داستان میں بدل دیا۔

بحیرہ ایجین اور یونان

Source:ur.wikipedia.org/wiki/بحیرہ_کریٹ/#/media/فائل:Aegean_Sea_map_Urdu.png

ایونز کے کام کی تاریخی اہمیت نا قابل تردید ہے، لیکن اس کی بہت سی تشریحات جدید علمی تحقیق کی کسوٹی پر پوری نہیں اترتیں۔اس نے مائنوی معاشرے کو ایک انتہائی پرامن، غیر فوجی اور مادر سری (matriarchal) تہذیب کے طور پر پیش کیا، جس کے محلات کو کسی دفاعی فصیل کی ضرورت نہیں تھی۔ یہ تصویر پہلی جنگ عظیم سے تباہ حال یورپ کے لیے ایک پرکشش رومانوی تصور تھا، لیکن بعد کی تحقیقات نے اس نظریے کو چنوتی دی۔ آثار قدیمہ سے ہتھیاروں، جیسے تلواروں اور خنجروں کی موجودگی اور سڑکوں پر چوکیاں اس بات کی نشاندہی کرتی ہیں کہ مائنوی معاشرہ مکمل طور پر پرامن نہیں تھا۔اسی طرح، نوسوس کے بارے میں اس کی جانچ پڑتال پر بھی شدید تنقید کی جاتی ہے، کیونکہ بہت سے ماہرین کا خیال ہے کہ یہ دریافتیں، تاریخی شواہد پر مبنی ہونے کے بجائے ایونز کے اپنی سمجھ کو ظاہر کرتی ہیں۔

1.3.3 تاریخی ادوار اور ارتقاء (Historical Periods and Evolution)

مائنوی تہذیب کو مکمل طور پر بننے اور ترقی کرنے میں تقریباً دو ہزار سال لگے جو کہ ایک بہت لمبا اور مشکل سفر تھا۔اس تہذیب کو آسانی سے سمجھنے کے لیے، ماہرین نے اس طویل عرصے کو مختلف حصوں یا ادوار میں تقسیم کر دیا ہے۔انہوں نے یہ تقسیم اس بنیاد پر کی ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ مٹی کے برتنوں کے ڈیزائن اور عمارتیں بنانے کے طریقے کیسے بدلتے گئے۔ایسا کرنے سے انہیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی ہے کہ ان لوگوں کی ثقافت، سماج اور تکنیک میں کیا تبدیلیاں آئیں۔عام طور پر، مائنوی تاریخ کو تین بڑے ادوار میں بانٹا جاتا ہے، جو تقریباً 3100 ق۔م سے شروع ہو کر 1100 ق۔م تک جاری رہے۔

- ابتدائی مائنوی دور (Early Minoan - EM): تقریباً 3100-2100 ق۔م
- وسطی مائنوی دور (Middle Minoan - MM): تقریباً 2100-1600 ق۔م
- آخری مائنوی دور (Late Minoan - LM): تقریباً 1600-1100 ق۔م

ان میں سے ہر دور کو مزید تین ذیلی ادوار (I, II, III) میں تقسیم کیا گیا ہے، جو ثقافتی ترقی کے مزید بنیادی مراحل کی نشاندہی کرتے ہیں۔ مائنوی تہذیب کی سماجی اور سیاسی تنظیم کا مرکز اس کے عظیم محلات تھے۔ان محلات کی تعمیر، تباہی اور دوبارہ تعمیر کی بنیاد پر مائنوی تاریخ کو چار بڑے مراحل میں بھی تقسیم کیا جاتا ہے:

- **قبل از محلات دور (Pre-Palatial Period: c. 3100-1900 BC)**: اس دور میں جدید حجری دور سے کانسے کے دور میں منتقلی ہوئی۔اس دوران دھات پگھلانے کی تکنیکوں میں ترقی ہوئی، ابتدائی بستیاں بسائی گئیں اور تجارتی تعلقات قائم ہوئے۔ حالانکہ سماج اب بھی کسی ایک سیاسی مرکز کے تابع نہیں تھا۔

- **ابتدائی محلاتی دور (Proto-Palatial Period: c. 1900-1700 BC)**: اس دور میں نوسوس، فیسٹوس (Phaistos) اور مالیا (Malia) جیسی جگہوں پر پہلے پہل عظیم محلات کی تعمیر ہوئی۔ یہ پیچیدہ سماجی اور سیاسی ڈھانچے کے ابھرنے کی علامت تھے۔اسی دور میں کمہار کے پہیے یا چاک کی دریافت ہوئی اور لکھنے کے ابتدائی نظام، کریٹی علامتی زبان، کا آغاز ہوا۔

- **نئے محلات کا دور** (Neo-Palatial Period: c. 1700-1450 BC): یہ دور مائنوی تہذیب کے عروج کا زمانہ تھا۔ تقریباً 1700 ق۔م میں ممکنہ طور پر زلزلوں کی وجہ سے پہلے محلات کی تباہی کے بعد، انہیں پہلے سے کہیں زیادہ بڑے پیمانے پر اور شاندار طریقے سے دوبارہ تعمیر کیا گیا۔ اس دور کی خصوصیات میں وسیع بین الاقوامی تجارتی تعلقات، شاندار فنون، اور خط۔الف (Linear A) جیسے تحریری نظام کا وسیع استعمال شامل ہے۔

- **آخری اور بعد از محلاتی دور** (Final & Post-Palatial Period: c. 1450-1100 BC): اس دور میں مائنوی تہذیب کے زوال کی شروعات ہوئی۔ تقریباً 1450 ق۔م میں شاید کریٹ، یونانی سرزمین کے مائیسینیائی لوگوں کے ثقافتی اور سیاسی قبضے میں آ گیا۔ اس کے نتیجے میں ایک مخلوط مائیسینیائی-مائنوی ثقافت وجود میں آئی، جس میں خط۔بی (Linear B) تحریر کا استعمال شروع ہوا۔ بڑے پیمانے پر کانسے کے دور کے اختتام کے ساتھ ہی تقریباً 1100 ق۔م میں اس تہذیب کا زوال ہو گیا۔

1.3.4 فن تعمیر اور محلات (Architecture and Palaces)

مائنوی تہذیب کی سب سے شاندار یادگار ان کے بہت بڑے محل ہیں۔ یہ صرف بادشاہوں کے رہنے کی عالیشان جگہیں نہیں تھیں، بلکہ یہ پوری ریاست کے انتظامی مرکز تھے۔ یہاں سے سیاست، معیشت، انتظامیہ اور مذہب، سب کچھ چلایا جاتا تھا۔ جب ماہرِ آثارِ قدیمہ سر آرتھر ایونز نے نوسوس کی جگہ کو 'محل' کا نام دیا، تو ان کے ذہن میں یونانی کہانیوں کے بادشاہ مائینوس کا دربار تھا۔ لیکن حقیقت اس سے کہیں زیادہ پیچیدہ ہے۔ یہ عمارتیں صرف رہائش گاہیں نہیں تھیں، بلکہ ان میں:

- بڑے گودام تھے جہاں فصلیں اور اناج جمع کیا جاتا تھا۔
- کارخانے تھیں جہاں ماہر کاریگر کام کرتے تھے۔
- مذہبی رسومات کے لیے خاص جگہیں تھیں۔
- سرکاری ریکارڈ مٹی کی تختیوں پر محفوظ تھے۔

اس لیے 'محل' کا لفظ شاید پوری تصویر نہیں دکھاتا۔ یہ دراصل شہر جیسے مراکز تھے جہاں سے ایک منظم مذہبی اور سرکاری نظام کے تحت چیزوں کی تقسیم اور مذہبی زندگی کو کنٹرول کیا جاتا تھا۔ مختصراً یہ کہ یہ محلات ہی اصل میں مائنوی ریاست تھے۔ محلات کی بناوٹ، نوسوس، فیسٹوس (Phaistos)، مالیا (Malia) اور زاکروس (Zakros) جیسے بڑے محلات ایک جیسے اصولوں پر بنے تھے۔ ان سب کی سب سے خاص بات یہ تھی کہ کئی منزلوں پر مشتمل عمارتیں ایک بڑے مرکزی آنگن کے گرد بنائی گئی تھیں۔ ان کا نقشہ اکثر بھول بھلیوں (Labyrinth) جیسا پیچیدہ لگتا تھا۔ ان کی کچھ اہم خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں:

- کثیر المنزلہ: نوسوس جیسا محل پانچ منزلوں تک اونچا تھا۔
- روشن دان: (Lightwells) روشنی اور ہوا کے لیے عمارت کے بیچ میں کھلی جگہیں چھوڑی جاتی تھیں۔

- منفرد ستون :ان کے لکڑی کے ستون اوپر سے چوڑے اور نیچے سے پتلے ہوتے تھے اور اکثر انہیں لال رنگ سے رنگا جاتا تھا۔
- جدید پانی کا نظام :یہ لوگ ماہر انجینئر تھے۔ان کے محلات میں پانی کی ترسیل اور نکاسی کا بہترین نظام تھا، جس کے لیے مٹی کے پائپ استعمال ہوتے تھے۔ نوسوس میں دنیا کے قدیم ترین قابل آبرسانی بیت الخلا(flushing toilets)کے ثبوت بھی ملے ہیں۔

اہم محلات

- نوسوس (Knossos) سب سے بڑا اور اہم محل تھا، جو غالباً پوری تہذیب کا سیاسی اور مذہبی مرکز تھا۔
- فیسٹوس (Phaistos) محل جنوبی کریٹ میں واقع ہے اور اپنی خوبصورت تعمیر کے لیے مشہور ہے۔ یہاں سے ایک پراسرار 'فیسٹوسی ڈسک' ملی تھی۔
- مالیا (Malia) تیسرا بڑا محل تھا، جہاں دھات کاری کے اوزار اور شہد کی مکھی کی شکل کا مشہور سونے کا لاکٹ ملا۔

1.3.5 مائنوی سماج (Minoan Society)

مائنوی معاشرہ ایک منظم اور خوشحال معاشرہ تھا اور سماج میں واضح درجہ بندی موجود تھی: حکمران طبقہ کے لوگ محلات میں رہتے تھے اور تمام اختیارات ان کے پاس تھے۔ دوسرے درجے میں ماہر کاریگر، تاجر اور کسان آتے تھے۔ تیسرا درجہ مزدور اور معمولی کام کرنے والے لوگوں کا تھا۔ ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ یہاں غلامی کے زیادہ ثبوت نہیں ملے۔ حکومت کا نظام کیسا تھا، یہ ابھی پورے طور پر واضح نہیں ہے، لیکن زیادہ تر ماہرین کا خیال ہے کہ یہ ایک مذہبی حکومت(Theocracy) تھی، یعنی یہاں پجاری یا پجارنیں حکومت کرتی تھیں۔ اگرچہ یہ کہنا مشکل ہے کہ یہاں عورتوں کی حکومت تھی (جیسا کہ ایونز کا خیال تھا)، لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ عورتوں کو بہت نمایاں اور عزت والا مقام حاصل تھا۔ مذہبی تصویروں اور فن پاروں میں دیویوں اور پجارنوں کو مرکزی حیثیت دی گئی ہے۔ محلات کے گرد دفاعی دیواروں کے نہ ہونے کی وجہ سے ایونز نے انہیں ایک پرامن قوم قرار دیا تھا، لیکن یہ بات وہاں سے ملنے والے ہتھیاروں سے میل نہیں کھاتی۔ اس تضاد کا جواب بحری حکمرانی (Thalassocracy) یعنی 'سمندر پر غلبے کے ذریعے حکمرانی' کے نظریے میں ملتا ہے۔ مائنوی قوم ایک عظیم بحری طاقت تھی۔ ان کا بحری بیڑہ ہی ان کی سب سے بڑی دفاعی دیوار تھا، اس لیے انہیں زمین پر قلعوں کی ضرورت نہیں تھی۔ جب تقریباً 1450ق۔م میں اچانک دفاعی دیواریں بننا شروع ہوئیں، تو یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ ان کی بحری طاقت کو یونان کی نئی ابھرتی ہوئی طاقت (مائیسینیائیوں) سے خطرہ تھا۔

1.3.6 بحری تجارت اور معیشت (Maritime Trade and Economy)

مائنوی تہذیب کی طاقت اور دولت کا راز ان کی بحری تجارت میں تھا۔ ان کی معیشت ایک مرکزی محلاتی نظام کے تحت چلتی تھی، جسے 'دوبارہ تقسیم پر مبنی معیشت' (Redistributive Economy) کہتے ہیں۔ اسے ایک بڑے مرکزی گودام کی طرح سمجھیں۔ کسان اور کاریگر اپنی ساری چیزیں (اناج، تیل، برتن وغیرہ) محل میں جمع کرواتے، اور پھر محل کی انتظامیہ ضرورت کے مطابق وہ چیزیں لوگوں

میں تقسیم کرتی اور دوسرے ملکوں کو بھیجتی تھی۔ محلات میں موجود پتھوئی(Pithoi)یعنی بڑے بڑے مٹکے اسی نظام کا ثبوت ہیں۔ مائنوی برآمدات(Exports)میں زیتون کا تیل، شراب، اون، لکڑی اور خوبصورت مٹی کے برتن زیادہ اہمیت رکھتے تھے۔ جب کہ درآمدات (Imports)میں تانبا، ٹن، سونا، چاندی اور ہاتھی دانت اہم تھے کیونکہ یہ دھاتیں اور سامان کریٹ میں نہیں پائے جاتے تھے۔اس تجارت نے نہ صرف انہیں امیر بنایا بلکہ مختلف تہذیبوں کے درمیان خیالات اور ٹیکنالوجی کے تبادلے کو بھی فروغ دیا، جس نے مائنوی تہذیب کو اپنے دور کی سب سے جدید تہذیب بنا دیا۔

1.3.7 فن، مذہب اور زبان (Art, Religion and Language)

مائنوی فنون اپنی توانائی، حرکت اور فطرت سے محبت کی وجہ سے قدیم دنیا میں منفرد ہے۔ مصر اور عراق کے فن کے برعکس، جو اکثر بے جان اور ساکن لگتا ہے، مائنوی فن زندگی کی حرکت اور خوبصورتی کو ظاہر کرتا ہے۔ مائنوی محلات کی دیواریں رنگین تصویروں سے سجی تھیں جنہیں فریسکو (دیواری تصاویر) کہا جاتا ہے۔ انہیں گیلے پلاسٹر پر رنگ کر کے بنایا جاتا تھا جس سے رنگ پکا ہو جاتا تھا۔ ان تصویروں میں سمندری مخلوق، پھول، پودے، مذہبی جلوس اور کھیل دکھائے جاتے تھے۔ بیل کی چھلانگ کی تصویر ان کی سب سے مشہور تصاویر ہیں۔ ان کے مٹی کے برتن اپنی خوبصورتی کی وجہ سے پورے بحیرۂ روم میں مشہور تھے۔ خاص طور پر وہ برتن جن پر آکٹوپس اور مچھلیاں بنی ہوتی تھیں۔ بڑے مجسمے تو نہیں ملے، لیکن چھوٹے مجسمے بہت ہیں، خاص طور پر سانپ دیوی (Snake Goddess) کے مجسمے جو ان کے مذہبی عقائد کو ظاہر کرتے ہیں۔

مائنوی مذہب کے بارے میں زیادہ معلوم نہیں کیونکہ ان کی تحریریں پڑھی نہیں جا سکیں۔ ہمارا علم ان کے فن اور آثارِ دریافتوں پر مبنی ہے۔ ان کے مذہب کا مرکز ایک عظیم دیوی یا مادر دیوی(Mother Goddess) کی پرستش تھی، جو زرخیزی اور فطرت کی علامت تھی۔اس کے علاوہ مقدس علامات جیسے بیل (طاقت کی علامت)، دو دھاری کلہاڑی(Labrys)، اور سانپ (دوبارہ زندگی پانے کی علامت)ان کے لیے بہت مقدس تھے۔ وہ پہاڑوں کی چوٹیوں اور غاروں میں عبادت کرنا پسند کرتے تھے۔ جانوروں (خاص طور پر بیل) کی قربانی عام تھی۔ بیل کی چھلانگ بھی ایک اہم مذہبی رسم تھی جس میں نوجوان ایک بھاگتے ہوئے بیل پر سے چھلانگ لگاتے تھے۔ کچھ متنازعہ شواہد انسانی قربانی کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔ مائنوی تہذیب نے یورپ کی سب سے پہلی تحریریں ایجاد کیں، لیکن انہیں آج تک کوئی سمجھ نہیں سکا۔ ان کی دو اہم تحریروں میں سے ایک کریٹی علامتی رسم الخط(Cretan Hieroglyphs) یا ایک تصویری تحریر تھی جب کہ دوسری خط۔اے(Linear A) تھی جو کہ ایک زیادہ جدید تحریر تھی اور سرکاری کاموں کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ انہیں کیوں نہیں پڑھا جا سکا؟اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم یہ نہیں جانتے کہ یہ کون سی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ یہ زبان دنیا کی کسی بھی معلوم زبان سے تعلق نہیں رکھتی۔ تقریباً 1450 ق۔م میں، جب مائیسینیائی، کریٹ پر قابض ہوئے، تو ایک نیا رسم الخط، خط۔بی (Linear B)سامنے آیا۔ یہ تحریر، خط۔اے سے ہی بنی تھی، لیکن اسے یونانی زبان لکھنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ 1952 میں ماہرِ تعمیرات اور لسانیات مائیکل وینٹرس(Michael Ventris)نے، جان چیڈوک(John Chadwick)کی مدد سے، خطِ بی کو

کامیابی سے پڑھ لیا اور یہ ثابت کیا کہ یہ یونانی زبان کی ایک قدیم شکل ہے، لیکن اس سے خط۔اے کو سمجھنے میں مدد نہیں ملی کیونکہ دونوں کے پیچھے زبانیں ہی مختلف تھیں۔

1.3.8 مائنوی تہذیب کا زوال (Decline of Minoan Civilisation)

تقریباً 1450ق۔م میں مائنوی تہذیب کا اچانک زوال آثارِ قدیمہ کے سب سے بڑے رازوں میں سے ایک ہے۔اس کی دو بڑی وجوہات بتائی جاتی ہیں: 1۔ تھیرا آتش فشاں کا نظریہ: پہلے یہ سمجھا جاتا تھا کہ قریبی جزیرے تھیرا (آج کا سینٹورینی) پر ایک بہت بڑا آتش فشاں پھٹا، جس کی سونامی اور راکھ نے مائنوی تہذیب کو ختم کر دیا۔2۔ حملے کا نظریہ (جدید نظریہ): آج کے زیادہ تر ماہرین پرانے نظریے کو مسترد کرتے ہیں۔شواہد بتاتے ہیں کہ آتش فشاں پھٹنے کے بعد بھی مائنوی تہذیب تقریباً 100 سال تک قائم رہی۔اصل وجہ یہ تھی کہ آتش فشاں نے ان کے بحری بیڑے کو کمزور کر دیا تھا۔اس کمزوری کا فائدہ اٹھا کر سرزمینِ یونان سے آنے والے مائیسینیائی حملہ آوروں نے تقریباً 1450 ق۔م میں انہیں فتح کر لیا۔کریٹ کی تقریباً تمام جگہوں پر ایک ہی وقت میں آگ لگنے اور تباہی کے ثبوت اسی حملے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ مائنوی تہذیب ختم تو ہو گئی لیکن اس کی ثقافت ختم نہیں ہوئی۔فاتح مائیسینیائی قوم نے ان کی اعلیٰ ثقافت کو بڑی حد تک اپنا لیا، جس سے ایک نئی ملی جلی تہذیب نے جنم لیا۔مائیسینیائیوں نے ان کا تحریری نظام (خط۔اے) لے کر اسے اپنی زبان (یونانی) کے لیے بدلا اور خط۔بی بنایا۔ انہوں نے معیشت چلانے کا مائنوی طرز بھی اپنایا۔مائیسینیائیوں نے ان کے فن، دیواری تصاویر اور مذہبی علامات کو بھی اپنا لیا۔مائنوی تہذیب کی یادیں بعد میں آنے والی یونانی تہذیب کی کہانیوں میں زندہ رہیں۔ بادشاہ مائنوس، اس کی بھول بھلیاں اور مینوٹور کی کہانیاں براہِ راست نوسوس کے عظیم محل اور بیل کی اہمیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مختصراً، مائنوی تہذیب، یورپ کی پہلی عظیم شہری تہذیب تھی۔ اگرچہ ان کی زبان آج بھی ایک راز ہے، لیکن ان کی میراث نے آنے والی مغربی تہذیب کی بنیاد رکھنے میں اہم کردار ادا کیا۔

جدول: مائنوی تہذیب کے مختلف ادوار

دورانیہ	محلات کا مرحلہ	مطلق تاریخیں (BCE)	اہم ثقافتی و تکنیکی تبدیلیاں	اہم واقعات	مٹی کے برتنوں کے اسالیب
ابتدائی مائنوی (EM I-III)	قبل از محلات	2100-3100	دھات کاری کا آغاز، ابتدائی تجارتی رابطے	بستیوں کی ترقی	کندہ کاری طرز، واسیلیکی طرز
وسطی مائنوی (MM I-II)	ابتدائی محلات	1700-2100	کمہار کے پہیے کا تعارف، کریٹی علامتی زبان، خط۔اے کا آغاز	پہلے محلات کی تعمیر (نوسوس، فیسٹوس، مالیا)	کاماریس طرز
وسطی مائنوی (MM III)- آخری مائنوی (LM IB)	نئے محلات	1450-1700	خط۔اے کا وسیع استعمال، فنون لطیفہ کا عروج	پہلے محلات کی تباہی (c. 1700)، تھیرا آتش فشاں (c. 1600)، نئے محلات کی تعمیر	پھولدار طرز، بحری طرز
آخری مائنوی (LM II-IIIC)	آخری اور بعد از محلات	1100-1450	خط۔بی کا تعارف (مائیسینیائی یونانی)	مائیسینیائی قبضہ (c. 1450)، محلات کی حتمی تباہی	محلاتی طرز

1.4 مائی سینیائی تہذیب (Mycenaean Civilisation)

1.4.1 مائیسینیائی تہذیب کا تعارف (Introduction to Mycenaean Civilisation)

صدیوں تک قدیم یونان کا بہادر دور صرف ہومر کی مشہور نظموں، ایلیاڈ اور اوڈیسی، کی کہانیوں میں ہی زندہ تھا۔ یہ کہانیاں ٹرائے کی جنگ، بہادر جنگجوؤں اور طاقتور بادشاہوں کے قصے سناتی تھیں، لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ سچی کہانیاں ہیں یا صرف کہانیاں۔ پھر 1870 کی دہائی میں، ہینری شلیمن (Heinrich Schliemann) نامی ایک جرمن تاجرنے، جو آثار قدیمہ کا شوقین تھا، ہومر کی کہانیوں کی مدد سے یونان میں کھدائی شروع کی۔ مائیسینی نامی جگہ پر اس کی دریافتوں نے ایک پوری کھوئی ہوئی تہذیب کو دنیا کے سامنے لا کھڑا کیا، جس سے لگا کہ قدیم کہانیاں کچھ حد تک سچ پر مبنی تھیں۔ یہ مائیسینیائی تہذیب تھی، جو قدیم یونان میں کانسے کے دور کے آخری حصہ (تقریباً 1750 سے 1050 ق۔م) میں ابھر کر سامنے آئی۔ یہ یورپ کی اصل سرزمین پر پہلی ترقی یافتہ تہذیب تھی جو یونانی زبان بولتی تھی۔ یہ ان سے پہلے جزیرہ کریٹ پر رہنے والے مائنوی لوگوں سے مختلف تھے، جو یونانی نہیں بولتے تھے لیکن ان کا اثر اس علاقے پر کافی عرصے تک رہا تھا۔ مائیسینیائی تہذیب کی پہچان اس کے جنگجو سماج، محلات پر مبنی ریاستوں، بڑی بڑی عمارتوں، ایک خاص تحریری نظام (خط۔بی Linear B,) اور دور دور تک پھیلے تجارتی تعلقات سے تھی۔

اس تہذیب کی کہانی کو سمجھنا اس کی دریافت کی کہانی سے جڑا ہوا ہے۔ 'مائیسینیائی' نام بھی ہومر کی دنیا کو تلاش کرنے کی کوشش میں ہی رکھا گیا۔ کہانیوں نے آثار قدیمہ کے ماہرین کو راستہ دکھایا، اور آثار قدیمہ کی چیزوں، جیسے 'اگامیمنن کا نقاب' کو ان کہانیوں کی روشنی میں سمجھا گیا۔ مائیسینیائی تہذیب نے مائنوی تہذیب اور مشرق وسطیٰ کی ترقی یافتہ ثقافتوں سے بہت کچھ سیکھا، اسے اپنے جنگی مزاج کے مطابق ڈھالا، اور اس زبان، مذہب اور کہانیوں کی بنیاد رکھی جو بعد میں کلاسیکی یونان کی پہچان بنیں۔ مائیسینیائی تہذیب کا مرکز پیلوپونیس (Peloponnese) کا علاقہ تھا، خاص طور پر آرگولڈ (Argolid) کا زرخیز میدان۔ ان کے بڑے قلعہ بند شہر، مائیسینی (Mycenae) اور ٹائرنس (Tiryns)، اونچی پہاڑیوں پر ایسی جگہ بنائے گئے تھے جہاں سے ان کا دفاع آسان تھا اور وہ آس پاس کے میدانوں اور تجارتی راستوں پر نظر رکھ سکتے تھے۔ مائیسینی سطح سمندر سے تقریباً 274-280 میٹر بلند تھا اور دو پہاڑیوں کے درمیان چھپا ہوا تھا، جس سے اس کا دفاع آسان ہو جاتا تھا۔

1.4.2 دیوہیکل طرز تعمیر (Cyclopean Architecture)

ان قلعوں کی سب سے خاص بات، سائیکلوپین (Cyclopean) طرز کی تعمیر تھی جس میں بڑے بڑے پتھروں کو بغیر کسی مصالحے کے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا جاتا تھا۔ ٹائرنس کی دیواریں 8 میٹر تک موٹی اور 13 میٹر تک اونچی تھیں۔ بعد کے یونانیوں کا ماننا تھا کہ ایسی دیواریں صرف سائیکلوپس (ایک آنکھ والے دیو) ہی بنا سکتے تھے۔ یہ عمارتیں صرف دفاع کے لیے نہیں تھیں، بلکہ حکمرانوں کی طاقت دکھانے کے لیے بھی بنائی گئی تھیں۔ یہ فنِ تعمیر ان کے معاشرے کی سوچ کو ظاہر کرتا ہے: طاقت، دفاع اور درجہ بندی۔ یہ بڑی دیواریں اور

محفوظ راستے بتاتے ہیں کہ وہ ہمیشہ خطرے میں رہتے تھے اور اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنا ضروری سمجھتے تھے۔ محل صرف ایک گھر نہیں تھا، بلکہ ایک قلعہ اور حکومت چلانے کی جگہ بھی تھا، جو حکمران طبقے کو عام لوگوں سے الگ کرتا تھا۔

مشہور عمارتیں

- **شیر دروازہ، مائیسینی**(Lion Gate): یہ قلعے کا مرکزی دروازہ تھا، جو تقریباً1250ق۔م میں بنایا گیا۔اس کی خاص بات اس کا 'ریلیو نگ ٹرائینگل' ہے جو کہ ایک تکون کی شکل کا پتھر ہوتا تھا جو دروازے کے اوپر وزن کم کرنے کے لیے لگایا گیا تھا۔اس تکون میں دو شیرنیوں کی تصویر ہے جو ایک ستون کے دونوں طرف کھڑی ہیں۔
- **میگارون**(Megaron): ہر مائیسینیائی محل کا دل میگارون ہوتا تھا، جو ایک بڑا مستطیل ہال تھا جس میں ایک برآمدہ، ایک داخلی کمرہ اور ایک مرکزی کمرہ ہوتا تھا جس میں چار ستونوں سے گھرا ایک بڑا چولہا ہوتا تھا۔یہ بادشاہ کا دربار تھا جہاں وہ بیٹھتا تھا۔اس کا ڈیزائن بعد میں یونانی مندروں کی بنیاد بنا۔
- **کوربل محرابیں**(Corbel Vaults)**اور راہداریاں:** ٹائرنس میں اور اپنے مقبروں میں، مائیسینیائیوں نے کوربل محرابوں کا استعمال کیا، جہاں پتھروں کو ایک دوسرے کے اوپر اس طرح رکھا جاتا تھا کہ بغیر محراب کے چھت بن جاتی تھی۔ٹائرنس کی راہداریاں ، جو موٹی دیواروں سے بنی تھیں، سرنگوں اور گوداموں کے طور پر کام کرتی تھیں۔

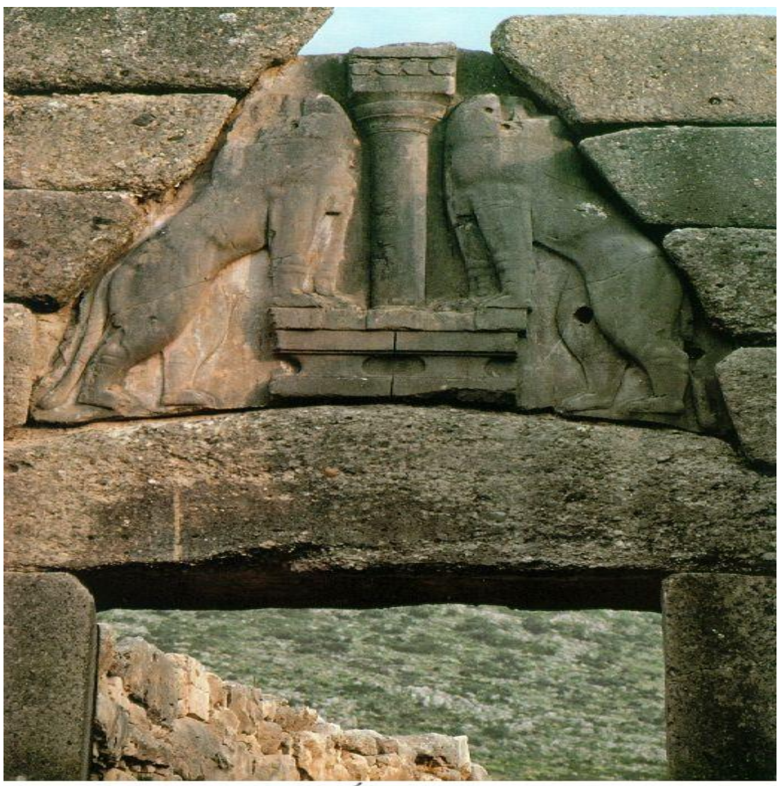

شیر دروازہ مائسینی
(Source: https://www.brown.edu/Departments/Joukowsky_Institute/courses/greekpast/4922.html)

مائیسینیائیوں نے اپنے قلعے اونچی اور دفاعی زمین پر بنائے تھے، لیکن ایسی جگہوں پر جہاں سے وہ زرخیز میدانوں کو کنٹرول کر سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقصد حفاظت اور کنٹرول تھا۔ پہاڑی ایک قدرتی قلعہ فراہم کرتی تھی، اور اس محفوظ جگہ سے حکمران طبقہ نیچے کی زرعی زمینوں پر حکومت کرتا تھا۔ اس سے ایک دو سطحی معاشرہ ظاہر ہوتا ہے: قلعے میں محفوظ امیر لوگ اور میدان میں کھیتی باڑی کرنے والے عام لوگ۔ اگرچہ مائیسینی اور ٹائرنس سب سے بڑے شہر تھے، دیگر بڑے مراکز میں پائلوس (Pylos,)، تھیبس (Thebes) اور ایتھنز (Athens) شامل تھے، جو پورے یونان میں ایک جیسی تعمیرات اور ثقافت کا مظاہرہ کرتے تھے۔

1.4.3 سیاسی اور سماجی ساخت (Political and Social Structure)

مائیسینیائی سیاسی نظام، محل کے ارد گرد چلنے والی بادشاہت تھی۔ یہ صرف ایک حکومت نہیں تھی، بلکہ ہر چیز کو کنٹرول کرنے کا ایک نظام تھا۔ خط-بی کی تحریروں سے پتہ چلتا ہے کہ محل کے اہلکار ریاست کی معیشت کو بہت باریکی سے چلاتے تھے۔ انہیں معلوم تھا کہ ہتھیاروں کے لیے کتنا کانسہ چاہیے، دور دراز کے ریوڑ میں کتنی بھیڑیں ہیں، اور کس دیوتا کو کتنا خوشبودار تیل چڑھایا جاتا ہے۔ یہ ایک سخت، درجہ بندی پر مبنی نظام کی نشاندہی کرتا ہے جہاں لوگوں کو بہت کم معاشی آزادی حاصل تھی۔

واناکس (حکمراں یا قبائلی سردار): سیاسی درجہ بندی میں سب سے اوپر واناکس (*wanax*) تھا، جس کے پاس سب سے زیادہ سیاسی، فوجی اور مذہبی اختیارات تھے۔ خط-بی کی تختیوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک بڑی شاہی زمین: ٹیمینوس (*temenos*) کا مالک تھا اور بڑے افسروں کو مقرر کرتا تھا۔ یہ لقب اتنا بڑا تھا کہ اسے دیوتاؤں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا، جو بادشاہ کی نیم خدائی حیثیت کو ظاہر کرتا ہے۔

لاواگیٹاس (دوسرا بڑا عہدیدار): واناکس کے نیچے لاواگیٹاس (*lavagetas*) تھا، جس کا مطلب 'لوگوں کا رہنما' یا 'کمانڈر' ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک بڑی زمین کا مالک تھا، اگرچہ بادشاہ کی زمین سے چھوٹی، اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ فوج کا کمانڈر تھا۔

ہیکیٹائی (جنگجو امیر طبقہ): ایک جنگجو امیر طبقہ، جسے ہیکیٹائی (*hekitaie*) یعنی 'پیروکار' یا 'ساتھی' کہا جاتا تھا، بادشاہ کے اعلیٰ فوجی دستے اور افسران پر مشتمل تھا۔ وہ رتھوں اور غلاموں کے مالک تھے اور بادشاہ کے نمائندے کے طور پر کام کرتے تھے۔ ان کی حیثیت ان کی قبروں سے ظاہر ہوتی ہے، جو ہتھیاروں اور سونے سے بھری ہوئی تھیں۔

باسیلیئس: مائیسینیائی دور میں، باسیلیئس (*basileus*) ایک نچلے درجے کا مقامی اہلکار یا سردار تھا، جو شاید کسی قصبے یا کاریگروں کے گروہ کی نگرانی کرتا تھا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ محلات کے نظام کے خاتمے کے بعد آنے والے تاریک دور میں یہی لقب 'بادشاہ' کے لیے استعمال ہونے لگا۔

دیگر اہلکار: دیگر اہلکاروں کی ایک جماعت، جیسے ٹیلیسٹائی (*telestai*) یعنی بڑے زمیندار اور کو-ری-ٹے (*ko-re-te*) یعنی ضلعی گورنر، ریاست کے اضلاع اور وسائل کا انتظام کرتی تھی، جیسا کہ خط-بی کے ریکارڈ میں درج ہے۔

مائیسینیائی سیاسی الفاظ میں بعد کے یونانی سیاسی الفاظ کی جڑیں موجود ہیں، لیکن ان کے معنی بہت مختلف ہیں۔ باسیلیئس کا مطلب ایک چھوٹے مقامی اہلکار سے بادشاہ میں بدل جانا ایک اہم لسانی ثبوت ہے۔ یہ واناکس (طاقتور مرکزی حکمراں) کے زوال اور چھوٹی، مقامی قیادت کے عروج کی کہانی سناتا ہے جب بعد میں کلاسیکی شہر، ریاستوں میں تبدیل ہو گئے۔ سب سے بڑے حکمران کا لفظ یعنی 'واناکس'، اس مرکزی محلاتی نظام کے ساتھ ہی ختم ہو گیا جس کی وہ نمائندگی کرتا تھا۔ نچلے، مقامی حکمران کے لیے استعمال کیا جانے والا لفظ 'باسیلیئس' طاقت کے خلا کو پر کرنے کے لیے بلند مرتبہ ہو گیا۔

انتظامی طرز تحریر، خط۔بی: پورا نظام ایک محتاط بیورو کریسی کے ذریعے جڑا ہوا تھا جو خط۔بی، رسم الخط کا استعمال کرتی تھی۔ یہ تحریر، جو مائنوی خط۔اے (Linear A) سے لی گئی یونانی زبان کی ایک ابتدائی شکل تھی، صرف مٹی کی تختیوں پر انتظامی ریکارڈ کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ یہ تختیاں ادب نہیں بلکہ چیزوں کی فہرستیں ہیں جیسے سامان، اہلکار، مویشی، زمینیں اور مذہبی چڑھاوے وغیرہ، جو معیشت پر ایک انتہائی منظم کنٹرول کو ظاہر کرتی ہیں۔

1.4.4 معیشت، زراعت اور تجارت (Economy, Agriculture and Trade)

مائیسینیائی معیشت ایک مرکزی، محل کے زیر کنٹرول نظام تھی۔ محل زرعی پیداوار اور خام مال (اکثر ٹیکس کے طور پر) جمع کرتا، انہیں ذخیرہ کرتا، اور پھر انہیں آبادی میں دوبارہ تقسیم کرتا تھا، جس میں کاریگروں اور سپاہیوں کے لیے راشن بھی شامل تھا۔ معیشت بنیادی طور پر زراعت پر مبنی تھی۔ اہم فصلوں میں گیہوں اور جو، اور زیتون (تیل کے لیے) اور انگور (شراب کے لیے) شامل تھے۔ انہوں نے اون کے لیے بھیڑوں کے بڑے ریوڑ بھی پالے، جو ایک بہت اہم تجارتی شے تھی۔ محل کی نگرانی میں، ہنر مند کاریگروں نے بہت سی چیزیں بنائیں۔ اس میں روزمرہ کی اشیاء جیسے اوزار اور مٹی کے برتن، اور امیر لوگوں کے لیے زیورات، تراشے ہوئے جواہرات، اور کانسے کے ہتھیار جیسی پر تعیش اشیاء بھی شامل تھیں۔ خوشبودار تیل ایک بڑی پر تعیش برآمدی صنعت تھی، جو براہ راست امیر طبقے کے زیر کنٹرول تھی۔ زیتون کے تیل پر بار بار زور، خاص طور پر خوشبودار تیل، یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ ایک خوراک سے کہیں زیادہ تھا۔ یہ ایک اعلیٰ قیمت والی، محل کے زیر کنٹرول پر تعیش شے تھی، جو آج کے اعلیٰ درجے کے کاسمیٹکس یا شراب کی طرح تھی۔ مائیسینیائی بحیرہ روم کی تجارت میں بڑے حصے دار تھے، ان کا سامان اٹلی سے لے کر قبرص، شام اور مصر تک پایا گیا ہے۔ یہ تجارت ان اہم خام مال کو حاصل کرنے کے لیے ضروری تھی جو یونان میں دستیاب نہیں تھے، خاص طور پر دھاتیں۔ ان کی پوری فوجی اور امیر ثقافت کانسے پر مبنی تھی۔ تاہم، اس کے دو اہم اجزاء، تانبا اور ٹن، باہر سے منگوانے پڑتے تھے۔ یہ معاشی حقیقت ان کی خارجہ پالیسی اور بحری توسیع کا ایک بڑا محرک تھی۔ ٹن کی ضرورت نے انہیں شاید معلوم دنیا کے دور دراز کونوں تک تجارتی راستے قائم کرنے پر مجبور کیا۔ یہ انحصار ایک کمزوری بھی تھا؛ ان تجارتی راستوں میں خلل ان کی فوج اور معیشت کو مفلوج کر سکتا تھا، یہ ایک ایسا عنصر تھا جس نے ممکنہ طور پر ان کے زوال میں کردار ادا کیا۔

1.4.5 دیوتا، مقبرے اور رسومات (Gods, Tombs and Rituals)

خط۔بی کی تحریروں سے یہ حیران کن حقیقت سامنے آئی کہ مائیسینیائی لوگ کلاسیکی یونانی دیوتاؤں کی ابتدائی شکلوں کی عبادت کرتے تھے۔ پائلوس اور نوسوس کی تختیوں میں دی۔وے(*Di-we*)یعنی زیوس،اے۔را(*E-ra*) یعنی ہیرا،پو۔سے۔ڈا۔او-(*Po-se-da-o*)یعنی پوسیڈن،اے۔رے(*A-re*)یعنی ایریز،اَ۔تے۔می۔تو(*A-te-mi-to*)یعنی آرٹیمس،اے۔ما۔ہا(*E-ma-ha*)یعنی ہرمیس،اور دی۔وو۔نو۔سو (*Di-wo-nu-so*)یعنی ڈائینائسس جیسے دیوتاؤں کو نذرانے پیش کرنے کا ذکر ہے۔ پوسیڈن ایک اہم دیوتا معلوم ہوتا ہے، جو ممکنہ طور پر پائلوس میں دیوتاؤں کا سربراہ تھا،اور زلزلوں سے منسلک تھا کیونکہ اسے اے۔نے۔سی۔ڈا۔او۔نے(-*E-ne-si-da-o-ne*)یعنی زمین ہلانے والا کہا گیا تھا۔ان مرد دیوتاؤں کے ساتھ ساتھ، خواتین دیویوں پر بھی بہت زور دیا جاتا تھا۔ پوٹنیا (*Potnia*)یعنی مالکن یا خاتون کا لقب اکثر ظاہر ہوتا ہے، جو ایک اعلیٰ خاتون دیوی کی نشاندہی کرتا ہے، جس کی جڑیں ممکنہ طور پر مائنوی،مادر دیوی میں تھیں،اور جسے مختلف شکلوں میں ڈھال لیا گیا تھا، جیسے ا۔تا۔نا۔پو۔ٹی۔نی۔یا(*A-ta-na Po-ti-ni-ja*)یعنی دیوی یا مالکن ایتھینا۔ یہ مائیسینیائی مذہب کی اپنی روایات اور مائنوی تہذیب کے گہرے اثرات کا نتیجہ تھا۔خط۔بی کی تختیاں ظاہر کرتی ہیں کہ مذہب زندگی کا کوئی الگ حصہ نہیں تھا بلکہ اسے محل کی افسر شاہی کے ذریعے زراعت یا فوجی پیداوار کی طرح ہی منظم کیا جاتا تھا۔ تختیاں، مخصوص دیوتاؤں کو مخصوص عبادت گاہوں میں دی جانے والی نذرانوں کو تفصیل سے ریکارڈ کرتی ہیں۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ مذہبی رسومات ایک ریاستی کام تھیں، جن کا استعمال، واناکس کی طاقت کو قانونی حیثیت دینے اور بادشاہی کے لیے خدائی فضل کو یقینی بنانے کے لیے کیا جاتا تھا۔

تدفین کی رسومات: بعد کی زندگی پر ان کا یقین ان کی وسیع تدفین کی رسومات اور امیر قبروں کے سامان سے ظاہر ہوتا ہے۔ابتدائی حکمرانوں کو، تقریباً1600ق۔م میں، گہری مستطیل چوڑی(shaft) قبروں میں دفن کیا جاتا تھا، جیسا کہ مائیسینیائی قبروں کے سرکل۔اے اور بی میں ملتا ہے۔ یہ قبریں بے پناہ دولت سے بھری ہوئی تھیں، جن میں بعد از مرگ زرین نقاب، ہتھیار، زیورات اور قیمتی برتن شامل تھے۔ تقریباً 1525ق۔م کے بعد، دفنانے کا انداز بدل گیا اور بعد کے حکمرانوں کو شاندار تھولوس(tholus) یعنی 'شہد کی مکھی کے چھتے' جیسی قبروں میں دفن کیا جانے لگا، جو ایک شہتیر دار گنبد کے ساتھ زیر زمین کمرہ تھا۔اس کی سب سے مشہور مثال مائیسینی میں ایٹریئس کا خزانہ (Treasure of Atreus) ہے، جس کا گنبد ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے تک دنیا کا سب سے بڑا گنبد رہا۔ان مقبروں تک ڈروموس(dromos)یعنی ایک طویل پتھر سے بنے راستے کے ذریعے رسائی حاصل کی جاتی تھی۔کشادہ قبروں سے تھولوس مقبروں کی طرف یہ منتقلی صرف انداز میں تبدیلی نہیں تھی بلکہ ایک سیاسی مظاہرہ تھا، جو حکمران خاندان کی بے پناہ طاقت اور استحکام کو ظاہر کرتا تھا۔ یہ مقبرے، جو کئی نسلوں تک استعمال ہوتے رہے، ان کے خاندانی وقار کو تقویت دیتے تھے۔امیر طبقے کے باقی لوگوں کو چھوٹے، چٹان سے تراشے ہوئے کمرہ نما مقبروں میں دفن کیا جاتا تھا، جو کئی نسلوں تک متعدد تدفین کے لیے بھی استعمال ہوتے تھے۔

1.4.6 دستکاری اور جمالیات (Craftsmanship and Aesthetics)

مائیسینیائی فن، مائنوی تہذیب کے نفیس، فطرت سے محبت کرنے والے فن سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ تاہم، مائیسینیائیوں نے ان طور طریقوں کو اپنی ثقافت کے مطابق ڈھال لیا، جس کے نتیجے میں ایسا فن پیدا ہوا جو زیادہ رسمی، متناسب، سخت، اور اکثر جنگ، شکار اور طاقت کے موضوعات پر توجہ دیتا تھا۔ مائنوی فن اور مائیسینیائی فن کے درمیان فرق، دونوں سماجوں کے درمیان فرق کی ایک واضح مثال ہے۔ مائنوی فن زیادہ تر پرامن ہے، جو فطرت، رسومات اور حرکت کا جشن مناتا ہے۔ مائیسینیائی فن پر جنگ و جدال اور درجہ بندی کے موضوعات غالب ہیں جیسے شکار، جنگجو، رتھ، اور رسمی شیر۔ ان کا فن براہ راست ایک ایسے سماج کا آئینہ تھا جو ایک جنگجو اعلیٰ طبقے کے ارد گرد گھومتا تھا۔

ان کے فن کا اظہار مختلف شکلوں میں ہوتا تھا۔ محل کی دیواروں کو فریسکوز (دیواری تصاویر) سے سجایا گیا تھا، جن میں جنگجوؤں کے جلوس، رتھوں کے مناظر، اور لڑائیوں دکھائی گئی تھیں۔ مائیسینی سے مشہور جنگی پھولدان(Warrior Vase)، مارچ کرتے ہوئے سپاہیوں کی ایک منظم قطار دکھاتا ہے، جو مائنوی فن سے بہت مختلف ہے۔ ان کے مٹی کے برتن بھی ایک خاص طریقے سے تیار ہوئے، جن میں 'تصویری انداز' میں رتھوں اور جنگجوؤں کے مناظر اور 'نقش و نگار انداز' میں ہندسی نقش استعمال کیے گئے۔ مختلف مقامات پر مائیسینیائی مٹی کے برتنوں کی غیر معمولی یکسانیت جسے 'مائیسینیائی کوئین'(Mycenaean Koine) کہا جاتا ہے، مرکزی محلاتی معیشت کا نتیجہ تھی۔ اس معیشت نے ایک معیاری 'اسلوب' تیار کیا جو پورے بحیرہ روم میں برآمد کیا جاتا تھا۔ وہ غیر معمولی ہنر مند دھات کار بھی تھے، خاص طور پر سونے اور کانسے کے کام میں ماہر تھے۔ کشادہ قبروں سے ملنے والے سونے کے نقاب اور کانسے کے خنجروں پر شاندار جڑائی کا کام ان کی ناقابل یقین دستکاری کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کے علاوہ، ٹیراکوٹا(پکی مٹی) سے بنی چھوٹی زنانہ مورتیاں، جنہیں فائی (phi) اور سائی (psi) اقسام کہا جاتا ہے، بہت عام تھیں، جو ممکنہ طور پر دیویاں یا منت کی اشیاء ہوتی ہونگی۔

1.4.7 جنگ اور دفاع (Warfare and Defence)

جنگ مائیسینیائی معاشرے کا مرکزی حصہ تھی، جو ان کی قلعہ بندیوں، فن، اور ان کی اشرافیہ کے ساتھ دفن کیے گئے ہتھیاروں سے ظاہر ہوتی ہے۔ فوج کی نگرانی براہ راست محلات کرتے تھے، اور ہر برادری فوج کے لیے آدمی فراہم کرنے کی پابند تھی۔ جنگجوؤں کا ساز و سامان مکمل اور بہتر حالت میں تھا۔ سب سے مخصوص زرہ، جنگلی سور کے دانتوں کا ہیلمٹ تھا، جو امیر لوگوں کے لیے حیثیت کی علامت تھا۔ ابتدائی جنگجو بڑی، جسم کو ڈھانپنے والی 'منار' یا 'آٹھ' کی شکل کی ڈھالیں استعمال کرتے تھے، جو بعد میں چھوٹی، گول کانسے کی ڈھالوں میں تبدیل ہو گئیں۔ کانسے کی زرہ کا ایک مکمل سوٹ، جسے 'ڈینڈرا پینوپلی'(Dendra panoply) کا نام دیا گیا، یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے بھاری، حفاظتی چپٹی زرہ تیار کی تھی۔ ان کا بنیادی ہتھیار نیزہ تھا، جب کہ تلواریں ثانوی ہتھیار کے طور پر استعمال ہوتی تھیں، جو وقت کے ساتھ لمبی شمشیروں سے چھوٹی، کاٹنے والی تلواروں میں تبدیل ہوئیں۔ مائیسینیائی فوج ترقی پسند تھی۔ آثاری شواہد، کئی صدیوں کے دوران حکمت عملی اور ساز و سامان میں واضح ترقی ظاہر کرتے ہیں۔ 13ویں صدی ق۔م کے آس پاس بڑی، بوجھل جسمانی ڈھالوں اور لمبے نیزوں سے چھوٹی

ڈھالوں اور چھوٹی تلواروں/نیزوں کی طرف منتقلی، سست، بھاری پیادہ فوج کے بجائے زیادہ ہلکی، تیز رفتار اکائیاں کی تشکیل، حکمت عملی کی تبدیلی کی نشاندہی کرتی ہے۔مائیسینیائی، دو گھوڑوں والے رتھ استعمال کرتے تھے، جو ایسا لگتا ہے آگے چل کر براہ راست لڑائی کے بجائے امیر جنگجوؤں کے لیے میدان جنگ میں نقل و حمل کے لیے استعمال ہونے لگے۔ 15ویں صدی ق۔م سے، مائیسینیائیوں نے بحیرہ ایجین میں جارحانہ طور پر پیشقدمی کی، مائنویوں سے کریٹ چھین لیا اور پورے ایجین جزائر، قبرص اور اناطولیہ (ترکی) میں پھیل گئے اور اس کے ساحلوں پر بستیاں یا اثرورسوخ قائم کیا۔

ٹرائے کی جنگ: تاریخ یا افسانہ؟

ٹرائے کی جنگ کی کہانی تاریخ اور افسانے کے درمیان ایک دلچسپ مقام رکھتی ہے۔ ہومر کی طول رزمیہ نظم، ایلیاڈ، ایک عظیم جنگ کو بیان کرتی ہے جہاں مائیسینی کے اگامیمنون کی قیادت میں ایک یونانی اتحاد نے ٹرائے (Troy) شہر پر حملہ کر کے اسے تباہ کر دیا۔ آثاری شواہد اس کہانی کو کچھ حد تک تقویت دیتے ہیں۔ ترکی میں ٹرائے کے مقام پر ہوئی کھدائی سے شہر کی ایک تہہ (Troy VIIa) دریافت ہوئی ہے جو تقریباً 1180 ق۔م میں آگ سے تباہ ہو گئی تھی۔ یہ تاریخ جنگ کے روایتی زمانے سے مطابقت رکھتی ہے اور اس مقام سے جنگ کے شواہد بھی ملے ہیں۔ مزید برآں اناطولیہ سے ملنے والے حطی (Hittite) متون میں ایک طاقتور مغربی سلطنت 'اہیاوا' (Ahhiyawa) کا ذکر ملتا ہے، جسے عام طور پر مائیسینیائی یونان سمجھا جاتا ہے۔ ان ہی متون میں 'ولوسا' (Wilusa) نامی شہر کا بھی ذکر ہے، جس کا لسانی تعلق ٹرائے کے دوسرے نام 'ایلیوس' (Ilios) سے جوڑا جاتا ہے۔ یہ دستاویزات تیرہویں صدی ق۔م کے دوران، ولوسا پر قبضے کے لیے حطیوں اور اہیاوا کے درمیان سیاسی کھینچ تان کو بیان کرتی ہیں۔

اگرچہ ہیلن نامی عورت کی خاطر لڑی جانے والی دس سالہ جنگ کا کوئی براہِ راست ثبوت نہیں ہے، لیکن آثارِ قدیمہ اور تحریری شواہد کا امتزاج اس بات کو انتہائی ممکن بنا دیتا ہے کہ مائیسینیائی یونانیوں اور ٹرائے کے شہر کے مابین ایک یا کئی تاریخی جنگیں ہوئی ہونگی، جنھوں نے اس داستان کی تاریخی بنیاد فراہم کی۔ افسانوی کہانی سے ہٹ کر دیکھیں تو حطی متون کے شواہد ٹرائے کی جنگ کو ایک نئے زاویے سے پیش کرتے ہیں۔ یہ صرف ایک بہادرانہ داستان نہیں تھی، بلکہ بحیرۂ ایجیئن میں مائیسینیائی دنیا اور اناطولیہ میں حطی سلطنت جیسی دو بڑی طاقتوں کے درمیان ایک جغرافیائی سیاسی جدوجہد تھی۔ ٹرائے/ولوسا ان دونوں کے درمیان پھنسی ایک طاقتور ریاست تھی جو اہم تجارتی راستوں کو کنٹرول کرتی تھی۔ لہٰذا یہ جھگڑا، ممکنہ طور پر تجارت، وسائل اور علاقائی غلبہ حاصل کرنے کے لیے تھا یعنی کانسے کے دور کی ایک عام سی جنگ، جسے بعد میں شاعری نے زندہ جاوید کر دیا۔

1.4.8 تہذیب کا زوال اور وراثت (Decline and Legacy of the Civilisation)

تقریباً 1200 ق۔م میں، مائیسینیائی تہذیب کا خاتمہ ہو گیا۔ مائیسینی، ٹائرنس اور پائلوس کے عظیم محلات کو تباہ کر کے جلا دیا گیا، اور بہت سے دوسرے مقامات کو ویران کر دیا گیا۔ یہ بڑے پیمانے پر 'کانسے کے دور کے زوال' کا ایک حصہ تھا جس نے حطی سلطنت سمیت

پورے مشرقی بحیرہ روم کو متاثر کیا۔ اس زوال کی کوئی ایک وجہ وضاحت نہیں کر سکتی۔ زیادہ تر دانشور، اب مکمل نظاموں کی تباہی یا 'مکمل طوفان' (perfect storm) کے نظریے کی حمایت کرتے ہیں، جسے ماہر آثاریات ایرک کلینے (Eric Cline) نے مقبول عام بنایا۔ اس نظریے کے مطابق متعدد، باہم مربوط بحران بیک وقت پیش آئے، جس نے معاشرے کی بحالی یا سنبھلنے کی صلاحیت کو ختم کر دیا۔ مائیسینیائی تہذیب کا زوال پیچیدہ اور انتہائی مرکزی سماج کے کمزور ہونے کا ایک بہترین تاریخی مطالعہ ہے۔ ان کا نظام، جو اپنے عروج میں بہت موثر تھا، نازک بھی تھا۔ اہم وسائل کے لیے بین الاقوامی تجارت پر اس کا انحصار، اس کی سخت سماجی درجہ بندی، اور زرعی پیداوار پر اس کا انحصار اسے بیک وقت کئی جھٹکوں کے لیے انتہائی کمزور بناتا تھا۔

اس زوال کی ممکنہ وجوہات پیچیدہ اور متعدد ہیں۔ ایک نظریہ بیرونی حملوں کا ہے، جس میں روایتی طور پر ڈورین (Dorian) حملے کا ذکر کیا جاتا ہے، حالانکہ اس کے آثاری شواہد کم ہیں۔ مصری دستاویزوں میں 'سمندری لوگوں' کے حملوں کا بھی ذکر ہے، جنہوں نے پورے خطے کو الٹ پلٹ کر کے رکھ دیا۔ دوسری وجوہات اندرونی خلفشار ہو سکتی ہیں، جیسے مائیسینیائی ریاستوں کے درمیان خانہ جنگی یا حکمران طبقے کے خلاف بغاوتیں۔ قدرتی آفتیں، جیسے زلزلے اور لمبے عرصے تک سوکھا پڑنے نے بھی ریاست کو کمزور کیا ہوگا۔ آخر میں، بین الاقوامی تجارتی راستوں میں رکاوٹوں نے ٹن اور تانبے جیسی ضروری دھاتوں کی فراہمی کو بند کر دیا ہوگا، جس سے ان کی معیشت اور فوج مفلوج ہو گئی ہو گی۔

ان کا زوال تباہ کن تھا۔ آبادی میں بہت زیادہ کمی واقع ہوئی، تحریر (خط-بی) ختم ہو گئی، تجارت رک گئی، اور فنی اور تعمیراتی مہارتیں غائب ہو گئیں۔ یونان ایک 'تاریک دور' (Dark Age) میں داخل ہو گیا جو کئی صدیوں تک جاری رہا، جس کی خصوصیت چھوٹی، الگ تھلگ اور خستہ حال برادریاں تھیں۔ مائیسینیائی تہذیب کا سفر تیزی سے عروج، بے پناہ طاقت اور دولت کا دور، اور ایک اچانک، تباہ کن زوال پر مشتمل ہے۔ انہوں نے انجینئرنگ (سائیکلوپین دیواریں، تھولوس مقبرے)، انتظامیہ (خط-بی پر مبنی افسر شاہی)، اور فن (دھات کاری، مٹی کے برتن) میں اہم کامیابیاں حاصل کیں۔ مائیسینیائیوں کی سب سے بڑی میراث ان کے بعد آنے والے کلاسیکی یونانیوں کے لیے تھی۔ اگرچہ محلات گر گئے اور تحریر ختم ہو گئی، لیکن تاریک دور میں بھی، مائیسینی تہذیب کے اہم عناصر زندہ رہے۔ ان بچ جانے والے عناصر میں یونانی زبان کی ابتدائی شکل، مائیسینی دیوی، دیوتا جو بعد میں اولمپین بنے، اور ان کی بہادرانہ کہانیاں شامل تھیں، خاص طور پر ٹرائے کی جنگ، جو کلاسیکی یونانی ثقافتی شناخت کا بنیادی مرکز بن گئیں۔ آخر میں، مائیسینیائیوں کو ایک ناکام تہذیب کے طور پر نہیں، بلکہ یونانی اور مغربی تہذیب کی طویل کہانی میں بنیادی اور 'بہادرانہ' پہلے باب کے طور پر دیکھا جانا چاہیے۔ یہ وہ آباؤ اجداد تھے جن کی طرف کلاسیکی یونانی دیکھتے تھے، جو تحریک اور شناخت کا ایک ذریعہ تھے۔

1.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

مائنوی اور مائسینی تہذیبیں قدیم یونانی تاریخ کی بنیادی ستون ہیں، جن میں سے ہر ایک نے قدیم بحیرہ روم کی ثقافتی، فنکارانہ، اور سیاسی منظر نامے میں منفرد تعاون کیا۔ مائنوی تہذیب، اپنے متحرک فن، جدید تعمیرات، اور بحری مہارت کے ساتھ، کریete پر کانسے کے دور

کے ایک پھلتی پھولتی معاشرے کی بنیاد رکھی۔ ان کا اثر جزیرے سے کہیں دور تک پھیلا، جس نے ایجیئن اور مشرقی بحیرہ روم میں تجارتی نیٹ ورکس اور ثقافتی تبادلوں کو شکل دی۔ دوسری طرف، مائسینیوں نے اپنی جنگجو ثقافت، مضبوط قلعوں، اور خط-بی اسکرپٹ کے ساتھ کلاسیکی یونانی تہذیب کی بنیاد رکھی، جس میں انہوں نے مائنوی ثقافت کے بہت سے پہلوؤں کو محفوظ کیا اور اپنی مخصوص شناخت کو شامل کیا۔ اپنے بالآخر زوال کے باوجود، ان دونوں تہذیبوں کے ورثے نے قائم رہا۔ مائنوی ز کے فنکارانہ کارنامے اور مذہبی علامتیں بعد کے یونانی فن اور اساطیر کو متاثر کرتی رہیں، جب کہ مائسینیوں کے انتظامی نظام اور داستانیں، جیسے کہ ہومر کی *الیڈ* اور *اوڈیسی* میں امر ہونے والی کہانیاں، یونانی ثقافتی ورثے کی بنیاد بن گئیں۔ ان قدیم یونانی ثقافتوں نے مل کر کلاسیکی یونان کے عروج کی راہ ہموار کی، اور تاریخ پر ایک انمٹ نشان چھوڑا۔ خلاصہ یہ کہ، مائنوی اور مائسینی تہذیبیں نہ صرف کلاسیکی یونان کی پیش رو تھیں بلکہ اپنی ذات میں متحرک اور توانا معاشرے تھیں۔ ان کے فن، تعمیرات، اور حکمرانی کے شعبوں میں کیے گئے تعاون کی گونج آج بھی سنائی دیتی ہے، جو ہمیں انسانی تخلیقی صلاحیت اور جدت کی پائیدار طاقت کی یاد دلاتی ہے۔ ابتدائی یونانی تہذیبیں دو بڑی اکائیوں پر مشتمل تھیں: مائنوی اور مائیسینائی۔ مائنوی تہذیب جزیرۂ کریٹ پر تقریباً 3100 تا 1100 ق۔م کے درمیان اپنے عروج پر رہی۔ یہ زیادہ تر بحری تجارت پر مبنی ایک شہری اور محلاتی تہذیب تھی جس کے مراکز کنوسوس اور مالیا تھے۔ ان کے محلات مذہبی، تجارتی اور انتظامی مراکز کے طور پر کام کرتے تھے، اور ان کے فنون میں دیوار نگاری اور سمندری مناظر خاص اہمیت رکھتے تھے۔ مائنوی تحریری نظام، خط-اے (Linear A) تھا، جو آج تک مکمل طور پر سمجھا نہیں جا سکا۔ اس تہذیب کا زوال آتش فشانی تباہی، سمندری تبدیلیوں اور بیرونی حملوں کے نتیجے میں ہوا۔ مائیسینائی تہذیب تقریباً 1750 تا 1050 ق۔م میں مرکزی سرزمین یونان کے علاقوں خصوصاً مائیسنے، پائیلوس اور تھیبز میں پنپی۔ یہ زیادہ عسکری اور محلاتی ریاستوں پر مبنی سماج تھا، جس کے حکمران جنگجو سمجھے جاتے تھے۔ ان کے فن میں قلعہ بندیاں، دفاعی دیواریں اور تھولوس قبریں نمایاں ہیں۔ انہوں نے خط-اے (Linear A) رسم الخط استعمال کیا جو ابتدائی یونانی زبان ثابت ہوا۔ مائیسینائی تہذیب کا زوال تقریباً 1200 ق۔م کے بعد مشرقی بحیرۂ روم کے وسیع بحران کے ساتھ ہوا، جس میں محلات تباہ ہوئے اور تجارت منقطع ہو گئی۔ یہ دونوں تہذیبیں بعد کے یونانی ادب، مذہب اور فن کی بنیاد قرار پاتی ہیں۔ ہومر کی رزمیہ روایات، کلاسیکی یونانی سماج اور بحیرۂ روم کی قدیم تجارت، سب انہی تہذیبوں سے متاثر ہوئے۔

1.7 فرہنگ (Glossary)

داستانیں	:	(Epics) داستانیں لمبی نظمیں یا کہانیاں ہیں جو تاریخی یا افسانوی کرداروں کے بہادری کے کارناموں اور مہمات کو بیان کرتی ہیں۔ یہ اکثر کسی معاشرے کی اقدار، عقائد، اور ثقافتی شناخت کو ظاہر کرتی ہیں اور زبانی یا تحریری شکل میں نسل در نسل منتقل ہوتی ہیں۔
کریٹی علامتی تحریر	:	(Cretan Hieroglyphs) یہ مینوائی تہذیب کا ایک قدیم اور غیر حل شدہ تحریری نظام ہے جو تقریباً 2100 سے 1700 قبل مسیح تک کریٹ میں استعمال ہوتا تھا۔ یہ تحریر زیادہ تر مہروں اور مٹی کی دستاویزات پر پائی گئی ہے۔ اس میں 130 سے زائد علامات ہیں جو جانوروں، پودوں، اور انسانی شکلوں جیسی نظر

آنے والی تصاویر پر مشتمل ہیں، لیکن ان کا اصل مطلب ابھی تک ایک معمہ ہے۔

خط۔اے : (Linear A) یہ بھی مینوائی تہذیب کا ایک تحریری نظام ہے جو کریٹی علامتی تحریر کے بعد تقریباً 1800 سے 1450 قبل مسیح تک استعمال ہوا۔ خط۔اے کو بھی آج تک سمجھا نہیں جا سکا ہے۔ یہ نظام لکیروں پر مبنی علامات پر مشتمل ہے اور زیادہ تر انتظامی اور مذہبی مقاصد کے لیے مٹی کی تختیوں پر لکھا جاتا تھا۔ یہ 'خط۔بی' (Linear B) سے مختلف ہے، جو بعد میں مائیسینیائی یونانیوں نے اپنی زبان لکھنے کے لیے استعمال کیا اور جسے کامیابی سے سمجھ لیا گیا ہے۔

فیسٹوس ڈسک : (Phaistos Disc) فیسٹوس ڈسک مینوائی تہذیب کی سب سے مشہور اور پراسرار دریافتوں میں سے ایک ہے۔ یہ پکی ہوئی مٹی کی ایک ڈسک ہے جو کریٹ کے مقام فیسٹوس سے ملی ہے اور اس کا تعلق تقریباً 1700 قبل مسیح سے ہے۔ اس کے دونوں طرف نامعلوم علامات کا ایک مرغولی (spiral) سلسلہ ہے جو مہروں سے چھاپا گیا ہے۔ یہ چھپائی کی ابتدائی شکل کی ایک مثال ہے۔ اس پر لکھی تحریر کا مطلب آج تک کوئی نہیں جان سکا، اور یہ آثارِ قدیمہ کے سب سے بڑے رازوں میں سے ایک ہے۔

تھولوس : (Tholos) تھولوس (جسے 'شہد کی مکھی کے چھتے والی قبر' بھی کہا جاتا ہے) ایک خاص قسم کا مقبرہ ہے جس کی چھت گنبد نما ہوتی ہے۔ یہ مقبرہ پتھروں کی تہوں کو ایک دوسرے پر اس طرح رکھ کر بنایا جاتا تھا کہ ہر اگلی تہہ پچھلی سے تھوڑی اندر کی طرف ہو، جس سے آخر میں ایک اونچی، گول چھت بن جاتی تھی جو شہد کی مکھی کے چھتے جیسی نظر آتی تھی۔ یہ طرزِ تعمیر مائیسینیائی تہذیب کی خاص پہچان ہے۔ مائیسینیائی بادشاہوں اور اشرافیہ کو ایسے ہی شاندار مقبروں میں دفن کیا جاتا تھا۔

سائیکلوپین : (Cyclopean) طرز کی تعمیر وہ تھی جس میں بڑے پتھروں کو بغیر کسی مصالحے کے ایک دوسرے کے ساتھ جوڑا جاتا تھا۔

واناکس : (*Wanax*) مائیسینیائی حکمران یا بادشاہ۔

لاواگیٹاس : (*Lawagetas*) مائیسینیائی دور میں بادشاہ کے بعد دوسرا بڑا عہدیدار، ممکنہ طور پر فوجی کمانڈر۔

میگارون : (*Megaron*) مائیسینیائی محل کا مرکزی بڑا ہال۔

تھیلاسوکریسی : (*Thalassocracy*) سمندری طاقت پر مبنی حکمرانی۔

پتھوئی : (*Pithoi*) مائنوی محلات میں پائے جانے والے بڑے ذخیرہ کرنے والے مٹکے۔

1.8 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

1.8.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. مائنوی تہذیب کا مرکز بنیادی طور پر کون سا جزیرہ تھا؟

(الف) سسلی (ب) کریٹ (ج) قبرص (د) روڈس

2. نوسوس کے مقام پر کھدائی کرکے مائنوی تہذیب دریافت کرنے کا سہرا کس ماہر آثار قدیمہ کے سر ہے؟

(الف) ہینری شلیمن (ب) سر آرتھر ایونز (ج) گورڈن چائلڈ (د) لیونارڈ وولی

3. مائنوی تہذیب نے یورپ کے اولین تحریری نظاموں میں سے کن دو کو فروغ دیا؟

(الف) خط۔اے اور خط۔بی (ب) کریٹی علامتی رسم الخط اور خط۔اے

(ج) کریٹی علامتی رسم الخط اور خط۔بی (د) صرف خط۔بی

4. مائیسینیائی قلعوں کی تعمیر میں استعمال ہونے والے بڑے بڑے پتھروں کے طرز تعمیر کو کیا کہا جاتا ہے؟

(الف) ڈوریائی طرز (ب) آیونیائی طرز (ج) سائیکلوپین طرز (د) کورنتھیائی طرز

5. مائیسینیائی تحریر، خط۔بی (Linear B)، کو کامیابی سے کب پڑھا گیا اور یہ کس زبان کی ابتدائی شکل نکلی؟

(الف) 1900، مائنوی زبان (ب) 1952، یونانی زبان (ج) 1870، حطی زبان (د) 1920، مصری زبان

1.8.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. یونان میں کانسے کے دور میں تجارتی سرگرمیوں پر نوٹ لکھیے۔
2. مائسینی تہذیب کی تحریر پر ایک مختصر مضمون لکھیے۔
3. مائنوی محلات کی نمایاں خصوصیات کیا تھیں، وضاحت کیجیے۔

1.8.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. یونانی کانسے کے دور کی مختلف تہذیبوں پر تفصیل سے روشنی ڈالیں، اور ان کے اہم پہلوؤں کا موازنہ کیجیے۔
2. مائسینی تہذیب کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے کو تفصیل سے بیان کیجیے۔

اکائی 2۔ 'تاریک دور' سے کلاسیکی دور کی طرف منتقلی

(Transition from "Dark Age" to the Classical Period)

اکائی کے اجزا

2.0 تمہید

2.1 مقاصد

2.2 تاریک دور

2.2.1 مائیسینی تہذیب کا زوال

2.2.2 سماجی اور سیاسی تنظیم

2.2.3 لوہے کا استعمال اور فنی ارتقا

2.3 لوہے کا دور اور عہد عتیق

2.3.1 شہری ریاست کا عروج

2.3.2 یونانی نوآبادیات

2.3.3 اقتصادی اور سماجی تبدیلیاں

2.3.4 مطلق العنان حکمرانوں کا عہد

2.3.5 دو مثالی شہری ریاستیں

2.3.6 ثقافتی ارتقا: فنون، فلسفہ اور کل ہیلینی ادارے

2.4 یونان کا سنہری دور: کلاسیکی عہد

2.4.1 فارسی جنگیں

2.4.2 ایتھنز کا عروج اور پیری کلیز کا دور

2.4.3 فلسفہ، ڈرامہ اور تاریخ کا ارتقا

2.4.4 کلاسیکی دور کا اختتام

2.5 اکتسابی نتائج

2.6 فرہنگ
2.7 نمونہ امتحانی سوالات

2.0 تمہید (Introduction)

قدیم یونان کی تاریخ ایک شاندار اور پیچیدہ داستان ہے۔ اس کا کلاسیکی دور، جو سقراط، افلاطون، اور ارسطو جیسے فلسفیوں، پارتھینون جیسی عظیم عمارتوں، اور جمہوریت کے ابتدائی تجربات کے لیے مشہور ہے، اچانک وجود میں نہیں آیا تھا۔ یہ صدیوں کی تبدیلی اور ترقی کا نتیجہ تھا۔ اس سفر کا ایک اہم موڑ تقریباً 1100 ق۔م میں مائیسینی تہذیب کے خاتمے کے بعد شروع ہونے والا 'تاریک دور' ہے جو تقریباً 500 ق۔م میں کلاسیکی دور کے آغاز پر ختم ہوتا ہے۔ یہ اکائی اسی طویل اور عبور (transition) کا جائزہ لیتی ہے۔ ہم سب سے پہلے تاریک دور کو سمجھیں گے، جو مائیسینی محلات کے زوال کے بعد کا دور ہے، جب تحریر، بڑی آبادیاں، اور بین الاقوامی تجارت تقریباً ختم ہو گئی تھی۔ یہ دور حالانکہ مکمل طور پر تاریک نہیں تھا بلکہ اس میں مستقبل کی تبدیلیوں کی بنیاد رکھی جا رہی تھی، جیسے لوہے کا استعمال اور ایک نئی سماجی ساخت کا ظہور۔ اس کے بعد، ہم تقریباً 800 ق۔م سے شروع ہونے والے عہد عتیق (Archaic Period) کا مطالعہ کریں گے۔ یہ ایک متحرک اور انقلابی دور تھا جس میں یونانی دنیا نے خود کو دوبارہ منظم کیا۔ آبادی میں اضافہ ہوا، تحریر دوبارہ متعارف ہوئی، اور سب سے اہم، شہری ریاست (Polis) یعنی شہری ریاست کا ادارہ وجود میں آیا۔ یہ شہری ریاستیں، جیسے ایتھنز اور سپارٹا، یونانی تہذیب کی پہچان بن گئیں۔ اس دور میں یونانیوں نے بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کے کناروں پر نو آبادیاں قائم کیں، سکے کا استعمال شروع کیا، اور فن، فن تعمیر اور فلسفہ میں نئی بلندیاں حاصل کیں۔ آخر میں، ہم دیکھیں گے کہ کس طرح فارسی سلطنت کے ساتھ ہونے والی جنگوں نے یونانی شہری ریاستوں کو متحد کیا اور ان میں ایک نئی خود اعتمادی پیدا کی، جس نے یونان کو اس کے 'سنہرے دور' یعنی کلاسیکی دور (Classical Period) میں داخل ہونے کے لیے تیار کیا۔ یہ اکائی دراصل یونانی تہذیب کی تعمیر نو اور اس کی شناخت کی تشکیل کی کہانی ہے۔

2.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- یونانی 'تاریک دور' کی سماجی، سیاسی اور معاشی خصوصیات بیان کر سکیں گے۔
- شہری ریاست (Polis) کے قیام اور اس کے سماجی و سیاسی اثرات کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- عہد عتیق میں ہونے والی اہم سماجی، اقتصادی اور ثقافتی تبدیلیوں کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- لوہے کے استعمال اور تحریر کی واپسی کو یونانی نشاۃ ثانیہ کے اہم عوامل کے طور پر سمجھ سکیں گے۔
- فارسی جنگوں کے نتائج اور کلاسیکی عہد کے آغاز پر ان کے اثرات کو واضح کر سکیں گے۔
- کلاسیکی عہد اور ایتھنز کے عروج و زوال پر روشنی ڈال سکیں گے۔

2.2 یونان میں تاریک دور (Dark Age in Greek, c. 1100-800 BCE)

'تاریک دور' کی اصطلاح خود ایک تاریخی بحث کا موضوع ہے۔ یہ دور مائیسینی تہذیب کے خاتمے اور عہد عتیق کے آغاز کے درمیان تقریباً 300 سال پر محیط ہے۔ اسے 'تاریک' (Dark) اس لیے کہا جاتا ہے کیونکہ اس دور سے متعلق آثار قدیمہ کے شواہد اور تحریری ذرائع بہت محدود ہیں، جس کی وجہ سے مورخین کے لیے اس دور کی مکمل تصویر بنانا مشکل ہے۔ تاریک دور کی اصطلاح مادی ثقافت اور تحریری دستاویزوں کی کمی ظاہر کرتی ہے۔ تاہم، جدید آثار قدیمہ کی دریافتوں نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ دور مکمل جمود کا شکار نہیں تھا۔ یہ ایک تبدیلی کا دور تھا جس میں معاشرہ چھوٹے، الگ تھلگ، اور زیادہ خود کفیل اکائیوں میں منظم ہو رہا تھا۔ یہ ایک طرح سے تشکیل نو کا دور تھا، جس نے بعد میں آنے والی تبدیلیوں کے لیے بنیاد فراہم کی۔

2.2.1 مائیسینی تہذیب کا زوال (Decline of Mycenaean Civilisation)

بارہویں صدی ق۔م کے آخر میں، کانسہ کے دور کی عظیم مائیسینی تہذیب، جو اپنے بڑے محلات، وسیع تجارتی تعلقات اور 'خط۔ بی' (Linear B) نامی تحریری نظام کے لیے جانی جاتی تھی، زوال کا شکار ہو گئی۔ مائیسینی دور کی وسیع تجارت ختم ہو گئی۔ دستکاری کا معیار گر گیا اور بڑی عمارتوں کی تعمیر رک گئی۔ آبادی میں نمایاں کمی واقع ہوئی اور لوگ چھوٹی، بکھری ہوئی بستیوں میں رہنے لگے۔ مٹی کے برتنوں کا ڈیزائن پہلے کے مقابلے سادہ ہو گیا، جو اس دور کے معاشی زوال کی عکاسی کرتا ہے۔ اس زوال کی وجوہات پر مورخین میں اتفاق نہیں ہے، لیکن یہ کئی عوامل کا مجموعہ معلوم ہوتی ہے۔ ان میں بیرونی حملے، خصوصاً سمندری لوگوں (Sea Peoples) کے حملے شامل تھے جنھوں نے مشرقی بحیرہ روم میں کافی تباہی مچائی۔ اس کے علاوہ، مختلف مائیسینی ریاستوں کے درمیان اندرونی کشمکش اور سماجی بغاوتوں نے بھی انہیں کمزور کیا۔ قدرتی آفات جیسے زلزلوں اور قحط نے زرعی پیداوار کو شدید نقصان پہنچایا، اور آخر کار تجارتی راستوں کے بند ہو جانے سے ان کی پیچیدہ محلاتی معیشت (Palace Economy) تباہ ہو گئی۔ اس زوال کے نتیجے میں بڑی آبادیاں ویران ہو گئیں، محلات جل کر راکھ ہو گئے اور تحریری نظام 'لینیئر بی' مکمل طور پر بھلا دیا گیا۔

2.2.2 سماجی اور سیاسی تنظیم (Social and Political Organisation)

مائیسینی بادشاہت (Wanax) کے خاتمے کے بعد، سیاسی طاقت مقامی سرداروں یا سربراہوں کے ہاتھ میں آ گئی، جنہیں باسلیئس (Basileus) کہا جاتا تھا۔ یہ کوئی مطلق العنان بادشاہ نہیں تھے، بلکہ ان کا اختیار محدود تھا اور وہ قبیلے کے دوسرے بااثر خاندانوں کے سربراہوں کی حمایت پر منحصر تھے۔ اس دور کی بنیادی سماجی اور معاشی اکائی، اوئیکوس (Oikos) تھی، جس کا مطلب 'گھرانہ' ہے۔ اوئیکوس صرف ایک خاندان پر مشتمل نہیں تھا، بلکہ اس میں رشتہ دار، غلام، اور مویشی بھی شامل تھے، جو ایک مشترکہ زمین پر رہتے اور کام کرتے تھے۔ یہ ایک خود کفیل اکائی تھی جو اپنی خوراک، کپڑے، اور اوزار خود تیار کرتی تھی۔ اس میں سماجی حیثیت کا تعین زمین کی ملکیت اور مویشیوں کی تعداد سے ہوتا تھا۔

2.2.3 لوہے کا استعمال اور فنی ارتقا (Use of Iron and Artistic Development)

اس دور کی ایک اہم تکنیکی ترقی لوہے کا استعمال تھی۔ کانسہ بنانے کے لیے ضروری، ٹن اور تانبے کے تجارتی راستے منقطع ہو چکے تھے، جب کہ لوہا مقامی طور پر دستیاب تھا۔ شروع میں لوہے کو ہتھیاروں اور اوزاروں کے لیے استعمال کیا گیا، جو کانسے کے مقابلے میں زیادہ مضبوط اور پائیدار تھا۔ یہ تکنیکی تبدیلی مستقبل کی فوجی اور زرعی ترقی کے لیے بہت اہم ثابت ہوئی۔ فنی میدان میں، تقریباً 1050 ق۔م کے آس پاس مٹی کے برتنوں پر ایک نیا انداز ابھرا جسے ابتدائی الجبرائی (Proto-Geometric) کہا جاتا ہے۔ اس میں سادہ ہندسی اشکال، جیسے دائروں اور نصف دائروں کا استعمال کیا جاتا تھا، جو مائیسینی دور کے پیچیدہ ڈیزائنوں کے برعکس تھا۔ یہ انداز زیادہ منظم اور متناسب تھا اور اس نے بعد کے الجبرائی فن کے لیے راہ ہموار کی۔

2.3 لوہے کا دور اور عہد عتیق (Iron Age and Archaic Period, 800-500 BCE)

نویں صدی ق۔م کے آخر میں، یونان میں حالات بدلنا شروع ہوئے۔ یہ تبدیلیاں اتنی گہری اور وسیع تھیں کہ مورخین اس دور کو 'یونانی نشاۃ ثانیہ' بھی کہتے ہیں۔ یہ عہد عتیق (Archaic Period) کا آغاز تھا، جو تاریک دور کے خاتمے اور کلاسیکی دور کے عروج کے درمیان ایک پل کا کام کرتا ہے۔ آثار قدیمہ کے شواہد، جیسے قبرستانوں کی تعداد اور حجم میں اضافہ، ظاہر کرتے ہیں کہ آٹھویں صدی ق۔م میں یونان کی آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اس اضافے کی وجوہات میں موسمی حالات میں بہتری اور بہتر زرعی تکنیک شامل ہو سکتی ہیں۔ آبادی کے اس دباؤ نے کئی اہم تبدیلیوں کو جنم دیا۔ زرعی زمین پر دباؤ بڑھنے سے زمین کی قلت پیدا ہوئی، جس سے سماجی تناؤ پیدا ہوئے۔ اسی وجہ سے وسائل کی تلاش میں یونانیوں نے اپنے وطن سے باہر نئی بستیاں قائم کرنے کی تحریک شروع کی جسے نوآبادیات کہا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، خوراک اور دیگر اشیاء کی بڑھتی ہوئی ضروریات نے تجارت کو دوبارہ زندہ کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ عہد عتیق کی سب سے اہم پیش رفت میں سے ایک، تحریر کی واپسی تھی۔ یونانیوں نے فینیقی (Phoenicians) تاجروں سے جو کہ مشرقی بحر روم میں لبنان اور شام کے ساحلی علاقوں میں رہتے تھے، حروف تہجی کا نظام ادھار لیا۔ تاہم، انہوں نے اس میں ایک انقلابی تبدیلی کی۔ انہوں نے کچھ حروف کو حروف علت (Vowels) یعنی (ا، و، ی) کی آوازوں کے لیے مخصوص کر دیا، جس سے یہ دنیا کا پہلا حقیقی حروف تہجی (Alphabet) کا نظام بن گیا۔ اس نئے تحریری نظام کو سیکھنا 'لینیئر بی' کے مقابلے میں بہت آسان تھا، جو صرف ماہر کاتبوں تک محدود تھا۔ اس کی وجہ سے تعلیم کا پھیلاؤ ممکن ہوا اور یہ صرف انتظامی امور تک محدود نہیں رہا۔ اس کا استعمال ادب، قانون، اور ذاتی پیغامات کے لیے بھی ہونے لگا۔ آٹھویں صدی ق۔م میں ہی یونان کے دو عظیم ترین ادبی شاہکار، ایلیاڈ (Iliad) اور اوڈیسی (Odyssey) تخلیق ہوئے۔ ان نظموں کو روایتی طور پر ہومر (Homer) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ نظمیں ٹرائے کی جنگ کی کہانیاں بیان کرتی ہیں، جو مائیسینی دور میں لڑی گئی تھی۔ تاہم، ان میں جس سماج کی عکاسی کی گئی ہے، وہ بڑی حد تک تاریک دور اور عہد عتیق کے آغاز سے متعلق ہے۔ ان نظموں سے ہمیں اس دور کے سماجی اقدار

(جیسے عزت اور بہادری)، سیاسی ڈھانچے اور مذہبی عقائد کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ یہ محض ادب نہیں، بلکہ اس دور کو سمجھنے کے لیے ایک اہم تاریخی ماخذ ہیں۔

2.3.1 شہری ریاست کا عروج (Rise of the Polis)

عہد عتیق کی سب سے نمایاں اور دیرپا کامیابی پولیس (Polis) یعنی شہری ریاست کا قیام تھا۔ یہ قدیم یونان کی سیاسی اور سماجی زندگی کا مرکز بن گئی اور کلاسیکی تہذیب کی بنیاد فراہم کی۔ شہری ریاست صرف ایک شہر نہیں تھا، بلکہ یہ ایک خود مختار سیاسی اکائی تھی جو ایک شہری مرکز اور اس کے آس پاس کے دیہی علاقوں پر مشتمل تھی۔ ہر شہری ریاست کی اپنی حکومت، قاعدے قوانین، فوج اور دیوتا ہوتے تھے۔ اس کے دو اہم حصے تھے:

- ایکروپولیس (Acropolis)، جو ایک اونچا، قلعہ بند پہاڑی علاقہ اور شہر کا مذہبی مرکز ہوتا تھا، اور حملے کی صورت میں پناہ گاہ کا کام دیتا تھا۔
- ایگورا (Agora)، جو ایکروپولیس کے نیچے ایک کھلا میدان اور بازار و عوامی اجتماع کی جگہ تھی۔ ایگورا شہری زندگی کا دل تھا جہاں سیاسی، سماجی، اور تجارتی معاملات پر تبادلہ خیال کیا جاتا تھا۔

شہری ریاست کی سب سے اہم خصوصیت اس کا شہریت (Citizenship) کا تصور تھا۔ ایک شہری صرف شہری ریاست کا باشندہ نہیں تھا، بلکہ اس کے سیاسی عمل میں حصہ لینے کا حق رکھتا تھا۔ سیاست کے میدان میں یہ شہریت کا تصور یونانیوں کی ایک بڑی دین ہے۔ شہری ریاست کے عروج کے پیچھے کئی عوامل کارفرما تھے۔ یونان کا پہاڑی اور منقسم جغرافیہ چھوٹی، خود مختار ریاستوں کے قیام کے لیے قدرتی طور پر موزوں تھا۔ بڑھتی ہوئی آبادی کو منظم کرنے اور وسائل کی تقسیم کے لیے ایک نئے سیاسی ڈھانچے کی ضرورت تھی۔ اسی دوران ہونے والی فوجی ترقی، خاص طور پر نئی ہوپلائٹ حکمت عملی، نے عام شہریوں کی اہمیت کو بڑھا دیا۔ مزید برآں، تجارت اور نوآبادیات سے ایک نیا دولت مند طبقہ پیدا ہوا جو اب پرانی اشرافیہ سے سیاسی حقوق کا مطالبہ کر رہا تھا۔

ساتویں صدی ق۔م میں یونان کی جنگی حکمت عملی میں ایک بڑی اور اہم تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے، جسے 'ہوپلائٹ انقلاب' (Hoplite Revolution) کہا جاتا ہے۔ ہوپلائٹ، بھاری مسلح پیدل سپاہی تھے جو اپنے ہتھیار ایک نیزہ، ایک تلوار اور ایک بڑی ڈھال جسے ہوپلون (*Hoplon*) کہتے ہیں، خود خریدتے تھے۔ یہ سپاہی ایک ساتھ مل کر فیلینکس (*Phalanx*) نامی ایک مضبوط دفاعی تشکیل میں لڑتے تھے۔ اس نئی حکمت عملی کے گہرے سیاسی اثرات مرتب ہوئے۔ فیلینکس کی کامیابی انفرادی بہادری کے بجائے اجتماعی نظم و ضبط پر منحصر تھی، جس نے شہریوں کے درمیان اتحاد کے جذبے کو فروغ دیا۔ چونکہ ہوپلائٹس زیادہ تر متوسط طبقے کے کسان اور کاریگر تھے جو اپنے ہتھیاروں کا خرچ برداشت کر سکتے تھے، اس لیے ریاست کا دفاع اب ان پر منحصر ہو گیا۔ اس نئی فوجی اہمیت نے انہیں سیاسی حقوق اور حکومت میں شمولیت کا مطالبہ کرنے کا حوصلہ دیا۔ اس طرح، ہوپلائٹ فوج نے گھڑ سوار اشرافیہ کے جنگی اور سیاسی غلبے کو ختم کر دیا اور سیاسی

طاقت کی بنیاد کو وسیع کیا۔

2.3.2 یونانی نوآبادیات (Greek Colonisation)

آٹھویں صدی ق۔م کے وسط سے، یونانیوں نے بڑے پیمانے پر بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کے ساحلوں پر نئی بستیاں قائم کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا۔ یہ کوئی فوجی توسیع پسندی نہیں تھی، بلکہ 'مادر شہر' (Metropolis) کے ذریعہ منظم طریقے سے نئی، خود مختار نوآبادیاں قائم کرنے کا عمل تھا۔ اس طرح قائم کی گئی ایک نوآبادی کو 'اپوئی کیا' (*apoikia*) کہا جاتا تھا جہاں مادر شہر اپنے شہریوں کو آبادکار یعنی 'اپوئی کوئی' (*apoikoi*) کے طور پر ایک رہنما (*Oikistes*) کی قیادت میں بسنے کے لیے بھیجتا تھا۔ اس رہنما کو اس کی قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے منتخب کیا جاتا تھا اور وہ نئی بساوٹ یعنی اپوئی کیا کے لیے تنظیم، منصوبہ بندی اور زمین کی تقسیم کے لیے ذمہ دار تھا اور روانگی سے پہلے منتخب کردہ مقام کی تصدیق کے لیے کاہن گھر جیسے جزیرہ ڈیلفی کے کاہن گھر (Oracle of Delphi) سے مشورہ لیا جاتا تھا۔

نوآبادیات کے پیچھے کئی بنیادی محرکات تھے۔ ان میں سب سے اہم زمین کی بھوک (Stenochoria) تھی، جو آبادی میں اضافے کی وجہ سے یونان میں زرعی زمین کی شدید قلت کے باعث پیدا ہوئی تھی۔ اس کے علاوہ، شہری ریاستوں میں اندرونی سیاسی عدم استحکام اور کشمکش کی وجہ سے شکست خوردہ گروہ اکثر نئی جگہوں پر پناہ لینے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ تیسرا بڑا محرک تجارتی مواقع کی تلاش تھی۔ یونانی تاجر، نئی منڈیوں اور خام مال خاص طور پر دھاتوں اور اناج کے ذرائع کی تلاش میں تھے۔ یونانیوں نے جنوبی اٹلی اور سسلی (جسے بعد میں میگنا گریشیا یعنی 'عظیم یونان' کہا جانے لگا)، فرانس کے جنوبی ساحلوں، اسپین، شمالی افریقہ اور بحیرہ اسود کے پورے ساحلی علاقے میں نوآبادیاں قائم کیں۔ اس وسیع پیمانے پر پھیلاؤ کے گہرے اور دوررس اثرات مرتب ہوئے۔ معاشی طور پر، تجارت میں زبردست اضافہ ہوا، جس سے یونانی شہری ریاستیں خوشحال ہوئیں اور سکے کا استعمال عام ہوا۔ ثقافتی سطح پر، یونانی ثقافت، زبان اور خیالات بحیرہ روم کے خطے میں پھیل گئے۔ اس کے ساتھ ہی، یونانیوں کا دیگر تہذیبوں جیسے مصری، فونیشیائی اور فارسی تہذیبوں سے بھی رابطہ ہوا، جس سے ان کے فن اور فکر پر نئے اثرات مرتب ہوئے۔ ان سب کے نتیجے میں، مختلف علاقوں میں بکھرے ہونے کے باوجود، یونانیوں نے اپنی مشترکہ زبان، مذہب، اور ثقافتی ورثے کی بنیاد پر ایک اجتماعی 'ہیلینی' (Hellenic) شناخت کو فروغ دیا۔

2.3.3 اقتصادی اور سماجی تبدیلیاں (Economic and Social Changes)

عہد عتیق میں شہری ریاست کے عروج اور نوآبادیات کے ساتھ ساتھ اقتصادی اور سماجی ڈھانچے میں بھی گہری تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ ساتویں صدی ق۔م میں، مغربی اناطولیہ کی ریاست لیڈیا (Lydia) میں سکے (Coinage) ایجاد ہوئے۔ یونانیوں نے جلد ہی اس ایجاد کو اپنا لیا۔ سونے، چاندی اور کانسہ کے معیاری وزن اور مقدار کے سکوں نے تجارت کو بہت آسان بنا دیا۔ اب اشیاء کے بدلے اشیاء یعنی مبادلہ نظام (Barter System) کی ضرورت نہیں رہی۔ اس سے نہ صرف تجارت کا حجم بڑھا بلکہ ایک نئے تاجر طبقے کو بھی عروج حاصل ہوا جو زمیندار اشرافیہ سے الگ اپنی دولت بنا رہا تھا۔ نوآبادیات نے اس عمل کو مزید بڑھاوا دیا، کیونکہ یونان سے زیتون کا تیل، شراب،

اور مٹی کے برتن برآمد کیے جاتے تھے، جب کہ باہر سے اناج، لکڑی، اور دھاتیں یونان لائی جاتی تھیں۔

معاشی ترقی کے فوائد سماج میں یکساں طور پر تقسیم نہیں ہوئے۔ امیر اور غریب کے درمیان فرق تیزی سے بڑھتا گیا۔ چھوٹے کسان اکثر قرض کے بوجھ تلے دب جاتے تھے۔ جب وہ قرض ادا نہیں کر پاتے تو ان کی زمینیں چھین لی جاتیں اور بدترین حالات میں انہیں اور ان کے خاندان کو غلامی میں فروخت کر دیا جاتا۔ دوسری طرف، ایک نیا طبقہ ابھر رہا تھا جو پیدائشی طور پر اشرافیہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا، لیکن تجارت اور دستکاری کے ذریعے دولت مند ہو گیا تھا۔ یہ 'نودولتیے' لوگ سیاسی طاقت میں حصہ چاہتے تھے، جو روایتی طور پر زمیندار اشرافیہ کے پاس تھی۔ ان سماجی اور معاشی تناؤ نے کئی شہری ریاستوں میں شدید سیاسی عدم استحکام پیدا کیا۔

2.3.4 مطلق العنان حکمرانوں کا عہد (Age of Tyrants)

ساتویں اور چھٹی صدی ق۔م میں، بہت سی یونانی شہری ریاستوں میں پیدا ہونے والے سماجی تناؤ کے نتیجے میں ایک خاص قسم کے حکمران ابھرے جنہیں 'ٹائرنٹ' (Tyrant) کہا جاتا ہے۔ آج 'ٹائرنٹ' کا لفظ ایک ظالم اور جابر حکمران کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ تاہم، قدیم یونان میں اس کا مطلب صرف ایک ایسا شخص تھا جس نے غیر آئینی طریقے سے، یعنی وراثت یا انتخاب کے بغیر اقتدار پر قبضہ کیا ہو۔ ان میں سے کچھ حکمران مقبول اور عوام دوست تھے، جب کہ کچھ واقعی ظالم تھے۔ ان کا کردار ان کے اقدامات سے پرکھا جاتا تھا نہ کہ ان کے اقتدار میں آنے کے طریقے سے۔ مطلق العنان حکمرانوں کا عروج دراصل عہد عتیق کے سماجی تناؤ کا براہ راست نتیجہ تھا۔ انہوں نے اکثر غریب کسانوں اور نئے دولت مند طبقے کی حمایت سے پرانی زمیندار اشرافیہ کو اقتدار سے بے دخل کیا۔ ان کے عروج کے پیچھے عوامی غصہ، ہوپلائٹ طبقے کی حمایت اور ان کے ذاتی عزائم جیسے عوامل کارفرما تھے۔ اقتدار میں آنے کے بعد بہت سے مطلق العنان حکمرانوں نے عوامی کاموں کو فروغ دیا۔ انہوں نے مندر اور عوامی عمارتیں تعمیر کروائیں، پانی کی فراہمی کے بہتر نظام بنائے، تجارت کو فروغ دیا اور ثقافتی سرگرمیوں کی سرپرستی کی۔ ان کے اقدامات نے شہری ریاست کو مضبوط کیا اور عام شہریوں میں اپنی شناخت کا احساس پیدا کیا۔ تاہم، ان کی حکمرانی مطلق العنان تھی اور اکثر ان کے جانشین واقعی ظالم ثابت ہوئے، جس کی وجہ سے بالآخر زیادہ تر شہری ریاستوں نے اس نظام کو مسترد کر دیا۔

2.3.5 دو مثالی شہری ریاستیں (Two Ideal City Sates)

یونانی دنیا سینکڑوں شہری ریاستوں پر مشتمل تھی، لیکن دو ریاستیں، اسپارٹا اور ایتھنز، اپنی طاقت، اثر و رسوخ، اور بالکل مختلف سیاسی اور سماجی نظاموں کی وجہ سے سب سے نمایاں ہیں۔

اسپارٹا: ایک فوجی ریاست کا نظام (Sparta: A Military Government System)

اسپارٹا نے، جو پیلوپونیسس (Peloponnese) کے علاقے میں واقع تھا، اپنے سماجی اور سیاسی مسائل کا حل ایک منفرد اور انتہائی سخت فوجی نظام کے ذریعے نکالا۔ آٹھویں صدی ق۔م میں، اسپارٹا نے اپنے پڑوسی علاقے میسینیا (Messenia) کو فتح کر کے وہاں کے

باشندوں کو غلام بنا لیا، جنہیں ہیلوٹ (*Helots*) کہا جاتا تھا۔ ہیلوٹ کی تعداد اسپارٹن شہریوں سے کہیں زیادہ تھی اور ان کی بغاوت کے مسلسل خوف نے اسپارٹا کو ایک مکمل فوجی ریاست میں تبدیل کر دیا۔ قدیم روایت کے مطابق، لائکرگس (Lycurgus) نامی قانون ساز نے اسپارٹن آئین کی بنیاد رکھی۔ اس نظام کے تحت، تمام مرد شہریوں کو پیدائش سے ہی ریاست کے لیے وقف کر دیا جاتا تھا۔ سات سال کی عمر میں، لڑکوں کو ان کے خاندانوں سے لے کر اگوگ (Agoge) نامی سخت فوجی تربیت کے لیے بیرکوں میں بھیج دیا جاتا تھا، جو 30 سال کی عمر تک جاری رہتی۔ ان کا واحد مقصد ایک بہترین سپاہی بنانا تھا۔ اسپارٹائی معاشرہ تین طبقات پر مشتمل تھا: حکمران اسپارٹائی شہری، آزاد لیکن غیر شہری، پیریوئیکوئی (Perioikoi) جو تجارت اور دستکاری کا کام کرتے تھے، اور ریاستی غلام ہیلوٹس جو زمین پر کھیتی باڑی کرتے تھے۔ اسپارٹا کی حکومت ایک مخلوط نظام تھی جس میں دو بادشاہ، بزرگوں کی ایک کونسل اور تمام شہریوں پر مشتمل ایک اسمبلی شامل تھی۔ اسپارٹا کا نظام، انفرادی آزادی پر اجتماعی سلامتی کو ترجیح دیتا تھا، جس کی وجہ سے یہ یونان کی سب سے طاقتور زمینی فوج بن گیا۔

ایتھنز: جمہوریت کی طرف سفر (Athens: Towards Democracy)

اٹیکا (Attica) کے علاقے میں واقع، ایتھنز نے اسپارٹا سے بالکل مختلف راستہ اختیار کیا۔ ایتھنز کو بھی شدید سماجی اور معاشی مسائل کا سامنا تھا، خاص طور پر قرض کی وجہ سے غلامی اور اشرافیائی غلبے کی وجہ سے۔ تاہم، اس نے ان مسائل کا حل سیاسی اصلاحات کے ذریعے نکالا، جس نے اسے دنیا کی پہلی جمہوریت کی طرف گامزن کیا۔ یہ سفر کئی اہم مراحل میں طے ہوا:

1. ڈریکو (Draco) کے قوانین (621 ق۔م): ڈریکو نے ایتھنز کے قوانین کو پہلی بار تحریری شکل دی۔ یہ قوانین انتہائی سخت تھے، لیکن قانون کو تحریری شکل دینا، شرافیہ کے من مانے فیصلوں کو محدود کرنے کی طرف پہلا قدم تھا۔
2. سولون (Solon) کی اصلاحات (594 ق۔م): سولون نے تمام قرضے منسوخ کر دیے اور قرض کی وجہ سے غلام بنائے گئے تمام ایتھنز کے شہریوں کو آزاد کر دیا۔ اس نے شہریوں کو ان کی دولت کی بنیاد پر چار طبقات میں تقسیم کیا اور ہر طبقے کو سیاسی حقوق دیے۔ سولون نے جمہوریت کی بنیاد رکھی، لیکن اس نے اشرافیہ کی طاقت کو مکمل طور پر ختم نہیں کیا۔
3. پائیسسٹریٹس (Peisistratus) کی مطلق العنان حکومت (546-527 ق۔م): سولون کی اصلاحات کے بعد بھی تناؤ برقرار رہا، جس کا فائدہ اٹھا کر پائیسسٹریٹس نے ایک مقبول مطلق العنان حکمران کے طور پر اقتدار پر قبضہ کر لیا۔ اس نے غریبوں کی حمایت حاصل کی، عوامی کاموں کو فروغ دیا اور ایتھنز کو ایک اہم ثقافتی مرکز بنایا۔
4. کلیس تھینیز (Cleisthenes) کی اصلاحات (507/508 ق۔م): کلیس تھینیز نے وہ فیصلہ کن اصلاحات کیں جنہیں جمہوریت (ڈیموکریٹیا، Demokratia) یعنی 'عوام کی حکمرانی' کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ اس نے تمام شہریوں کو 10 نئے 'قبائل' میں تقسیم کیا، جو خاندانی وفاداری کے بجائے جغرافیائی بنیاد پر بنائے گئے تھے۔ اس نے 500 کی کونسل قائم کی جس کے اراکین قرعہ اندازی (lottery) کے ذریعے منتخب کیے جاتے تھے تاکہ ہر شہری کو حکومت میں حصہ لینے کا موقع ملے۔ اس کی اصلاحات نے ایتھنز کو ایک ایسی شہری ریاست بنا دیا جہاں (مرد) شہریوں کی ایک بڑی تعداد براہ راست سیاسی عمل میں حصہ لیتی تھی۔

2.3.6 ثقافتی ارتقا: فنون، فلسفہ اور کل ہیلینی ادارے

(Cultural Development: Arts, Philosophy and Pan Hellenistic Institutions)

عہد عتیق صرف سیاسی اور معاشی تبدیلیوں کا ہی نہیں، بلکہ ایک زبردست ثقافتی بیداری کا بھی دور تھا۔ اس دور کے مجسمہ سازی میں مصری فن کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ اس کی بہترین مثالیں کوروس (Kouros) یعنی نوجوان مرد کا کھڑا ہوا برہنہ مجسمہ اور کورے (Kore) یعنی لباس پہنے نوجوان عورت کا مجسمہ ہیں۔ یہ مجسمے شروع میں بہت سخت اور بے جان تھے، لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ان میں زیادہ فطری اور حقیقی تاثرات پیدا کیے جانے لگے۔ خاص طور پر، 'اثری تبسم' (Archaic Smile) ان مجسموں کی ایک پہچان ہے۔ مٹی کے برتنوں کی مصوری بھی عروج پر پہنچی۔ پہلے الجبرائی انداز غالب رہا، جس کے بعد چھٹی صدی ق۔م میں، ایتھنز میں سیاہ شبیہ (Black-figure) اور پھر سرخ شبیہ (Red-figure) تکنیک ایجاد ہوئی، جس نے مصوروں کو انسانی جسم اور کہانیوں کو زیادہ تفصیل اور حقیقت پسندی سے پیش کرنے کا موقع دیا۔ اس دور میں پتھر کے بڑے مندروں کی تعمیر شروع ہوئی۔ یونانیوں نے فن تعمیر کے دو اہم طرز (Orders) تیار کیے۔ پہلا ڈوریائی طرز (Doric Order) تھا، جو سادہ، مضبوط اور بھاری ستونوں پر مشتمل تھا، اور یہ یونان کی سرزمین پر زیادہ مقبول تھا۔ دوسرا آیونیائی طرز (Ionic Order) تھا، جو زیادہ پتلا، خوبصورت اور آرائشی تھا، اور یہ آیونیا (مغربی اناطولیہ) میں زیادہ مقبول تھا۔ چھٹی صدی ق۔م میں، آیونیا کے شہروں، خاص طور پر میلیٹس (Miletus) میں فلسفے کا آغاز ہوا۔ یہ مفکرین، جنہیں ماقبل سقراطی (Pre-Socratics) کہا جاتا ہے، نے کائنات کی نوعیت اور اس کے ماخذ کو سمجھنے کے لیے دیوتاؤں اور افسانوی کہانیوں کے بجائے عقلی اور منطقی وضاحتیں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ تھیلس (Thales)، جسے پہلا فلسفی مانا جاتا ہے، کا خیال تھا کہ کائنات کی بنیادی اصل 'پانی' ہے۔ اس کے شاگرد اینا کسی مینڈر (Anaximander) نے تجویز دی کہ کائنات کی اصل ایک لامحدود اور غیر متعین مادہ ہے جسے اس نے 'اپیرون' (Apeiron) کہا۔ ایک اور اہم مفکر فیثاغورث (Pythagoras) تھا جس کا ماننا تھا کہ کائنات کی بنیاد ریاضی اور اعداد پر ہے۔ ان ابتدائی مفکرین نے مغربی فلسفہ اور سائنس کی بنیاد رکھی۔ سیاسی طور پر منقسم ہونے کے باوجود، یونانیوں میں ایک مشترکہ ثقافتی شناخت موجود تھی۔ اس شناخت کو کل ہیلینی (تمام یونانیوں کے لیے ,Pan-Hellenic) اداروں نے مزید مضبوط کیا۔ ان میں سب سے اہم اولمپک کھیل تھے، جو 776 ق۔م میں شروع ہوئے اور ہر چار سال بعد اولمپیا میں دیوتا زیوس کے اعزاز میں منعقد ہوتے تھے۔ ان کھیلوں کے دوران تمام شہری ریاستوں کے درمیان جنگ بندی ہو جاتی تھی۔ دوسرا اہم ادارہ ڈیلفی کا کاہن گھر (Oracle of Delphi) تھا، جو اپولو دیوتا کا سب سے اہم مندر تھا۔ افراد اور شہری ریاستیں اہم فیصلے، جیسے جنگ شروع کرنے یا نوآبادی قائم کرنے سے پہلے یہاں مشورہ کے لیے آتے تھے۔

2.4 یونان کا سنہری دور: کلاسیکی عہد

(Goden Age of Greek: Classical Period, 480-323 BCE)

عہد عتیق کا اختتام اور کلاسیکی دور کا آغاز ایک بڑے بین الاقوامی تصادم سے ہوا جس میں یونانی شہری ریاستوں نے باہم متحد ہو کر بیحد

طاقتور اور عظیم ہخامنشی سلطنت کے خلاف اپنی بقا اور آزادی کی جنگیں لڑی اور بالآخر فتح حاصل کی۔ ان جنگوں کو فارسی جنگیں کہا جاتا ہے جو کہ تقریباً 499ق۔م سے 479ق۔م تک چلیں۔ حالانکہ اس کے بعد میں بعد بھی کئی چھوٹی موٹی جھڑپیں ہوتی رہیں جن کا باقاعدہ اختتام 449 میں کالیس کی صلح (Peace of Callias) سے ہوا۔

2.4.1 فارسی جنگیں (Persian Wars)

چھٹی صدی ق۔م میں، فارس کی طاقتور ہخامنشی سلطنت (Achaemenid Empire) نے مغربی اناطولیہ کے آیونیائی یونانی شہروں کو فتح کر لیا تھا۔ 499ق۔م میں، ان شہروں نے فارسی سلطنت کے خلاف بغاوت کر دی اور ایتھنز نے ان کی مدد کی۔ فارسی بادشاہ دارا اول نے اس بغاوت کو کچل دیا اور ایتھنز کو سزا دینے کا فیصلہ کیا۔ 490ق۔م میں پہلی فارسی فوج کو ایتھنز نے میراتھن (Marathon) کے میدان میں شکست دی۔ دس سال بعد، دارا کے بیٹے، زرکسیز اول نے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ یونان پر حملہ کیا۔ اس حملے کے دوران تھرماپائیلی (Thermopylae) کی مشہور جنگ لڑی گئی، جہاں اسپارٹا کے بادشاہ لیونیڈاس اور اس کے 300 سپاہیوں اور کئی ہزار حلیفوں نے بہادری سے لڑتے ہوئے جان دے دی۔ تاہم، یونانی بحریہ نے سلامیس (Salamis) کی جنگ میں فارسی بحری بیڑے کو فیصلہ کن شکست دی، اور اگلے سال متحدہ یونانی فوج نے پلاتیہ (Plataea) کے میدان میں باقی ماندہ فارسی فوج کو شکست دے کر یونان سے باہر نکال دیا۔ فارسی جنگوں میں یونانیوں کی غیر متوقع فتح نے یونانی تاریخ پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ اس فتح نے یونان کی آزادی کو محفوظ بنایا اور اس کی منفرد تہذیب کو پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔ جنگوں کے دوران ایتھنز نے کلیدی کردار ادا کیا، جس کے بعد اس نے ڈیلین لیگ (Delian League) قائم کی اور جلد ہی یونان کی سب سے طاقتور اور امیر ترین شہری ریاست بن گیا۔ سب سے بڑھ کر، فارسیوں پر فتح نے یونانیوں میں بے پناہ خود اعتمادی اور فخر پیدا کیا۔ اسی فخریہ احساس نے پانچویں صدی ق۔م میں ثقافتی، فنی اور فکری ترقی کی ایک عظیم لہر کو جنم دیا، جسے یونان کا سنہری دور یا کلاسیکی دور (Classical Period) کہا جاتا ہے، جو تقریباً 479ق۔م سے لے کر 323ق۔م میں سکندر اعظم کی موت تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ دور نہ صرف یونان بلکہ پوری مغربی تہذیب کے لیے سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے، کیونکہ اسی عرصے میں فن، فلسفہ، جمہوریت، ڈرامہ، اور تاریخ نگاری اپنے عروج پر پہنچے۔

2.4.2 ایتھنز کا عروج اور پیری کلیز کا دور (Rise of Athens, and the Age of Pericles)

فارسی جنگوں میں فیصلہ کن کردار ادا کرنے کے سے ایتھنز نے یونانی شہری ریاستوں میں مرکزی حیثیت حاصل کر لی۔ انہیں جنگوں کے دوران اس نے ڈیلین لیگ (Delian League) قائم کی، جو فارسیوں کے خلاف ایک دفاعی اتحاد تھا، لیکن جلد ہی ایتھنز نے اسے اپنی سلطنت میں تبدیل کر دیا۔ لیگ کے رکن ممالک سے حاصل ہونے والے بے پناہ وسائل اور خراج نے ایتھنز کو غیر معمولی دولت اور طاقت بخشی۔ اسی دور میں، ایتھنز کے عظیم رہنما پیری کلیز (Pericles) کا ظہور ہوا، جس کے دورِ حکومت (تقریباً 461 سے 429 ق۔م) کو 'عصرِ پیری کلیز' یا ایتھنز کا سنہری دور کہا جاتا ہے۔ پیری کلیز کے زیرِ قیادت ایتھنز نے جمہوریت کو اس کی انتہا تک پہنچا دیا۔ اس نے

غریب شہریوں کو بھی ریاستی امور میں حصہ لینے کے قابل بنایااور عوامی عہدے داروں کے لیے تنخواہیں مقرر کیں۔اسی دور میں ایتھنز، فن و ثقافت کا عالمی مرکز بن گیا۔ پیری کلیز نے فارسیوں کے ذریعے تباہ شدہ ایتھنز کے قلعے (ایکروپولیس) کی دوبارہ تعمیر کا عظیم منصوبہ شروع کیا۔ اس منصوبے کے تحت پارتھینون (Parthenon) جیسی شاندار عمارتیں تعمیر ہوئیں، جو آج بھی کلاسیکی یونانی فنِ تعمیر کا سب سے بڑا شاہکار سمجھی جاتی ہیں۔ مشہور مجسمہ ساز فیڈیاس (Phidias) نے ان تعمیرات کی نگرانی کی اور دیوی ایتھینا کے دیوہیکل مجسمے بنائے۔

2.4.3 فلسفہ، ڈرامہ اور تاریخ کا ارتقا (The Development of Philosophy, Drama and History)

کلاسیکی دور، فکری اور تخلیقی صلاحیتوں کے فروغ پانے کا دور تھا۔ فلسفے کے میدان میں، سقراط (Socrates)، افلاطون (Plato)، اور ارسطو (Aristotle) جیسے عظیم مفکرین نے انسانی فکر پر انمٹ نقوش چھوڑے۔ سقراط نے سوال و جواب کے ذریعے علم کی تلاش کا طریقہ وضع کیا، افلاطون نے 'ریاست' (The Republic) جیسے لازوال نظریات پیش کیے، اور ارسطو نے منطق، حیاتیات، سیاست اور اخلاقیات سمیت ان گنت علوم کی بنیاد رکھی۔ اسی دوران، یونانی ڈرامہ اپنے کمال کو پہنچا۔ اسکائیلس (Aeschylus)، سوفوکلیز (Sophocles) اور یوریپڈیس (Euripides) جیسے ڈرامہ نگاروں نے المیہ (Tragedy) کو نئی بلندیوں سے روشناس کرایا، جس میں انسانی تقدیر، اخلاقیات اور دیوتاؤں سے تعلق جیسے گہرے موضوعات کو چھیڑا گیا۔ دوسری طرف ارسطوفانوس (Aristophanes) نے طنزیہ اور مزاحیہ ڈراموں (Comedy) کے ذریعے معاشرتی اور سیاسی خامیوں پر کڑی تنقید کی۔ تاریخ نگاری کا باقاعدہ آغاز بھی اسی دور میں ہوا۔ ہیروڈوٹس (Herodotus)، جسے 'بابائے تاریخ' کہا جاتا ہے، نے اسی دور میں فارسی جنگوں کی تاریخ کو منظم انداز میں قلم بند کیا۔ اس کے بعد تھوسیڈائڈس (Thucydides) نے ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہونے والی پیلوپونیشین جنگ کی تاریخ لکھی، جس میں اس نے واقعات کی غیر جانبدارانہ اور تجزیاتی چھان بین پر زور دیا، جو جدید آگے چل کر تاریخ نویسی کی بنیاد بنا۔

2.4.4 کلاسیکی دور کا اختتام (The End of Classical Period)

ایتھنز کی بڑھتی ہوئی طاقت اور سامراجی عزائم نے اسے یونان کی دوسری بڑی طاقت، اسپارٹا (Sparta) کے سامنے لا کھڑا کر دیا اور دونوں کے درمیان کھینچ تان شروع ہو گئی۔ نتیجتاً 431ق۔م میں ان دونوں شہروں اور ان کے اتحادیوں کے درمیان پیلوپونیشیائی جنگ (Peloponnesian War) چھڑ گئی، جو تقریباً تین دہائیوں تک جاری رہی۔ یہ ایک تباہ کن جنگ تھی جس نے پورے یونان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ طویل اور خونریز جدوجہد کے بعد 404ق۔م میں اسپارٹا کو فتح حاصل ہوئی اور ایتھنز کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اس جنگ نے یونانی شہری ریاستوں کو بری طرح کمزور کر دیا۔ ان کی باہمی لڑائیوں اور سیاسی عدم استحکام نے شمال میں مقدونیہ (Macedonia) کی ریاست کو ابھرنے کا موقع فراہم کیا۔ مقدونیہ کے بادشاہ فلپ دوم (Philip II) نے کمزور یونانی ریاستوں کو شکست دے کر انہیں اپنی قیادت میں متحد کیا اور اس کے بیٹے سکندر اعظم (Alexander the Great) نے اسی متحدہ طاقت کی بنیاد پر فارسی سلطنت کو فتح کر

کے یونانی ثقافت کو مصر سے ہندوستان تک پھیلا دیا۔ سکندر کی موت (323ق۔م) کو روایتی طور پر کلاسیکی دور کے اختتام اور ایک نئے ہیلینی دور (Hellenistic Period) کے آغاز کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ یوں وہ عظیم دور اپنے اختتام کو پہنچا جس نے مغربی تہذیب کے فکری اور ثقافتی دھارے کا رخ ہمیشہ کے لیے موڑ دیا تھا۔

2.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

یونانی تاریخ میں 'تاریک دور' (Dark Age) سے 'کلاسیکی عہد' (Classical Period) تک کا سفر نسل انسانی کی تہذیبی ترقی کا ایک نہایت اہم مرحلہ ہے۔ مائیسینیائی تہذیب کے زوال (تقریباً 1100ق۔م) کے بعد یونان ایک ایسے دور میں داخل ہوا جسے 'تاریک دور' کہا جاتا ہے۔ اس دور میں طاقتور مرکزی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، تمام یونانی سرزمین میں مختلف مقامی سردار اور حکمراں خود مختاری کا دعویٰ کرنے لگے۔ مرکزی انتظامی یکسانیت جیسے اوزان اور تحریری نظام خصوصاً خط۔بی (Linear B) رسم الخط کا استعمال بھی ناپید ہو گیا۔ تجارت کا زوال، زرعی پیداوار میں کمی اور سماجی تنظیم میں انتشار نے اس دور کو مزید تاریک بنا دیا۔ تاہم، اسی دور میں یونانی سماج نے آہستہ آہستہ ایک نئے فکری اور سماجی ڈھانچے کو پروان چڑھایا، جو آنے والے وقت میں کلاسیکی تہذیب کی بنیاد بنا۔ آٹھویں صدی ق۔م کے آغاز کے ساتھ ہی یونان نے ایک نئے دور میں قدم رکھا۔ اس زمانے میں شہری ریاستوں (Polis) کو عروج حاصل ہوا، زراعت اور تجارت کی ترقی ہونے لگی اور ایک نئی تحریری زبان دوبارہ متعارف ہوئی، جسے یونانی رسم الخط کی شکل میں اپنایا گیا۔ اسی کے ساتھ ساتھ مذہبی عقائد اور دیومالائی کہانیوں نے فنونِ لطیفہ اور فکری مباحث کو نئی تحریک اور جہت دی۔ ہومر (Homer) کی طویل رزمیہ (Epic) شاعری، ہیسیوڈ (Hesiod) کے تصنیفی کارنامے، اور آہستہ آہستہ بڑھتی ہوئی شہریت اور عسکری تنظیم نے یونانی سماج کو ترقی کے نئے میدان عطا کیے۔ یہی چیزیں آگے چل کر کلاسیکی دور کی بنیاد بنیں۔ اس طرح تاریک دور کے بعد پیدا ہونے والا عبوری مرحلہ یونانی تاریخ میں ایک نئے شعور اور ترقی کا پیش خیمہ بن گیا۔ مائیسینیائی تہذیب کے کھنڈرات پر جنم لینے والی شہری ریاستوں نے، خاص طور پر ایتھنز نے، ایک ایسا ماحول پیدا کیا جہاں جمہوریت، فلسفہ، ڈرامہ اور فنونِ لطیفہ کو بے مثال ترقی ملی۔ فارسی جنگوں میں فتح نے یونانیوں کو جو خود اعتمادی بخشی، وہی ان کے سنہری دور یا کلاسیکی دور کی محرک بنی۔ تاہم، یونانی تاریخ کے مطالعے سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ اندرونی خلفشار اور جنگیں عظیم ترین تہذیبوں کو بھی کمزور کر سکتی ہیں، جیسا کہ پیلوپونیشین جنگ نے ایتھنز اور اسپارٹا کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا۔ اس کے باوجود، کلاسیکی یونان کا ورثہ اس کی سیاسی طاقت کے خاتمے کے بعد بھی زندہ رہا۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو کے افکار، ہیروڈوٹس اور تھوسیڈائڈس کی تاریخ نویسی، اور پارتھینون کا فنِ تعمیر آج بھی مغربی تہذیب کی فکری اور جمالیاتی بنیادوں میں شامل ہے۔ سکندر اعظم کی فتوحات نے اس ورثے کو عالمی شکل دی، لیکن اس کی جڑیں کلاسیکی عہد کے اسی زرخیز دور میں پیوست تھیں۔ بلاشبہ، یونان نے یہ ثابت کیا کہ ایک تہذیب کی اصل طاقت اس کی سلطنتوں میں نہیں، بلکہ اس کے خیالات، اقدار اور انسانی ذہانت کے لازوال کارناموں میں پوشیدہ ہوتی ہے۔

2.6 فرہنگ (Glossary)

تاریک دور :(Dark Age)مائیسینی تہذیب کے زوال کے بعد کا دور (تقریباً1100-800ق۔م) جس کے بارے میں تحریری ذرائع کم ہی ہیں اور اس دور میں مادی ثقافت کا زوال ہوا۔

عہدِ عتیق :(Archaic Period)تاریک دور اور کلاسیکی دور کے درمیان کا دور (تقریباً800-480ق۔م)، جس میں شہری ریاست اور دیگر اہم ادارے وجود میں آئے۔

کلاسیکی عہد :(Classical Period)یونانی تہذیب کا سنہری دور (تقریباً480-323ق۔م)، جو فن، فلسفہ، اور جمہوریت کے عروج کے لیے جانا جاتا ہے۔

اوئیکوس :(Oikos)تاریک دور کی بنیادی سماجی اور معاشی اکائی، جو ایک گھرانے اور اس کی تمام ملکیت پر مشتمل تھی۔

پولس/شہری ریاست :(Polis)قدیم یونانی شہری ریاست، جو ایک شہری مرکز اور اس کے گرد و نواح کے دیہی علاقوں پر مشتمل ایک خود مختار اکائی تھی۔

ہوپلائٹ :(Hoplite)بھاری مسلح پیدل سپاہی جس نے یونانی فوج کی بنیاد رکھی۔

فلینکس :(Phalanx)ہوپلائٹس کی ایک مضبوط فوجی تشکیل جس میں سپاہی ایک دوسرے سے مل کر کھڑے ہوتے تھے۔

مطلق العنان حکمران :(Tyrant)ایک ایسا حکمران جس نے غیر آئینی طریقے سے اقتدار حاصل کیا ہو۔

جمہوریت :(Demokratia / Democracy)عوام کی حکمرانی، ایتھنز میں پنپنے والا سیاسی نظام۔

ڈیلین لیگ:(Delian League)فارسی سلطنت کے خلاف ایتھنز کی قیادت میں قائم ہونے والا یونانی شہری ریاستوں کا ایک اتحاد۔

ہیلوٹس :(Helots)اسپارٹا کے ریاستی غلام، جو میسینیا کے مفتوحہ باشندے تھے اور زراعت کا کام کرتے تھے۔

کل ہیلینی :(Pan-Hellenic)تمام یونانیوں سے متعلق، جو مشترکہ ثقافتی اداروں اور شناخت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

مقدونیہ :(Macedonia)یونان کے شمال میں واقع ایک قدیم سلطنت جس نے فلپ اور سکندر کے تحت تمام یونان کو متحد کیا۔

ہیلینی دور :(Hellenistic Period)سکندر اعظم کی موت (323ق۔م) کے بعد کا دور جس میں یونانی ثقافت مشرقِ وسطیٰ اور ایشیا تک پھیل گئی۔

2.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

2.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. ایتھنز میں وہ کون سا قانون ساز تھا جس نے قرض کی بنیاد پر غلامی کا خاتمہ کیا اور شہریوں کو دولت کی بنیاد پر چار طبقات میں تقسیم کیا؟

(الف) ڈریکو (ب) کلیس تھینیز (ج) سولون (د) پیری کلیز

2. اسپارٹا کے معاشرے میں ریاستی غلاموں کو کیا کہا جاتا تھا جو مفتوحہ علاقے میسینیا کے باشندے تھے؟

(الف) پیریو ئیکوئی　　(ب) ہیلوٹس　　(ج) ہوپلائٹس　　(د) باسلیئس

3. یونانی شہری ریاستوں کے اس اتحاد کا کیا نام تھا جو فارسی سلطنت کے خلاف ایتھنز کی قیادت میں قائم ہوا؟

(الف) پیلوپونیشین لیگ　　(ب) کورنتھین لیگ　　(ج) ڈیلین لیگ　　(د) آئیونیئن لیگ

4. یونانی فنِ تعمیر کا وہ کونسا طرز تھا جو سادہ، مضبوط اور بھاری ستونوں پر مشتمل تھا؟

(الف) آیونیائی طرز　　(ب) ڈوریائی طرز　　(ج) کورنتھیائی طرز　　(د) الجبرائی طرز

5. ایتھنز میں جمہوریت کی بنیاد رکھنے والی فیصلہ کن اصلاحات کس نے کیں، جس میں شہریوں کو جغرافیائی بنیاد پر 10 قبائل میں تقسیم کیا گیا؟

(الف) پائیسسٹریٹس　　(ب) سولون　　(ج) پیری کلیز　　(د) کلیس تھینیز

2.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. مائیسینی تہذیب کے زوال کی بنیادی وجوہات کیا تھیں؟
2. لوہے کے استعمال نے یونانی معاشرے اور معیشت پر کس طرح اثر ڈالا؟
3. شہری ریاست (Polis) کے عروج کے پیچھے کون سے جغرافیائی اور سماجی عوامل کارفرما تھے؟

2.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. یونان کے 'تاریک دور' سے 'عہد عتیق' اور پھر 'کلاسیکی دور' تک کے ارتقائی سفر کا تفصیلی جائزہ لیں۔
2. ایتھنز اور اسپارٹا کے سیاسی اور سماجی نظاموں کا تقابلی مطالعہ کیجیے، اور وضاحت کیجیے کہ ان دونوں نے یونانی تہذیب کی تشکیل میں کیا کردار ادا کیا۔

اکائی 3۔ قدیم یونانیوں کا سماج، معیشت اور ثقافت

(Society, Economy, and Culture of the Ancient Greeks)

اکائی کے اجزا

3.0 تمہید

3.1 مقاصد

3.2 قدیم یونان کا سماجی ڈھانچہ

3.2.1 شہری ریاست اور شہریت کا تصور

3.2.2 شہری طبقات

3.2.3 یونانی سماج میں خواتین

3.2.4 غیر شہری باشندے: میٹیکس

3.2.5 غلامی کا ادارہ: دولوس اور ہیلوٹس

3.2.6 عسکری تنظیم اور سماجی اثرات

3.3 قدیم یونان کی معیشت

3.3.1 زراعت اور زمین کی ملکیت

3.3.2 دستکاری اور صنعت

3.3.3 بحری تجارت اور نوآبادیات

3.3.4 سکے کی ایجاد اور بینکاری کا آغاز

3.3.5 عوامی مالیات: ایتھنز کا لٹرجی نظام

3.4 قدیم یونانیوں کی ثقافت

3.4.1 مذہب اور دیومالا: اولمپیائی دیوتا اور رسومات

3.4.2 کل ہیلینی ادارے

3.4.3 فن اور فنِ تعمیر

3.4.4 ادب اور تاریخ نویسی

3.4.5 فلسفہ، سائنس اور ریاضی کا ارتقاء

3.4.6 بحری جنگ اور ٹرائریم

3.5 اکتسابی نتائج

3.6 فرہنگ

3.7 نمونہ امتحانی سوالات

3.0 تمہید (Introduction)

قدیم یونانی تہذیب کو سمجھنے کی کلید اس کی سب سے منفرد اور بنیادی اکائی یعنی پولس (شہری ریاست) کے تصور میں پوشیدہ ہے۔ پولس محض ایک شہر نہیں تھا، بلکہ یہ ایک خود مختار سیاسی، سماجی اور مذہبی برادری تھی جس نے یونانی زندگی کے ہر پہلو کو تشکیل دیا۔ یہ سینکڑوں آزاد شہری ریاستیں، جو یونان کے پہاڑی علاقوں اور بحیرہ ایجیئن کے جزائر میں بکھری ہوئی تھیں، یونانی شناخت کا مرکز تھیں۔ اس اکائی میں، ہم قدیم یونانیوں کے سماج، معیشت اور ثقافت کا گہرائی سے جائزہ لیں گے، اور یہ واضح کریں گے کہ یہ تینوں شعبے الگ تھلگ نہیں تھے، بلکہ پولس کے ڈھانچے میں ایک دوسرے سے گہرائی سے جڑے ہوئے تھے۔ یونانی سماج ایک پیچیدہ درجہ بندی پر مبنی تھا جس کی بنیاد شہریت، دولت اور جنس پر تھی۔ شہری، جو زیادہ تر آزاد مردوں پر مشتمل تھے، سیاسی حقوق رکھتے تھے، لیکن ان کے اندر بھی امیر زمیندار اشرافیہ، چھوٹے کسانوں اور شہری کاریگروں کے درمیان واضح فرق موجود تھا۔ اس کے برعکس، عورتیں، غیر ملکی باشندے (میٹیکس)، اور غلاموں کی ایک بڑی آبادی سیاسی حقوق سے مکمل طور پر محروم تھی، حالانکہ وہ معیشت اور معاشرت میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ معاشی طور پر، یونانی دنیا زراعت پر انحصار کرتی تھی، جس میں زمین کی ملکیت دولت اور طاقت کا سب سے بڑا پیمانہ تھی۔ تاہم، بہت سی شہری ریاستوں، خاص طور پر ایتھنز، کی بقا اور خوشحالی کا انحصار بحری تجارت پر تھا، جس نے نہ صرف انہیں ضروری وسائل (جیسے اناج) فراہم کیے بلکہ ان کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے پر بھی گہرے اثرات مرتب کیے۔ مثال کے طور پر، ایتھنز کی بحری طاقت نے اس کے غریب ترین شہریوں (جو بحری جہازوں پر چپو چلاتے تھے) کو بااختیار بنایا، جس سے جمہوریت کو تقویت ملی، جب کہ اسپارٹا کی زرعی معیشت، جو غلاموں (ہیلوٹس) کی محنت پر مبنی تھی، نے اس کے سخت فوجی سماج کو جنم دیا۔ ثقافتی طور پر، یونانیوں نے فلسفہ، ادب، فن اور تعمیرات کے میدان میں ایسی لازوال میراث چھوڑی جس نے مغربی تہذیب کی بنیاد رکھی۔ سقراط، افلاطون اور ارسطو کے فلسفے سے لے کر ہومر کی رزمیہ شاعری اور پارتھینون کی تعمیر تک، ان کی ثقافتی کامیابیاں ان کے سماجی اور معاشی حقائق سے الگ نہیں تھیں۔ یہ کامیابیاں اس فرصت کا نتیجہ تھیں جو غلاموں کی محنت نے شہری طبقے کو فراہم کی، اور اس سیاسی ماحول کا نتیجہ تھیں جہاں عوامی مباحثے اور تنقیدی سوچ کو فروغ ملا۔ یہ اکائی ان تمام باہم مربوط پہلوؤں کا ایک جامع تجزیہ پیش کرے گی، کہ کس طرح پولس کے منفرد ادارے نے قدیم یونان کے سماج، معیشت اور ثقافت کو ایک ناقابل فراموش شکل دی۔

3.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- قدیم یونان کی سماجی ساخت، بشمول شہری، خواتین، غیر ملکیوں اور غلاموں کی حیثیت کو جان سکیں گے۔
- ایتھنز اور اسپارٹا کے سماجی اور سیاسی نظاموں کا تقابلی تجزیہ کر سکیں گے۔
- یونانی معیشت کی بنیادی خصوصیات، جیسے زراعت، تجارت، دستکاری اور سکے کے نظام کا جائزہ لے سکیں گے۔
- ہوپلائٹ فوج اور ایتھنز کی بحریہ کے سماجی و سیاسی اثرات کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- یونانی ثقافت کے اہم عناصر، بشمول مذہب، فن، ادب اور فلسفہ، کی وضاحت کر سکیں گے۔
- کل ہیلینی اداروں، جیسے اولمپک کھیل اور ڈیلفی کا کاہن گھر، کی اہمیت کو سمجھ سکیں گے۔

3.2 قدیم یونان کا سماجی ڈھانچہ (Social Structure of the Ancient Greek)

قدیم یونانی سماج ایک پیچیدہ اور واضح طور پر درجہ بند نظام تھا، جس کی بنیاد پولس یا شہری ریاست کے ادارے پر رکھی گئی تھی۔ فرد کی حیثیت کا تعین اس کی شہریت، پیدائش، دولت، اور جنس کی بنیاد پر ہوتا تھا، اور یہ حیثیت اس کے قانونی حقوق، سیاسی مراعات، اور سماجی ذمہ داریوں کا تعین کرتی تھی۔ یہ سماجی ڈھانچہ اگرچہ سخت تھا، لیکن اس کے اندر مختلف طبقات کے درمیان تعامل اور بعض اوقات نقل و حرکت بھی ممکن تھی، خاص طور پر جنگ جیسے بحرانی ادوار میں۔

3.2.1 شہری ریاست اور شہریت کا تصور (The Polis and the Concept of Citizenship)

یونانی تہذیب کی سب سے نمایاں خصوصیت شہری ریاست (Polis) کا عروج تھا۔ یونانی دنیا سینکڑوں چھوٹی، خود مختار شہری ریاستوں پر مشتمل تھی، جن میں سے ہر ایک کی اپنی حکومت، قوانین، فوج اور سرپرست دیوتا تھے۔ پولس صرف ایک جغرافیائی علاقہ نہیں تھا، بلکہ یہ شہریوں کی ایک برادری تھی جو مشترکہ اقدار اور شناخت میں بندھی ہوئی تھی۔ اس برادری کا مرکز شہریت کا تصور تھا، جو یونانیوں کی ایک انقلابی سیاسی اختراع تھی۔ ایک شہری (citizen) صرف پولس کا باشندہ نہیں تھا، بلکہ اس کا ایک فعال رکن تھا، جسے سیاسی عمل میں حصہ لینے کا حق حاصل تھا۔ ایتھنز جیسی جمہوریت میں، شہریوں کو اسمبلی میں شرکت کرنے، آزادانہ طور پر بولنے اور ووٹ دینے، اور عوامی فیصلے کرنے کا حق حاصل تھا۔ تاہم، یہ شہریت انتہائی مخصوص اور محدود تھی۔ یہ عام طور پر صرف ان آزاد مردوں کو حاصل تھی جن کے والدین بھی شہری ہوں۔ عورتیں، غیر ملکی باشندے (*Metics / metoikoi*) اور غلام، جو آبادی کا ایک بڑا حصہ تھے، شہریت کے حقوق سے مکمل طور پر محروم تھے۔ اس کے باوجود، شہریوں پر حقوق کے ساتھ ساتھ ذمہ داریاں بھی عائد ہوتی تھیں، جن میں ٹیکس ادا کرنا اور سب سے اہم، پولس کے دفاع کے لیے فوجی خدمات انجام دینا شامل تھا۔ شہریت کی یہ خصوصی تعریف محض ایک پابندی نہیں تھی، بلکہ یہ سماجی ہم آہنگی پیدا کرنے کا ایک مؤثر ذریعہ تھی۔ شہریوں کا ایک واضح گروہ بنا کر، جو سیاسی طاقت اور ذمہ داری میں شریک تھے، پولس نے ان کے درمیان

گہری وفاداری اور یکجہتی کو فروغ دیا۔ یہ ہم آہنگی ان چھوٹی اور اکثر جنگجو ریاستوں کی بقا کے لیے ناگزیر تھی۔ شہری ہونے کی مشترکہ شناخت، جو انہیں تمام غیر شہریوں سے برتر بناتی تھی، خود شہری طبقے کے اندر موجود طبقاتی کشیدگی کو کم کرنے میں بھی مدد دیتی تھی۔

3.2.2 شہری طبقات (The Urban Classes)

یونانی شہری طبقہ خود بھی یکساں نہیں تھا بلکہ دولت اور پیشے کی بنیاد پر کئی حصوں میں منقسم تھا۔ سماجی درجہ بندی میں سب سے اوپر ارستوئی (*aristoi*) یا اشرافیہ کا طبقہ تھا۔ یہ امیر زمیندار خاندان تھے جو بڑی جاگیروں کے مالک تھے اور اپنی دولت کی بنیاد پر گھوڑے اور بہترین ہتھیار خرید سکتے تھے، جس کی وجہ سے وہ فوج میں گھڑسوار دستوں کے طور پر خدمات انجام دیتے تھے۔ انہوں نے روایتی طور پر پولس کے تمام اہم سیاسی عہدوں پر اپنا کنٹرول قائم رکھا اور اپنی مراعات کا ہر ممکن دفاع کیا، اکثر اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ حقیقی طاقت صرف زمینداروں کے ہاتھ میں رہے۔ اشرافیہ کے بعد چھوٹے کسانوں کا طبقہ آتا تھا، جو اپنی زمینوں پر خود کاشتکاری کرتے تھے۔ یہ طبقہ یونانی معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا، کیونکہ زراعت معیشت کی بنیاد تھی۔ اگرچہ یہ کسان شہری تھے اور سیاسی حقوق رکھتے تھے، لیکن ان کی زندگی محنت طلب اور اکثر معاشی مشکلات کا شکار رہتی تھی۔ دیہی علاقوں میں رہنے والے کسان عام طور پر شہروں میں رہنے والوں سے زیادہ غریب تھے، ان کے پاس مندروں، جمنازیم اور تھیٹر جیسی سہولیات تک رسائی نہیں تھی، اور وہ بیرونی حملوں کا زیادہ شکار تھے۔

ان دو طبقات کے درمیان ایک متوسط طبقہ بھی ابھر رہا تھا، جو کاریگروں، دستکاروں اور تاجروں پر مشتمل تھا۔ یہ 'نودولتیے' لوگ تجارت اور صنعت کے ذریعے دولت کما رہے تھے، لیکن زمیندار اشرافیہ انہیں آسانی سے سیاسی طاقت میں حصہ دینے کے لیے تیار نہیں تھی۔ ایتھنز میں، شہری طبقے کا سب سے نچلا درجہ تھیٹس (*thetes*) کا تھا، جو بے زمین شہری کاریگر اور بحری جہازوں پر چپو چلانے والے مزدور تھے۔ اگرچہ سماجی نقل و حرکت ممکن تھی، لیکن یہ ایک مشکل عمل تھا۔ کوئی شخص دولت اور اثر ورسوخ کے ذریعے اپنا درجہ بلند کر سکتا تھا، جب کہ دیوالیہ پن کسی کو اس کی شہریت سے محروم کر کے غلامی تک پہنچا سکتا تھا۔ شہری اور دیہی آبادی کے درمیان یہ تقسیم اکثر ایک اہم سیاسی تفریق کی بنیاد بنتی تھی۔ دیہی کسان، جو پولس کی زرعی اور فوجی طاقت کا بڑا حصہ تھے، اقتدار کے مراکز سے جغرافیائی اور ثقافتی طور پر دور تھے۔ اسی وجہ سے ایتھنز میں شہریوں کو جیوری خدمات یا اسمبلی میں شرکت کے لیے معاوضہ ادا کرنے جیسی پالیسیاں محض غربت کا خاتمہ نہیں تھیں، بلکہ یہ اس تقسیم کو ختم کرنے اور دیہی شہریوں کی سیاسی عمل میں شرکت کو یقینی بنانے کے لیے اہم سیاسی اوزار تھیں، جس سے جمہوری عمل کو پوری ریاست میں قانونی حیثیت ملتی تھی۔

3.2.3 یونانی معاشرے میں خواتین (Women in Greek Society)

قدیم یونان میں خواتین کی حیثیت اور کردار مختلف شہری ریاستوں میں یکسر مختلف تھا، جس کی بہترین مثال ایتھنز اور اسپارٹا کا تقابل ہے۔ یہ دونوں ریاستیں عورت کے مقام کے بارے میں دو بالکل متضاد نظریات پیش کرتی ہیں۔ ایتھنز میں، خواتین کو دوسرے درجے کا شہری سمجھا جاتا تھا اور ان کے حقوق انتہائی محدود تھے۔ وہ شہری نہیں تھیں، ووٹ نہیں دے سکتی تھیں، زمین کی مالک نہیں بن سکتی تھیں، اور نہ ہی

وراثت میں جائیداد حاصل کر سکتی تھیں۔ اگر کوئی عورت اپنے باپ کی اکلوتی اولاد ہوتی، تو بھی جائیداد اسے نہیں بلکہ اس مرد کو ملتی جس سے وہ شادی کرتی۔ ایک عورت کی پوری زندگی مردوں کے کنٹرول میں گزرتی تھی؛ شادی سے پہلے وہ اپنے باپ اور شادی کے بعد اپنے شوہر کے ماتحت ہوتی تھی۔ اس کے قانونی اور معاشی معاملات کی نگرانی ایک مرد سرپرست (*Kurios*) کرتا تھا۔ اس کا بنیادی دائرہ کار گھر (*Oikos*) تھا، جہاں اس کی ذمہ داری بچوں کی پرورش کرنا، گھریلو کام کاج کی نگرانی کرنا، اور کپڑا بننا جیسے کاموں تک محدود تھی۔ غیر خاندانی مردوں سے اس کا رابطہ انتہائی ناپسندیدہ سمجھا جاتا تھا، اور اسے عوامی زندگی سے تقریباً مکمل طور پر الگ تھلگ رکھا جاتا تھا۔

اس کے برعکس، اسپارٹا میں خواتین کو یونانی دنیا کی کسی بھی دوسری شہری ریاست کے مقابلے میں کہیں زیادہ حقوق اور خود مختاری حاصل تھی۔ وہ جائیداد کی وارث ہو سکتی تھیں، زمین کی مالک بن سکتی تھیں، اور کاروباری لین دین کر سکتی تھیں۔ اسپارٹائی لڑکیوں کو لڑکوں کی طرح سخت جسمانی تربیت دی جاتی تھی، جس میں کشتی، دوڑ اور ڈسک پھینکنا شامل تھا، اور وہ ان مشقوں میں برہنہ حصہ لیتی تھیں۔ انہیں گھر پر لڑکوں کے برابر تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ اسپارٹا میں خواتین کی اس غیر معمولی آزادی کا سبب کوئی جدید نسوانی نظریہ نہیں تھا، بلکہ یہ ریاست کی فوجی ضروریات کا براہ راست نتیجہ تھا۔ اسپارٹا کا پورا معاشرہ ایک اعلیٰ فوجی قوت کو برقرار رکھنے کے لیے تشکیل دیا گیا تھا، جس کے لیے مردوں کو اپنی زندگی کا بیشتر حصہ بیرکوں میں یا جنگ کے میدان میں گزارنا پڑتا تھا۔ مردوں کی اس مسلسل غیر موجودگی نے گھریلو اور معاشی شعبوں (جیسے جاگیروں کا انتظام اور مالیات) میں ایک خلا پیدا کر دیا، جسے پر کرنے کے لیے اسپارٹائی خواتین کو بااختیار بنایا گیا۔ ان کی تعلیم اور جسمانی تربیت کا مقصد بھی ریاست کی خدمت کرنا تھا یعنی مضبوط اور صحت مند بچے پیدا کرنا جو مستقبل کے بہترین سپاہی بن سکیں۔ اس طرح، ان کی 'آزادی' انفرادی حقوق کے بجائے ریاست کی طرف سے تفویض کردہ ایک ذمہ داری تھی۔

3.2.4 غیر شہری باشندے: میٹیکس (Non-Citizen Resident: The *Metics*)

ایتھنز کے سماجی ڈھانچے میں شہریوں اور غلاموں کے درمیان ایک اہم تیسرا گروہ میٹیکس (*metoikoi*) کا تھا، جو آزاد غیر ملکی باشندے تھے جو مستقل طور پر ایتھنز میں رہتے تھے۔ یہ لوگ زیادہ تر ایتھنز کی معاشی خوشحالی سے فائدہ اٹھانے کے لیے یہاں آئے تھے اور تجارت، دستکاری اور صنعت کے شعبوں میں کلیدی کردار ادا کرتے تھے۔ میٹیکس کی حیثیت قانونی اور سماجی طور پر متضاد تھی۔ وہ آزاد تھے لیکن انہیں سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے۔ وہ اسمبلی میں حصہ نہیں لے سکتے تھے، عوامی عہدہ نہیں رکھ سکتے تھے، اور سب سے اہم بات یہ کہ وہ زمین یا گھر کے مالک نہیں بن سکتے تھے۔ قانون کے تحت ہر میٹک کے لیے ایک شہری سرپرست (Prostates) کا ہونا لازمی تھا، جو عدالت میں اس کی نمائندگی کرتا تھا۔ ان پر ایک خصوصی سالانہ ٹیکس، میٹوئیکیون، بھی عائد تھا، جو مردوں کے لیے بارہ اور عورتوں کے لیے چھ درہم تھا۔ اگرچہ یہ رقم بہت زیادہ نہیں تھی، لیکن اس کی عدم ادائیگی کے نتیجے میں انہیں غلام بنایا جا سکتا تھا۔ جنگ جیسی ہنگامی صورتحال میں، امیر ترین میٹیکس کو شہریوں کی طرح ایک اضافی جنگی ٹیکس، ایسفورا (*eisphora*) بھی ادا کرنا پڑتا تھا۔ سیاسی طور پر بے اختیار ہونے کے باوجود، میٹیکس ایتھنز کی معیشت کے لیے ناگزیر تھے۔ بہت سے کامیاب کاروباری، بینکار، اور ہنر مند کاریگر میٹیکس تھے۔ انہوں نے ان شعبوں کو چلایا جنہیں زمیندار شہری اشرافیہ اکثر حقارت کی نظر سے دیکھتی تھی۔ اس طرح، میٹیکس کا طبقہ ایتھنز کو دونوں جہانوں کی بہترین

سہولیات فراہم کرتا تھا: ایک طرف، یہ ہنر مند غیر ملکیوں کے ذریعے ایک متحرک تجارتی اور صنعتی معیشت کو فروغ دیتا تھا، اور دوسری طرف، شہریت کے خصوصی، زمین پر مبنی نظریے کو برقرار رکھتا تھا۔ میٹیکس کو قانونی طور پر زمین کی ملکیت اور سیاسی طاقت سے دور رکھ کر، ایتھنز ان کی معاشی توانائی سے فائدہ اٹھا سکتا تھا جب کہ اپنی سخت سماجی اور سیاسی درجہ بندی کو محفوظ رکھتا تھا۔ میٹیکس ایک ضروری معاشی جزو تھے جنہیں جان بوجھ کر سیاسی مرکز سے باہر رکھا گیا تھا۔

3.2.5 غلامی کا ادارہ: دولوس اور ہیلوٹس (The Institution of Slavery: Doulos and Helots)

غلامی قدیم یونانی معاشرے اور معیشت کا ایک بنیادی اور ناقابل تردید ستون تھی۔ یونانی دنیا میں غلامی کی دو بڑی شکلیں موجود تھیں: ایتھنز میں رائج ذاتی غلامی (دولوس) اور اسپارٹا کا ہیلوٹ نظام۔ ایتھنز میں غلامی کا نظام ذاتی ملکیت پر مبنی تھا، جسے انگریزی میں 'chattel slavery' کہا جاتا ہے۔ غلاموں (Doulos) کو قانونی طور پر اپنے مالک کی جائیداد (Andrapodon) سمجھا جاتا تھا، جنہیں خریدا اور بیچا جا سکتا تھا۔ غلام زیادہ تر جنگی قیدی ہوتے تھے یا انہیں بحیرہ روم کے تجارتی راستوں سے خریدا جاتا تھا۔ وہ معیشت کے ہر شعبے میں کام کرتے تھے: امیر گھرانوں میں گھریلو ملازم کے طور پر، کھیتوں میں زرعی مزدور کے طور پر، اور ورکشاپوں میں کاریگر کے طور پر۔ ان کا سب سے اہم اور مشکل کردار لاریون کی چاندی کی کانوں میں تھا، جن کی پیداوار نے ایتھنز کی معاشی اور فوجی طاقت کی بنیاد رکھی۔ ایتھنز میں ایک خاص قسم کے غلام بھی تھے جنہیں عوامی غلام (*demosioi*) کہا جاتا تھا، جو ریاست کی ملکیت تھے اور پولیس اہلکاروں یا کلرکوں جیسے سرکاری کام انجام دیتے تھے۔

اسپارٹا کا نظام بالکل مختلف تھا۔ ہیلوٹس (*helots*) ذاتی غلام نہیں تھے بلکہ ایک پوری قوم (میسینیا کے باشندے) تھے جنہیں اسپارٹا نے فتح کر کے اجتماعی طور پر غلام بنا لیا تھا۔ وہ ریاست کی ملکیت تھے اور انہیں زمین کے ساتھ منسلک کر دیا گیا تھا، جس پر وہ کاشتکاری کرنے اور اپنی پیداوار کا نصف حصہ اپنے اسپارٹائی آقاؤں کو دینے پر مجبور تھے۔ ہیلوٹس کو خاندان رکھنے کی اجازت تھی، لیکن وہ مسلسل نگرانی اور جبر کے تحت رہتے تھے۔ ان کی آبادی اسپارٹائی شہریوں سے سات گنا زیادہ تھی اور ان کی بغاوت کے مسلسل خوف نے اسپارٹا کے پورے معاشرے کو ایک انتہائی عسکری اور جابرانہ ریاست میں تبدیل کر دیا، جہاں ہر اسپارٹائی شہری کا بنیادی مقصد ہیلوٹس کو کنٹرول میں رکھنے والا ایک سپاہی بننا تھا۔

یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یونانیوں کی سب سے قابل فخر کامیابیاں جمہوریت، فلسفہ، اور فن اسی غلامی کے نظام پر قائم تھیں۔ ایتھنز کی جمہوریت میں شہریوں کی فعال شرکت کے لیے کافی وقت درکار تھا، جو اسمبلیوں، عدالتوں اور عوامی عہدوں پر خدمات انجام دیتے تھے۔ یہ فرصت (سکولے) اسی لیے ممکن تھی کیونکہ غلاموں اور ہیلوٹس کی ایک بڑی آبادی تمام ضروری معاشی کام کھیتی باڑی، کان کنی، اور دستکاری انجام دے رہی تھی۔ اس طرح، یونانی شہری کی 'آزادی' اور 'فرصت' کا براہ راست انحصار غلاموں کی گہری 'محکومی' پر تھا۔ یہ یونانی معاشرے کا مرکزی تضاد ہے: ان کی بلند ترین کامیابیاں بڑے پیمانے پر استحصال کی بنیاد پر حاصل کی گئی تھیں۔

3.2.6 عسکری تنظیم اور سماجی اثرات (Military Organization and Social Impact)

ساتویں اور چھٹی صدی قبل مسیح میں یونانی جنگی حکمت عملی میں ایک بڑی تبدیلی آئی، جسے 'ہوپلائٹ انقلاب' (The Hoplite Revolution) کہا جاتا ہے۔ ہوپلائٹس بھاری ہتھیاروں سے لیس پیدل سپاہی تھے، جن کا نام ان کی بڑی، گول ڈھال، ہوپلون (*hoplon*) سے ماخوذ تھا۔ وہ ایک مضبوط دفاعی تشکیل میں لڑتے تھے جسے فیلنکس (*phalanx*) کہا جاتا تھا، جہاں ہر سپاہی کی ڈھال نہ صرف اس کی اپنی بلکہ اس کے ساتھ کھڑے سپاہی کی بھی حفاظت کرتی تھی۔ اس حکمت عملی کی کامیابی انفرادی بہادری کے بجائے اجتماعی نظم و ضبط اور یکجہتی پر منحصر تھی۔ ہوپلائٹ کو اپنے مہنگے ہتھیار کانسے کا خود، زرہ، اور ڈھال خود خریدنے پڑتے تھے۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہوپلائٹ فوج زیادہ تر متوسط اور اعلیٰ طبقے کے ان شہریوں پر مشتمل تھی جو زمین کے مالک تھے اور اس سامان کا خرچ برداشت کر سکتے تھے۔

روایتی نظریے کے مطابق، اس نئی فوجی تنظیم کے گہرے سماجی اور سیاسی اثرات مرتب ہوئے۔ چونکہ پولس کا دفاع اب ان متوسط طبقے کے کسانوں پر منحصر ہو گیا تھا، اس لیے انہوں نے سیاسی حقوق اور حکومت میں زیادہ حصہ داری کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا۔ اس نظریے کے مطابق، ہوپلائٹوں نے گھڑ سوار اشرافیہ کے فوجی اور سیاسی غلبے کو چیلنج کیا اور جمہوریت جیسی زیادہ مساوی سیاسی نظاموں کی راہ ہموار کی۔ تاہم، جدید مورخین نے اس ہوپلائٹ انقلاب کے نظریے پر شدید تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ نظریہ بہت سادہ ہے اور اس کے حق میں براہ راست ثبوت موجود نہیں ہیں۔ ان کے مطابق، ہوپلائٹس اکثر خود بھی امیر اور اشرافیہ طبقے سے تعلق رکھتے تھے، نہ کہ ایک الگ متوسط طبقے سے۔ مزید برآں، بہت سی شہری ریاستیں جنہوں نے ہوپلائٹ فوج کو اپنایا، وہ جمہوری نہیں بلکہ آمرانہ یا اشرافیائی حکومتوں کے تحت رہیں۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہوپلائٹ فوج اور جمہوریت کے درمیان تعلق خودکار نہیں تھا۔ ایتھنز جیسی ریاستوں میں، جمہوریت کی ترقی میں بحریہ نے زیادہ اہم کردار ادا کیا، کیونکہ اس نے غریب ترین شہریوں (تھیٹس) کو بااختیار بنایا۔ اس تنقیدی نقطہ نظر سے، 'ہوپلائٹ انقلاب' کا تصور ایک تاریخی حقیقت سے زیادہ ایک نظریاتی دلیل معلوم ہوتا ہے—یہ خیال کہ 'جو ریاست کے لیے لڑتا ہے، اسے ریاست میں حق ملنا چاہیے'۔ یہ ایک طاقتور سیاسی فلسفہ ہے جسے بعد کے مفکرین جیسے ارسطو نے حکومتوں کے ارتقاء کی وضاحت کے لیے استعمال کیا، لیکن یہ شاید اس دور کی تاریخی حقیقت کی مکمل عکاسی نہیں کرتا۔

پہلو (Aspect)	ایتھنز (Athens)	اسپارٹا (Sparta)
حکومت	براہ راست جمہوریت (تمام شہریوں کی اسمبلی)	اولیگارکی / مخلوط آئین (دو بادشاہ، کونسل، اسمبلی)
شہری حقوق	تمام آزاد مرد شہریوں کو اسمبلی میں شرکت کا حق	صرف اسپارٹائی (فوجی طبقہ) کو 30 سال کی عمر کے بعد
سماجی طبقات	شہری (ارستوئی، کسان، تھیٹس)، میٹیکس، غلام (دولوس)	اسپارٹائیٹس، پیریوئیکوئی (آزاد غیر شہری)، ہیلوٹس
خواتین کا مقام	گھر تک محدود، کوئی جائیداد کا حق نہیں	تعلیم یافتہ، جائیداد کا حق، جاگیروں کا انتظام
غلامی کی نوعیت	ذاتی غلامی (جائیداد کے طور پر خرید و فروخت)	ریاستی غلامی (زمین سے منسلک زرعی غلام)
معاشی بنیاد	بحری تجارت، دستکاری، درآمدی اناج	زراعت، خود کفیل معیشت (ہیلوٹس کی محنت پر مبنی)
فوجی توجہ	طاقتور بحریہ (ٹرائریم)	غالب زمینی فوج (ہوپلائٹ فیلنکس)

3.3 قدیم یونان کی معیشت (Economy of Ancient Greek)

قدیم یونان کی معیشت اس کے جغرافیہ، سماجی ڈھانچے اور سیاسی تنظیم سے گہرائی سے جڑی ہوئی تھی۔ یہ بنیادی طور پر ایک زرعی سماج تھا لیکن بحری تجارت، دستکاری اور ایک جدید مالیاتی نظام نے بھی اس کی خوشحالی میں اہم کردار ادا کیا۔ زمین کی ملکیت دولت کی بنیاد تھی، لیکن تجارت سے حاصل ہونے والی دولت نے نئے سماجی طبقات کو جنم دیا اور شہری ریاستوں کے درمیان طاقت کے توازن کو تبدیل کر دیا۔

3.3.1 زراعت اور زمین کی ملکیت (Agriculture and Land Ownership)

زراعت قدیم یونانی معیشت کی ریڑھ کی ہڈی تھی، اور آبادی کی اکثریت کا انحصار کھیتی باڑی پر تھا۔ یونان کا پہاڑی اور پتھریلا علاقہ بڑے پیمانے پر کھیتی باڑی کے لیے موزوں نہیں تھا، جس کی وجہ سے قابل کاشت زمین ایک انتہائی قیمتی وسیلہ بن گئی۔ زمین کی ملکیت ہی دولت اور سماجی حیثیت کا بنیادی پیمانہ تھی، اور یہ شہریت کے اہم ترین حقوق میں سے ایک شمار ہوتی تھی۔ یونان کی بحیرہ روم کی آب و ہوا 'بحیرہ روم کی تکون' (Mediterranean triad) یعنی اناج، زیتون اور انگور کی کاشت کے لیے بہترین تھی۔ اناج میں، جو (barley) گیہوں سے زیادہ عام تھا کیونکہ یہ کم زرخیز زمین پر بھی اگ سکتا تھا۔ زیتون اور انگور سب سے اہم تجارتی فصلیں تھیں، جن سے زیتون کا تیل اور شراب تیار کی جاتی تھی، جو پورے بحیرہ روم میں برآمد کی جانے والی سب سے قیمتی اشیاء تھیں۔ زمین کی ملکیت زیادہ تر نجی تھی جس میں امیر اشرافیہ کی بڑی جاگیروں سے لے کر چھوٹے کسانوں کے معمولی کھیتوں تک شامل تھے۔ کچھ ریاستوں، جیسے اسپارٹا میں، زمین اجتماعی طور پر ریاست کی ملکیت تھی اور شہریوں کو استعمال کے لیے دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ، بے زمین لوگ اکثر بٹائی (sharecropping) یا کرایہ داری (tenancy) کے ذریعے دوسروں کی زمینوں پر کام کرتے تھے۔ بڑی جاگیروں پر زیادہ تر کام غلاموں سے لیا جاتا تھا، جب کہ چھوٹے کسان اپنے خاندان کے ساتھ خود کھیتی باڑی کرتے تھے۔ زراعت کا یہ نظام یونانی معاشرے میں استحکام اور تنازعہ دونوں کا باعث تھا۔ ایک طرف، زمین کے مالک شہریوں کا ایک طبقہ پیدا ہوا جس کا ریاست کے دفاع اور خوشحالی میں ذاتی مفاد تھا۔ دوسری طرف، قابل کاشت زمین کی کمی اندرونی سماجی تناؤ (قرضوں اور زمین کی غیر مساوی تقسیم پر جھگڑے) اور بیرونی توسیع پسندی (دوسری ریاستوں سے جنگیں اور نئی نوآبادیات کا قیام) کا ایک بڑا محرک تھی۔

3.3.2 دستکاری اور صنعت (Crafts and Industry)

زراعت کے علاوہ، دستکاری اور چھوٹی صنعتوں نے بھی یونانی معیشت میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ صنعتیں زیادہ تر شہری مراکز میں مرکوز تھیں اور مقامی استعمال اور برآمد دونوں کے لیے سامان تیار کرتی تھیں۔ اہم ترین صنعتوں میں مٹی کے برتن سازی، دھات کاری، اور پارچہ بافی شامل تھیں۔ ایتھنز اور کورنتھ جیسے شہر اپنے اعلیٰ معیار کے مٹی کے برتنوں کے لیے مشہور تھے، جنہیں شراب اور تیل کی نقل و حمل کے لیے اور خود ایک قیمتی تجارتی شے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ دھات کاری، خاص طور پر کانسے کا کام، ہتھیار، زرہ، اوزار اور آرائشی اشیاء بنانے کے لیے بہت اہم تھا۔ پارچہ بافی، یعنی اون اور کتان سے کپڑا بننا، زیادہ تر ایک گھریلو صنعت تھی جسے عورتیں اپنے گھروں میں انجام دیتی

تھیں، لیکن کچھ بڑے کارخانے بھی موجود تھے جو تجارتی پیمانے پر کپڑا تیار کرتے تھے۔ زیادہ تر پیداوار چھوٹے کارخانوں (*ergasteria*) میں ہوتی تھی، جو اکثر خاندانی کاروبار ہوتے تھے جہاں ایک استاد کاریگر چند شاگردوں اور غلاموں کی مدد سے کام کرتا تھا۔ کان کنی اور جہاز سازی جیسی کچھ صنعتیں بڑے پیمانے پر منظم تھیں اور ان میں سینکڑوں مزدور کام کرتے تھے، جن میں زیادہ تر غلام ہوتے تھے۔ یونانی صنعت کی خاصیت بڑے پیمانے پر پیداوار کے بجائے اعلیٰ مہارت اور فنی معیار تھی۔ کمہار کے چاک اور کانسی کی ڈھلائی کے لیے موم کے ذریعہ ڈھلائی تکنیک (lost-wax casting) جیسی تکنیکوں نے کاریگروں کو ایسی اشیاء بنانے کے قابل بنایا جو اپنی خوبصورتی اور معیار کی وجہ سے پورے بحیرہ روم میں مشہور تھیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی معاشی برتری کا راز پیداوار کی مقدار میں نہیں، بلکہ اس کی اعلیٰ مہارت اور فنی قدر میں تھا، جس نے ان کی مصنوعات کو پرکشش اور قیمتی بنا دیا۔ ان صنعتوں میں آزاد کاریگروں، میٹیکس اور غلاموں، سب نے اپنا کردار ادا کیا، اور کچھ کاریگر، جیسے مجسمہ ساز فیڈیاس، اپنے فن کی وجہ سے مشہور شخصیات کا درجہ حاصل کر گئے۔

3.3.3 بحری تجارت اور نوآبادیات (Maritime Trade and Colonisation)

یونان کے جغرافیہ نے بحری تجارت کو اس کی معیشت کا ایک لازمی جزو بنا دیا۔ بحیرہ روم یونانیوں کے لیے ایک 'شاہراہ' کی حیثیت رکھتا تھا، جو انہیں مصر، فونیشیا اور بحیرہ اسود کے خطوں سے جوڑتا تھا۔ بہت سی شہری ریاستیں، خاص طور پر ایتھنز، اپنی بڑھتی ہوئی آبادی کو کھلانے کے لیے اناج کی درآمد پر بہت زیادہ انحصار کرتی تھیں۔ اس کے بدلے میں، وہ اپنی خاص مصنوعات جیسے زیتون کا تیل، شراب اور خوبصورت مٹی کے برتن برآمد کرتے تھے۔ اس تجارت کے لیے لکڑی، دھاتیں اور غلام بھی درآمد کیے جاتے تھے۔ آٹھویں سے چھٹی صدی قبل مسیح کے دوران، یونانیوں نے بحیرہ روم اور بحیرہ اسود کے ساحلوں پر نوآبادیات قائم کرنے کا ایک وسیع سلسلہ شروع کیا۔ یہ تحریک بنیادی طور پر معاشی دباؤ کا نتیجہ تھی۔ یونان میں آبادی میں اضافے کی وجہ سے زمین کی شدید قلت جسے سٹینوکوریا (*stenochoria*) کہتے ہیں، پیدا ہو گئی تھی، جس نے بہت سے لوگوں کو نئے علاقوں میں وسائل اور مواقع تلاش کرنے پر مجبور کیا۔ یہ نوآبادیات فوجی توسیع کے بجائے منظم منصوبے تھے، جنہیں 'مادر شہر' (Metropolis) قائم کرتا تھا۔ ہر نئی نوآبادی ایک سیاسی طور پر آزاد پولس ہوتی تھی، لیکن وہ اپنے مادر شہر کے ساتھ مذہبی اور ثقافتی تعلقات برقرار رکھتی تھی۔

نوآبادیات نے یونانی دنیا پر گہرے اور دور رس اثرات مرتب کیے۔ اس نے نہ صرف یونان پر آبادی کے دباؤ کو کم کیا بلکہ یونانی تجارت کے لیے نئی منڈیاں اور خام مال کے نئے ذرائع بھی فراہم کیے۔ اس عمل نے یونانی معیشت کو مزید متحرک کیا اور تاجر طبقے کو مضبوط کیا۔ اس کا ایک غیر ارادی لیکن اہم ثقافتی نتیجہ بھی نکلا۔ نوآبادیات کے قیام نے یونانی زبان، ثقافت اور سیاسی نظریات کو پورے بحیرہ روم میں پھیلا دیا۔ ہر نئی نوآبادی یونانی طرزِ زندگی کی ایک نقل تھی، جس نے ایک وسیع 'ہیلینی دنیا' کو جنم دیا۔ اس طرح، ایک معاشی ضرورت کے طور پر شروع ہونے والے عمل نے یونانی ثقافت کے اثر و رسوخ کو کئی گنا بڑھا دیا اور اس عالمی ثقافتی پھیلاؤ کی بنیاد رکھی جسے بعد میں سکندر اعظم نے مزید وسعت دی۔

3.3.4 سکے کی ایجاد اور بینکاری کا آغاز (The Invention of Coinage and the Dawn of Banking)

ساتویں صدی قبل مسیح میں، مغربی اناطولیہ کی ریاست لیڈیا میں سکے کی ایجاد نے قدیم دنیا کی معیشت میں ایک انقلاب برپا کر دیا۔ یونانیوں نے اس ایجاد کو تیزی سے اپنالیا، اور جلد ہی ہر شہری ریاست نے اپنے مخصوص نشانات کے ساتھ اپنے سکے جاری کرنا شروع کر دیے۔ سکے، جو زیادہ تر چاندی کے ہوتے تھے، نے تجارت کو بہت آسان بنا دیا۔ اب اشیاء کے بدلے اشیاء کے لین دین (بارٹر سسٹم) کی ضرورت نہیں رہی، کیونکہ سکوں نے قدر کا ایک معیاری پیمانہ فراہم کر دیا تھا۔ اس سے نہ صرف تجارتی لین دین کی لاگت اور وقت میں کمی آئی، بلکہ اس نے طویل فاصلے کی تجارت کو بھی فروغ دیا۔ کچھ سکے، خاص طور پر ایتھنز کی چاندی کے ٹیٹراڈراچم (*tetradrachm*)، جنہیں عام طور پر ایتھنز کے 'اُلّو' سکے (Athenian Owl Coins) کہا جاتا تھا، اپنی خالصیت اور مستند وزن (تقریباً 17.2 گرام) کی وجہ سے ایک بین الاقوامی کرنسی کی حیثیت اختیار کر گئے اور پورے بحیرہ روم میں قبول کیے جاتے تھے۔ مختلف شہری ریاستوں کے سکوں کے پھیلاؤ نے ایک نئی ضرورت کو جنم دیا یعنی کرنسی کا تبادلہ۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے آگورا (بازار) میں میزیں (*trapeza*) لگا کر بیٹھنے والے صراف (*trapezitai*) ابھرے۔

یہ ٹراپیزیتائی جلد ہی قدیم دنیا کے پہلے بینکاروں میں تبدیل ہو گئے۔ کرنسی کے تبادلے کے علاوہ، انہوں نے دیگر مالیاتی خدمات بھی فراہم کرنا شروع کر دیں، جیسے امانتیں قبول کرنا، قرضے دینا (خاص طور پر تاجروں کو بحری سفر کے لیے)، اور کریڈٹ فراہم کرنا۔ اس طرح، سکے کی ایجاد نے نہ صرف معیشت کو مزید پیچیدہ اور موثر بنایا، بلکہ اس نے سماجی اور سیاسی تعلقات کو بھی مالیاتی رنگ دے دیا۔ ریاستیں اب ٹیکس وصول کرنے، فوجیوں کو تنخواہیں دینے، اور عوامی منصوبوں کی مالی معاونت کے لیے سکے استعمال کرتی تھیں۔ ایتھنز میں، شہریوں کو جیوری خدمات کے لیے معاوضہ دیا جانے لگا، جس سے سیاسی شرکت کا تعلق بھی پیسے سے جڑ گیا۔ اس طرح، پیسہ صرف ایک معاشی آلہ نہیں رہا، بلکہ یہ سماجی حیثیت، سیاسی طاقت اور شہری فرائض کی قدر کا تعین کرنے کا ایک نیا ذریعہ بن گیا۔

3.3.5 عوامی مالیات: ایتھنز کا لٹرجی نظام (Public Finance: The Athenian Liturgy System)

ایتھنز نے عوامی اخراجات کو پورا کرنے کے لیے ایک منفرد نظام وضع کیا جسے لٹرجی (*leitourgia*) کہا جاتا تھا، جس کا مطلب 'عوام کے لیے کام' ہے۔ یہ ایک قسم کا رضاکارانہ 'محصول تھا جس کے تحت شہر کے امیر ترین شہریوں اور میٹیکس کو اپنی جیب سے عوامی خدمات کی مالی معاونت کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی تھی۔ یہ نظام ایک بڑی سرکاری افسر شاہی کے بغیر ریاست کو چلانے کا ایک مؤثر طریقہ تھا۔ لٹرجی کا نظام قانون سے زیادہ سماجی دباؤ، روایت اور عزت و وقار کے حصول کی خواہش پر چلتا تھا۔ امیر شہریوں سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ اپنی دولت کو عوام کی بھلائی کے لیے خرچ کریں۔ اہم ترین لٹرجیوں میں شامل تھیں:

- کوریجیا (*choregia*): مذہبی تہواروں، خاص طور پر ڈائونیسیا کے لیے، ڈراموں کی تیاری (chorus) کی تربیت اور لباس کے اخراجات برداشت کرنا۔

- ٹرائیرارکی (*trierarchy*): یہ سب سے مہنگی اور باوقار لٹرجی تھی، جس میں ایک امیر شہری کو ایک سال کے لیے ایک جنگی بحری جہاز (ٹرائریم) کو لیس کرنے، اس کی دیکھ بھال کرنے اور اس کے عملے کو منظم کرنے کی ذمہ داری دی جاتی تھی۔

یہ نظام ایتھنز جیسی جمہوریت میں ایک اہم سماجی اور سیاسی کردار ادا کرتا تھا۔ ایک طرف، اس نے ریاست کو بغیر کسی براہ راست مال گزاری کے اہم عوامی خدمات، خاص طور پر بحری دفاع، فراہم کرنے کے قابل بنایا۔ دوسری طرف، اس نے امیر طبقے کو اپنی دولت کو سماجی طور پر قابل قبول طریقے سے خرچ کرنے کا ایک راستہ فراہم کیا۔ ایک کامیاب لٹرجی کو انجام دینے سے، ایک امیر شخص اپنی مالیاتی دولت کو 'سماجی سرمائے' یعنی عزت، وقار، اور عوامی خیر سگالی میں تبدیل کر سکتا تھا۔ اس خیر سگالی کو بعد میں سیاسی اثر ورسوخ حاصل کرنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ اس طرح، لٹرجی نظام نے نجی عزائم کو عوامی بھلائی کے ساتھ جوڑ دیا، اور امیر طبقے کی دولت کو جمہوری ڈھانچے کے اندر قانونی حیثیت فراہم کی۔ اگر کوئی شہری سمجھتا کہ اسے غلط طور پر لٹرجی کے لیے نامزد کیا گیا ہے جب کہ کوئی اور اس سے زیادہ امیر ہے، تو وہ اسے اینٹی ڈوسس (*antidosis*) کا چیلنج دے سکتا تھا یعنی یا تو وہ لٹرجی انجام دے یا پھر اپنی تمام جائیداد کا تبادلہ کرلے۔

3.4 قدیم یونانیوں کی ثقافت (Culture of the Ancient Greeks)

قدیم یونانی ثقافت نے مغربی تہذیب کے فکری، فنی اور سیاسی دھارے پر انمٹ نقوش چھوڑے ہیں۔ ان کی ثقافت کا ہر پہلو مذہب سے لے کر فن، ادب اور فلسفہ تک، ان کی دنیا کو سمجھنے اور اس میں اپنے مقام کا تعین کرنے کی گہری خواہش کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی ثقافت تھی جس نے انسانی عقل، خوبصورتی کے آئیڈیل، اور شہری زندگی کی اہمیت پر زور دیا۔

3.4.1 مذہب اور دیومالا (Religion and Mythology)

قدیم یونانی مذہب شرک پر مبنی تھا، جس میں متعدد دیوتاؤں اور دیویوں کی پوجا کی جاتی تھی۔ ان کے دیوتاؤں کا مرکز بارہ اولمپین دیوتا (Olympian gods) تھے، جن کے بارے میں خیال کیا جاتا تھا کہ وہ کوہِ اولمپس پر رہتے ہیں۔ ان میں زیوس (آسمان اور دیوتاؤں کا بادشاہ)، ہیرا (شادی کی دیوی)، پوسیڈن (سمندر کا دیوتا) اور ایتھینا (حکمت اور جنگ کی دیوی) سب سے اہم تھے۔ یونانی دیوتا انسانوں کی طرح تھے۔ وہ لافانی تو تھے لیکن ان میں انسانی جذبات، خوبیاں اور خامیاں سب موجود تھیں۔ یونانی مذہب عقیدے یا ایمان کے بجائے رسومات کی صحیح ادائیگی پر زیادہ زور دیتا تھا۔ دیوتاؤں کے ساتھ تعلق ایک قسم کا لین دین تھا: انسان دیوتاؤں کو قربانیوں، نذرانوں اور تہواروں کے ذریعے عزت دیتے تھے، اور بدلے میں ان سے تحفظ، اچھی فصل یا جنگ میں فتح کی امید رکھتے تھے۔ اہم رسومات میں جانوروں کی قربانی (جس کا گوشت بعد میں شرکاء میں تقسیم کر دیا جاتا تھا) اور شراب جیسے مشروبات کا نذرانہ (libation) شامل تھا۔ مندر دیوتاؤں کے گھر سمجھے جاتے تھے، جہاں ان کے مجسمے رکھے جاتے تھے۔ یہ اجتماعی عبادت گاہیں نہیں تھیں، بلکہ زیادہ تر مذہبی رسومات باہر کھلے آسمان تلے ادا کی جاتی تھیں۔ یونانی دیومالا، یعنی دیوتاؤں اور ہیروز کی کہانیاں، دنیا کی ابتداء، قدرتی مظاہر اور انسانی رویوں کی وضاحت کرتی تھیں اور ان کی ثقافتی شناخت کا ایک لازمی حصہ تھیں۔

3.4.2 کل ہیلینی ادارے (Pan-Hellenic Institutions)

اگرچہ یونانی دنیا سینکڑوں خود مختار اور اکثر آپس میں لڑنے والی شہری ریاستوں میں منقسم تھی، لیکن کچھ اداروں نے ان میں ایک مشترکہ 'ہیلینی' (یونانی) شناخت کو فروغ دیا۔ یہ کل ہیلینی ادارے تمام یونانیوں کے لیے کھلے تھے اور ان کی ثقافتی یکجہتی کی علامت تھے۔ ان میں سب سے مشہور اولمپک کھیل تھے، جو 776 قبل مسیح میں شروع ہوئے اور ہر چار سال بعد اولمپیا میں دیوتا زیوس کے اعزاز میں منعقد ہوتے تھے۔ کھیلوں کے دوران ایک مقدس جنگ بندی (*ekecheiria*) کا اعلان کیا جاتا تھا تاکہ کھلاڑی اور تماشائی محفوظ طریقے سے سفر کر سکیں۔ ان کھیلوں میں دوڑ (Stade)، پینٹا تھلون (پانچ کھیلوں کا مجموعہ)، کشتی، باکسنگ، اور رتھوں کی دوڑ جیسے مقابلے شامل تھے۔ فاتحین کو زیتون کے پتوں کا تاج پہنایا جاتا تھا، جو ایک بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ اولمپک کھیلوں کے علاوہ، تین دیگر بڑے کل ہیلینی کھیل بھی تھے: ڈیلفی میں پیتھیئن کھیل (اپولو کے اعزاز میں)، نیمیا میں نیمیئن کھیل (زیوس کے اعزاز میں)، اور کورنتھ میں استھمیئن کھیل (پوسیڈن کے اعزاز میں)۔ دوسرا اہم کل ہیلینی ادارہ ڈیلفی کا کاہن گھر (Oracle of Delphi) تھا، جو اپولو دیوتا کا سب سے مقدس مقام تھا۔ یہاں، پیتھیا نام (Pythia) ایک پجارن اپولو کی طرف سے پیشن گوئیاں کرتی تھی۔ افراد اور شہری ریاستیں جنگ شروع کرنے، نوآبادیات قائم کرنے یا اہم قوانین بنانے جیسے بڑے فیصلوں سے پہلے ڈیلفی سے مشورہ کرنے آتی تھیں۔ اگرچہ پیشن گوئیاں اکثر مبہم ہوتی تھیں، لیکن ڈیلفی کے کاہن گھر نے پورے یونانی دنیا میں ایک مشترکہ مذہبی اور ثقافتی مرکز کے طور پر بے پناہ اثر و رسوخ حاصل کر لیا تھا۔

3.4.3 فن اور فنِ تعمیر (Art and Architecture)

قدیم یونانیوں کا فن اور فنِ تعمیر ان کی اقدار توازن، ہم آہنگی، اور انسانی کمال کی تلاش کا ایک ٹھوس اظہار ہے۔ ان کا سب سے بڑا ورثہ فنِ تعمیر کے تین کلاسیکی طرز یا 'آرڈرز' ہیں، جو آج بھی مغربی فنِ تعمیر کو متاثر کرتے ہیں۔

- ڈوریائی طرز (Doric Order): یہ سب سے قدیم، سادہ اور مضبوط طرز ہے۔ اس کے ستون بغیر کسی بنیاد کے براہ راست فرش پر کھڑے ہوتے ہیں، اور ان کے سرے (capitals) سادہ اور گول ہوتے ہیں۔ ایتھنز کا پارتھینون ڈوریائی طرز کا سب سے بڑا شاہکار ہے۔
- آیونیائی طرز (Ionic Order): یہ طرز زیادہ پتلا اور خوبصورت ہے۔ اس کی سب سے نمایاں خصوصیت ستونوں کے سروں پر بنے ہوئے طومار نما (scroll-like) ڈیزائن ہیں، جنہیں وولوٹس کہا جاتا ہے۔ آیونیائی ستونوں کی اپنی بنیاد ہوتی ہے۔ ایتھنز کے ایکروپولس (قلعہ) پر موجود ایریکتھیون اس طرز کی ایک بہترین مثال ہے۔
- کورنتھیائی طرز (Corinthian Order): یہ تینوں میں سب سے زیادہ آرائشی اور جدید طرز ہے۔ اس کے ستونوں کے سرے اکینتھس (acanthus) نامی پودے کے پتوں کی نقش و نگاری سے سجے ہوتے ہیں۔ ایتھنز میں اولمپیائی زیوس کا مندر اس طرز کی ایک شاندار مثال ہے۔

یونانی مجسمہ سازی میں بھی وقت کے ساتھ ساتھ ایک واضح ارتقاء نظر آتا ہے۔ عہدِ عتیق (Archaic Period) کے مجسمے سخت، بے جان اور مصری فن سے متاثر تھے لیکن کلاسیکی دور (Classical Period) تک، یونانی مجسمہ سازوں نے انسانی جسم کی ساخت اور حرکت کی ایک ایسی حقیقت پسندانہ اور مثالی تصویر کشی میں مہارت حاصل کر لی جو بے مثال تھی۔ ان کے مجسمے حقیقی انسانوں کی نقل نہیں تھے، بلکہ وہ انسانی شکل کے ایک مثالی اور کامل تصور کی نمائندگی کرتے تھے، جو یونانی انسان پرستی (humanism) کی عکاسی کرتا ہے۔

3.4.4 ادب اور تاریخ نویسی (Literature and Historiography)

قدیم یونانیوں نے ادب کے بہت سے ایسے اصناف کی بنیاد رکھی جو آج بھی زندہ ہیں۔ یونانی ادب کا آغاز ہومر کی دو عظیم رزمیہ نظموں، ایلیاڈ اور اوڈیسی سے ہوتا ہے۔ ایلیاڈ ٹرائے کی جنگ کی کہانی بیان کرتی ہے اور بہادری، عزت اور غصے جیسے موضوعات کو کھنگالتی ہے، جب کہ اوڈیسی ٹرائے کی جنگ کے ایک ہیرو، اوڈیسیئس، کی گھر واپسی کی طویل اور پرخطر مہم کی داستان ہے۔ یہ نظمیں یونانی ثقافت کی بنیاد بن گئیں اور نسل در نسل یونانیوں کو اخلاقی اور بہادری کے سبق سکھاتی رہیں۔ پانچویں صدی قبل مسیح میں، ایتھنز ڈرامے کا مرکز بن گیا، جو دیوتا ڈائونیسس کے اعزاز میں منعقد ہونے والے تہواروں کا حصہ تھا۔ المیہ (*tragedy*) اور طربیہ (*comedy*) ڈرامے کی دو بڑی قسمیں تھیں۔ اسکائیلس، سوفوکلیز، اور یوریپڈیس جیسے عظیم المیہ نگاروں نے دیومالائی کہانیوں کو استعمال کرتے ہوئے انسانی تقدیر، انصاف، اور دیوتاؤں کے ساتھ انسان کے تعلق جیسے گہرے اور پیچیدہ سوالات اٹھائے۔ دوسری طرف، ارسطوفانیس جیسے طربیہ نگاروں نے اپنے ڈراموں میں عصری سیاست، سماجی مسائل اور مشہور شخصیات پر بے باک طنز کیا۔

اسی دور میں تاریخ نویسی کا بھی باقاعدہ آغاز ہوا۔ ہیروڈوٹس، جسے 'تاریخ کا باپ' کہا جاتا ہے، نے یونانی-فارسی جنگوں کی تاریخ لکھی، جس میں اس نے مختلف ثقافتوں اور روایات کو تفصیل سے بیان کیا۔ اس کے بعد، تھوسیڈائڈیس نے ایتھنز اور اسپارٹا کے درمیان ہونے والی پیلوپونیشین جنگ کی تاریخ لکھی، جس میں اس نے واقعات کی وجوہات کا زیادہ تنقیدی اور تجزیاتی انداز اپنایا، اور انسانی فطرت کو تاریخ کا محرک قرار دیا۔ ان دونوں نے تاریخ کو محض کہانیوں کے مجموعے سے نکال کر ایک منظم علمی شعبے کی شکل دی۔

3.4.5 فلسفہ، سائنس اور ریاضی کا ارتقاء

(The Evolution of Philosophy, Science, and Mathematics)

یونانی ثقافت کی سب سے بڑی میراث شاید عقلی سوچ اور تنقیدی جائزے کی روایت ہے، جس نے فلسفہ، سائنس اور ریاضی کو جنم دیا۔ چھٹی صدی قبل مسیح میں، آیونیا (Ionia) کے مفکرین، جنہیں ماقبلِ سقراطی (Pre-Socratics) کہا جاتا ہے، نے کائنات کی وضاحت کے لیے دیومالائی کہانیوں کے بجائے عقلی اور فطری وجوہات تلاش کرنے کی کوشش کی۔ تھیلس (Thales) نے پانی کو کائنات کا بنیادی عنصر قرار دیا، جب کہ فیثاغورث (Pythagoras) نے ریاضی اور اعداد کو حقیقت کی بنیاد مانا۔ 500 ق م میں، فلسفے کا مرکز ایتھنز بن گیا، جہاں تین عظیم ترین فلسفیوں نے مغربی فکر کی بنیاد رکھی۔ سقراط نے مکالمے کے طریقے (Socratic method) کے ذریعے

اخلاقیات اور نیکی جیسے تصورات کی جانچ پڑتال پر زور دیا۔ اس کے شاگرد، افلاطون، نے 'اشکال کا نظریہ' (Theory of Forms) پیش کیا، جس کے مطابق ہماری مادی دنیا ایک اعلیٰ، مثالی حقیقت کا محض سایہ ہے، اور اس نے اپنی کتاب 'ریاست' (the *Republic*) میں ایک مثالی اور منصفانہ معاشرے کا خاکہ پیش کیا۔ افلاطون کے شاگرد، ارسطو، نے منطق، حیاتیات، سیاست اور اخلاقیات سمیت علم کے تقریباً ہر شعبے کو منظم کیا اور تجرباتی مشاہدے اور منطقی استدلال پر زور دیا۔ اسی عقلی روایت نے سائنس اور ریاضی میں بھی بے مثال ترقی کی۔ طب کے میدان میں، ہپوکریٹس نے بیماریوں کو دیوتاؤں کی سزا کے بجائے فطری وجوہات کا نتیجہ قرار دیا اور مشاہدے اور تشخیص پر مبنی سائنسی طب کی بنیاد رکھی۔ ریاضی میں، اقلیدس (Euclid) نے اپنی کتاب 'عناصر' (Elements) میں جیومیٹری کے اصولوں کو ایک منظم اور منطقی نظام میں مرتب کیا، جو دو ہزار سال سے زیادہ عرصے تک ریاضی کی بنیادی درسی کتاب رہی۔

3.4.6 بحری جنگ اور ٹرائریم (Naval Warfare and the Trireme)

یونانی ثقافت صرف فن اور فلسفے تک محدود نہیں تھی؛ یہ ٹیکنالوجی اور فوجی حکمت عملی میں بھی اپنی بلندیوں پر پہنچی۔ اس کی بہترین مثال ٹرائریم (*trireme*) ہے، جو کلاسیکی دور کا سب سے جدید اور مؤثر جنگی بحری جہاز تھا۔ ٹرائریم ایک ہلکا، تیز رفتار اور انتہائی پھرتیلا جہاز تھا، جس کی طاقت اس کے تین سطحی چپوؤں (oars) کے نظام میں تھی۔ اس جہاز کو تقریباً 170 چپو چلانے والے چلاتے تھے، جو تین مختلف سطحوں پر بیٹھے ہوتے تھے، جس سے جہاز کو بے پناہ رفتار اور طاقت ملتی تھی۔ ٹرائریم کا بنیادی ہتھیار اس کے اگلے حصے پر لگا ہوا کانسے کا ایک بڑا رام (ram) تھا، جسے دشمن کے جہاز کے پہلو میں مار کر اسے تباہ کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ اس لیے، ٹرائریم کی جنگی حکمت عملی دشمن جہاز پر چڑھنے اور دست بدست لڑائی کے بجائے رفتار، پھرتی اور رام مارنے کے ہنر پر مبنی تھی۔ ایتھنز کے بحری بیڑے نے دو اہم حکمت عملیوں میں مہارت حاصل کی: ڈائیکپلوس (*diekplous*)، جس میں جہاز دشمن کی صفوں کو توڑ کر اندر داخل ہوتے اور پھر مڑ کر ان کے کمزور پہلوؤں پر حملہ کرتے، اور پیریپلوس (*periplous*)، جس میں دشمن کے بیڑے کے گرد چکر لگا کر اسے گھیرے میں لیا جاتا۔

ٹرائریم اور اس سے وابستہ بحری حکمت عملی نے ایتھنز کی تاریخ پر گہرا اثر ڈالا۔ فارسی جنگوں میں سلامیس کی فیصلہ کن فتح ایتھنز کے ٹرائریم بیڑے کی بدولت ہی ممکن ہوئی۔ اس فتح کے بعد، ایتھنز نے ڈیلین لیگ کی بنیاد پر اپنی بحری سلطنت قائم کی، جس کی بنیاد یہی ٹرائریم بیڑا تھا۔ اس بحری طاقت کا ایک اہم سماجی اور سیاسی نتیجہ بھی نکلا۔ ہوپلائٹ فوج، جو متوسط اور امیر طبقے پر مشتمل تھی، کے برعکس، ٹرائریم کے چپو چلانے والے زیادہ تر غریب ترین شہری طبقے، تھیٹس، سے تعلق رکھتے تھے۔ چونکہ ریاست کی بقا اور طاقت کا انحصار اب ان چپو چلانے والوں پر تھا، اس لیے انہیں سیاسی طور پر نظرانداز کرنا ناممکن ہو گیا۔ ان کی ناگزیر فوجی اہمیت نے انہیں سیاسی طاقت بخشی اور ایتھنز کی جمہوریت کو مزید روادار اور جامع بنانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس طرح، ٹرائریم صرف ایک جنگی جہاز نہیں تھا، بلکہ یہ ایک 'جمہوری مشین' بھی تھا جس نے ایتھنز کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے کو ہمیشہ کے لیے تبدیل کر دیا۔

3.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم یونانی معاشرہ، معیشت، اور ثقافت مل کر انسانی تاریخ کی سب سے زیادہ اثر انگیز تہذیبوں میں سے ایک تشکیل دیتے ہیں۔ ان کا سماجی ڈھانچہ، جو پولس یا شہری ریاست کے گرد منظم تھا، سیاسی جدت طرازی کا ایک بے مثال نمونہ تھا، جس میں ایتھنز کی جمہوریت آج بھی حکمرانی کے ایک مثالی نمونے کے طور پر زیرِ بحث ہے۔ اگرچہ یہ سماج واضح طبقاتی تقسیم پر مبنی تھا، جس میں شہریوں، غیر ملکیوں، عورتوں اور غلاموں کے درمیان حقوق کا گہرا فرق تھا، لیکن شہریت کا تصور اور عوامی زندگی میں شرکت کی روایت نے ایک منفرد شہری شناخت کو جنم دیا۔ اقتصادی طور پر، زراعت پر مبنی نظام، جسے بحری تجارت، دستکاری اور سکے کی ایجاد نے مزید تقویت بخشی، نے یونانی شہری ریاستوں کو ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن کیا۔ ثقافتی طور پر، یونانیوں نے فلسفہ، ڈرامہ، فن، اور تعمیرات میں جو ورثہ چھوڑا، وہ آج بھی جدید سوچ اور جمالیات کو متاثر کرتا ہے۔ ان کے طرزِ حکومت، اقتصادی طریقوں، اور ثقافتی کامیابیوں نے تاریخ میں ایک لازوال مقام حاصل کیا ہے، جو قدیم یونانی تہذیب کی دائمی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔

3.6 فرہنگ (Glossary)

پولس(Polis): قدیم یونانی شہری ریاست، جو ایک شہری مرکز اور اس کے گرد و نواح کے دیہی علاقوں پر مشتمل ایک خود مختار سیاسی اکائی تھی۔

ارستوئی(Aristoi): قدیم یونان کا امیر اور زمیندار اشرافیہ طبقہ۔

تھیٹس(Thetes): ایتھنز کا سب سے نچلا شہری طبقہ، جو بے زمین مزدوروں اور چپو چلانے والوں پر مشتمل تھا۔

میٹیکس(Metoikoi): ایتھنز میں رہنے والے آزاد غیر ملکی باشندے، جنہیں سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے۔

دولوس(Doulos): ذاتی ملکیت والے غلام، جنہیں خریدا اور بیچا جا سکتا تھا۔

ہیلوٹس(Helots): اسپارٹا کے ریاستی غلام یا زرعی مزدور، جو میسینیا کی مفتوحہ آبادی پر مشتمل تھے۔

ہوپلائٹ(Hoplite): بھاری ہتھیاروں سے لیس یونانی پیدل سپاہی۔

فیلنکس(Phalanx): ہوپلائٹس کی ایک مضبوط اور گنجان فوجی تشکیل۔

سٹینوکوریا(Stenochoria): قابل کاشت زمین کی کمی، جو نوآبادیات اور جنگوں کا ایک بڑا محرک تھی۔

ارگاسٹیرین(Ergasterion): قدیم یونانی ورکشاپ یا کارخانہ۔

ٹراپیزیتائی(Trapezitai): قدیم یونانی صراف یا بینکار۔

لٹرجی(Leitourgia): امیر شہریوں کی طرف سے عوامی خدمات کی مالی معاونت کا نظام۔

کل ہیلینی(Pan-Hellenic): تمام یونانیوں سے متعلق، جو مشترکہ ثقافتی اداروں اور شناخت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

3.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

3.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. قدیم یونان میں ایتھنز جیسے شہروں میں رہنے والے آزاد غیر شہری باشندے، جو تجارت اور صنعت میں اہم کردار ادا کرتے تھے، کیا کہلاتے تھے؟

(الف) شہری (Citizens) (ب) غلام (Doulos)

(ج) ہیلوٹ (Helots) (د) میٹیکس (Metics)

2. کس یونانی شہری ریاست میں خواتین کو نسبتاً زیادہ آزادی حاصل تھی اور وہ جائیداد کی مالک بن سکتی تھیں؟

(الف) ایتھنز (ب) اسپارٹا (ج) کورنتھ (د) تھیبز

3. قدیم یونانی معیشت کی بنیاد کیا تھی؟

(الف) صرف تجارت (ب) صرف دستکاری (ج) زراعت (د) کان کنی

4. ایتھنز کی مشہور چاندی کی کرنسی کا نام کیا تھا جو بحیرہ روم میں وسیع پیمانے پر استعمال ہوتی تھی؟

(الف) لیرا (ب) دینار (ج) ٹیٹراڈراچما (د) شیکل

5. اولمپک کھیل قدیم یونان میں کس دیوتا کے اعزاز میں منعقد ہوتے تھے؟

(الف) اپولو (ب) ایتھینا (ج) پوسیڈن (د) زیوس

3.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. یونانی معیشت میں بحری تجارت کا کیا کردار تھا؟
2. قدیم یونانی مذہب کی بنیادی خصوصیات کیا تھیں؟
3. یونانی فلسفہ نے مغربی فکر کو کس طرح متاثر کیا؟

3.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. یونانی معیشت میں زراعت، تجارت اور غلامی کے کردار کی وضاحت کریں اور ان کے باہمی تعلق پر روشنی ڈالیں۔
2. یونانی شہری ریاست (پولس) کے سماجی اور سیاسی ڈھانچے کا تجزیہ کریں، اور اس میں جمہوریت کے ارتقاء کا جائزہ لیں۔

اکائی 4۔ یونانی فلاسفہ: سقراط، افلاطون، ارسطو، اور ہیروڈوٹس

(Greek Philosophers: Socrates, Plato, Aristotle, and Herodotus)

اکائی کے اجزا

4.0 تمہید

4.1 مقاصد

4.2 فلسفیانہ افکار اور خیالات کا ارتقاء

4.3 سقراط

4.3.1 سقراطی طریقہ

4.3.2 وفات اور وراثت

4.4 افلاطون

4.4.1 افلاطون کی فلسفیانہ خدمات

4.5 ارسطو

4.5.1 فلسفیانہ نظریات

4.6 ہیروڈوٹس

4.6.1 ہیروڈوٹس کا تاریخی طریقہ کار

4.6.2 ہیروڈوٹس کی تنقید

4.6.3 تاریخ نویسی پر ہیروڈوٹس کا اثر

4.7 اکتسابی نتائج

4.8 فرہنگ

4.9 نمونہ امتحانی سوالات

4.0 تمہید (Introduction)

یونانی فلسفہ نے علمی سوچ اور مغربی تہذیب کی بنیادوں کو استوار کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا ہے۔ سب سے زیادہ بااثر یونانی فلسفیوں میں سقراط، افلاطون، ارسطو، اور ہیروڈوٹس شامل ہیں، جنھوں نے علم، اخلاقیات، سیاست اور تاریخ نویسی میں گہرے اثرات چھوڑے۔ سقراط کا سب سے مشہور پہلو اس کا تدریسی طریقہ تھا، جسے سقراطی مکالمہ یاابطال اور استرداد(Elenchus) کہا جاتا ہے۔ افلاطون، جو سقراط کے شاگرد اور اکیڈمی کے بانی تھے، نے نظریۂ اشکال اور مثالی حکمرانی پر زور دیا۔ ان کے شاگرد ارسطو نے منطق، مابعد الطبیعیات، اور تجرباتی سائنس میں نمایاں خدمات انجام دیں، جو جدید فلسفے کے بنیادی اصول بنے۔ ہیروڈوٹس، جنہیں مستند طور پر 'تاریخ کا باپ' کہا جاتا ہے، اگرچہ بنیادی طور پر ایک مؤرخ تھے، لیکن ان کے کام میں انسانی فطرت، ثقافت، اور تاریخی واقعات کے اسباب کو سمجھنے کی گہری کوشش ملتی ہے، جو فلسفیانہ غور و فکر کے قریب ہے۔ یہ اکائی ان تین عظیم یونانی مفکرین (سقراط، افلاطون، ارسطو) کے بنیادی خیالات اور تاریخ نویسی کے بانی، ہیروڈوٹس، کے طریقہ کار اور ان سب کے فلسفے و تاریخ پر مرتب ہونے والے دیرپا اثرات پر روشنی ڈالتی ہے۔

4.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- یونان میں فلسفیانہ افکار اور خیالات کا ارتقاء کو جانیں گے۔
- سقراطی مکالمہ یاابطال اور استرداد کے طریقے کو سمجھ سکیں گے۔
- افلاطون کی فلسفیانہ خدمات کا جائزہ لیں گے۔
- ارسطو کے فلسفیانہ نظریات کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- ہیروڈوٹس کا تاریخی طریقہ کار اور اس کی تنقید کی وضاحت کر سکیں گے۔

4.2 فلسفیانہ افکار اور خیالات کا ارتقاء (The Evolution of Philosophical Thoughts and Ideas)

قدیم یونان کی دانشورانہ روایت قابل ذکر اہمیت کی حامل ہے۔ یونان کے روایتی فلسفہ کا تفصیلی ذکر یہاں ممکن نہیں ہے۔ اس لیے ہم یہاں پر فلسفہ یونان کے بنیادی اصول ہی بیان کریں گے۔ اس سلسلے میں یونان کی روایتی خردمندی نے انسانی سماج اور علوم کو کس طرح متاثر کیا ہے اس کا تجزیہ کریں گے۔ یونانی مفکرین نے تاریخ، فلسفہ، ریاضی اور طب کے ہر میدان میں قابل ذکر کارنامہ انجام دیا ہے یونان میں ارتقاء پذیر جمہوری روایات کے سبب یہاں خردمندی کے اظہار اور ترقی کو مناسب ماحول ملا۔ انازیس(Anazemenes)(تقریبا600 قبل مسیح)ان آیونیائی(Ionian)افکار کے ابتدائی روایتی فلسفہ کے حامی تھے۔ تھیس(Thales)،اور ایبی مینڈس(Anaimandes) نے قدرت کے بنیادی عناصر (ہوا، پانی اور زمین) اور ان کو چلانے والی طاقت پر بحث کی۔ ایک مشہور مناظر فیثا غورث(Pythagoras) روح کی دوبارہ پیدائش پر یقین رکھتا تھا اور اس نے روح کی ہم آہنگی پر زور دیا۔ اس نے قدرتی موسیقی کے پیمانے اور ریاضی کا بھی مطالعہ کیا لیکن

وہ اپنے جیومیٹری کے اصولوں کے سب مشہور ہوا۔ اس کے مطابق ایک مستطیل مثاث میں محیط کی لمبائی کا مراح دیگر دونوں طرف کے مربع خطوط پر ہوتا ہے۔ طب کے میدان میں ہپوکریٹس (Hippocrates) عہد کلاسیکی کا عظیم مفکر تھا۔ اس نے جادوئی چہکار (معجزہ) کی جگہ طب کو ایک علم کا درجہ دیا۔ وہ مرض کو سائنسی جانچ کے ذریعہ علاج کرانے پر یقین رکھتا تھا۔

4.3 سقراط (Socrates, c. 470-399 BCE)

افلاطون اور ارسطو کے فکری سلسلے کا منبع سقراط کی شخصیت اور فلسفہ ہے۔ ایتھنز کا یہ پر اسرار مفکر، جس نے خود کوئی تحریر نہیں چھوڑی، مغربی فلسفے کی تاریخ میں ایک اہم موڑ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ہمارا علم اس کے بارے میں بنیادی طور پر اس کے شاگردوں، خاص طور پر افلاطون اور زینوفون (Xenophon) کی تحریروں پر مبنی ہے۔

4.3.1 سقراطی طریقہ (Socratic Method)

سقراط کا سب سے مشہور پہلو اس کا تدریسی طریقہ تھا، جسے سقراطی مکالمہ یا ابطال اور استرداد (Elenchus) کہا جاتا ہے۔ اس میں وہ عوامی مقامات پر لوگوں سے اخلاقیات، انصاف، اور نیکی جیسے موضوعات پر سوالات پوچھتا تھا۔ اس کا مقصد جواب دینا نہیں، بلکہ سوالات کے ذریعے مخاطب کو اپنے خیالات کی کمزوریوں اور تضادات کا احساس دلانا تھا۔ وہ خود کو انجان اور لاعلم (Ignorant) ظاہر کرتا اور مکالمے کے ذریعے سچائی تک پہنچنے کی کوشش کرتا۔ اس کا مشہور قول تھا، ''میں صرف ایک بات جانتا ہوں، اور وہ یہ کہ میں کچھ نہیں جانتا۔'' یہ طریقہ تنقیدی سوچ (Critical Thinking) اور خود شناسی (Self-examination) کی بنیاد بنا۔ سقراط کی دلچسپی کائنات کی نوعیت سے زیادہ انسانی اخلاقیات میں تھی۔ اس کا بنیادی مؤقف تھا کہ "نیکی علم ہے (Virtue is Knowledge)"۔ اس کا ماننا تھا کہ کوئی بھی شخص جان بوجھ کر برا کام نہیں کرتا؛ برائی لاعلمی یا جہالت کا نتیجہ ہے۔ اگر انسان واقعی جان لے کہ نیکی کیا ہے، تو وہ لازماً نیک عمل کرے گا۔ اس نے زور دیا کہ انسان کو اپنی روح کی بہتری (Care of the Soul) پر توجہ دینی چاہیے، کیونکہ حقیقی خوشی مادی اشیاء میں نہیں بلکہ اخلاقی پاکیزگی میں ہے۔

4.3.2 وفات اور وراثت (Death and Legacy)

سقراط کی تعلیمات اور اس کا نوجوانوں پر اثر ایتھنز کے قدامت پسند حلقوں کو ناگوار گزرا۔ 399 ق۔م میں، اس پر نوجوانوں کو گمراہ کرنے اور شہر کے دیوتاؤں کو نہ ماننے کا الزام لگایا گیا۔ ایک عوامی مقدمے کے بعد، اسے موت کی سزا سنائی گئی۔ سقراط نے فرار ہونے یا معافی مانگنے سے انکار کر دیا اور زہر (Hemlock) پی کر موت کو قبول کر لیا۔ اس کی موت نے اسے فلسفے کے لیے شہید کا درجہ دیا اور اس کے شاگرد افلاطون پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ سقراط نے مغربی فلسفے کی سمت متعین کی۔ اس نے فلسفے کا رخ کائنات سے ہٹا کر انسانی زندگی اور اخلاقیات کی طرف موڑ دیا۔ اس کا سوال و جواب کا طریقہ آج بھی تعلیم اور قانون کے شعبوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اگرچہ اس نے کوئی تحریری کام نہیں چھوڑا، لیکن اس کی شخصیت اور افکار افلاطون کے مکالموں کے ذریعے زندہ ہیں اور آنے والی نسلوں کے لیے تحریک کا باعث بنے۔

4.4 افلاطون (Plato)

افلاطون، تاریخ کے سب سے زیادہ بااثر فلسفیوں میں سے ایک، نے مابعدالطبیعیات، اخلاقیات، علمیات اور سیاست پر اپنے گہرے نظریات کے ذریعے مغربی فکر کی بنیاد رکھی۔ ایتھنز، یونان میں 428/427 قبل مسیح میں پیدا ہوا، افلاطون سقراط کا طالب علم اور ارسطو کا استاد تھا، جو کلاسیکی فلسفے کا سنگ بنیاد تھا۔ ان کے کام، بنیادی طور پر مکالموں کی شکل میں لکھے گئے، حقیقت، علم، انصاف، اور مثالی ریاست کی نوعیت کو دریافت کرتے ہیں۔ ان کی سب سے مشہور تصنیف، The Republic، ایک انصاف پسند معاشرے کے بارے میں ان کے وژن کو پیش کرتی ہے، اور اس کی تھیوری آف فارمز ایک اہم فلسفیانہ تصور بنی ہوئی ہے۔ یہ مضمون افلاطون کی زندگی، اس کی فلسفیانہ شراکت، اور اس کے بعد کی نسلوں پر اس کے نظریات کے دیرپا اثرات کو تلاش کرتا ہے۔

افلاطون پیلوپونیشین جنگ کے دوران، جو سیاسی عدم استحکام کا دور تھا، ایک اشرافیہ ایتھنائی خاندان میں پیدا ہوا تھا۔ اس کے ابتدائی سال ایتھنز کے زوال کے نشان زد تھے، جس نے ان کے فلسفیانہ نقطہ نظر کو نمایاں طور پر متاثر کیا۔ انہوں نے شروع میں سیاست میں اپنا کریئر بنایا لیکن بدعنوانی کی وجہ سے وہ مایوس ہو گئے۔ اس کی زندگی نے فیصلہ کن موڑ اس وقت لیا جب وہ سقراط کا شاگرد بنا، جس نے اخلاقی فلسفے اور مکالمے کے ذریعے سچائی کی تلاش پر زور دیا۔ 399 قبل مسیح میں سقراط کی پھانسی نے افلاطون پر گہرا اثر ڈالا، جس کی وجہ سے وہ ایتھنیائی جمہوریت کو مسترد کرنے اور ایک زیادہ منصفانہ سیاسی نظام کی تلاش میں نکلا۔ سقراط کی موت کے بعد افلاطون نے مصر اور اٹلی کا سفر کیا، جہاں اس نے ریاضی، تصوف اور پائتھاگورین فلسفہ کا مطالعہ کیا۔ 387 قبل مسیح میں، وہ ایتھنز واپس آیا اور اکیڈمی کی بنیاد رکھی، جو مغربی دنیا میں اعلیٰ تعلیم کے پہلے اداروں میں سے ایک ہے۔

4.4.1 افلاطون کی فلسفیانہ خدمات (Philosophical Contribution of Plato)

شکلوں کا نظریہ

افلاطون کے سب سے زیادہ پائیدار خیالات میں سے ایک تھیوری آف فارمز (یا آئیڈیاز) ہے، جو بتاتا ہے کہ طبعی دنیا ایک اعلیٰ، غیر متبدل حقیقت کا نامکمل عکس ہے۔ افلاطون کے مطابق مادی دنیا میں ہر چیز اپنی مثالی شکل کا محض سایہ ہے۔ مثال کے طور پر، ایک خوبصورت چیز خوبصورتی کی کامل شکل میں حصہ لیتی ہے، لیکن یہ بذات خود خوبصورتی کا کامل مجسم نہیں ہے۔ افلاطون نے اس تصور کی وضاحت 'ریاست' میں غار کی تمثیل کے ذریعے کی ہے۔ اس تمثیل میں اس نے ان قیدیوں کو بیان کیا ہے جو پیدائش سے ہی تاریک غار کے اندر زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں۔ وہ اپنے پیچھے موجود چیزوں کے ذریعے دیوار پر صرف سائے ہی دیکھتے ہیں، اور سائے کو حقیقت مانتے ہیں۔ ایک قیدی کو آزاد کیا جاتا ہے اور اسے بیرونی دنیا کے سامنے لایا جاتا ہے، یہ سمجھتے ہوئے کہ سائے محض وہم تھے۔ یہ فلسفی کے جہالت سے علم تک کے سفر کی نمائندگی کرتا ہے، جس میں حتمی سچائی شکلوں کی دنیا میں رہتی ہے۔ تھیوری آف فارمز نے بعد میں ہونے والی مابعدالطبیعاتی بحثوں کو متاثر کیا اور سینٹ آگسٹین اور ایمانوئل کانٹ جیسے مفکرین کو متاثر کیا۔ اس نے اس خیال کی بنیاد رکھی کہ حقیقت ایک مادی اور مثالی

جہت دونوں پر مشتمل ہوتی ہے، جو کہ الہیات، سائنس اور اخلاقیات میں بحث کو تشکیل دیتی ہے۔

علمیات اور علم کا نظریہ

افلاطون کی علمیات اس کی تھیوری آف فارمز سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ اس کا خیال تھا کہ حقیقی علم (Episteme) صرف عقل کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے، حسی تجربے سے نہیں۔ Meno اور Theaetetus میں، وہ استدلال کرتا ہے کہ علم یاد (anamnesis) ہے، یعنی روح، جو پیدائش سے پہلے موجود تھی، پہلے سے ہی شکلوں کا علم رکھتی ہے۔ لہٰذا سیکھنا ان ابدی سچائیوں کو یاد کرنے کا عمل ہے۔ جمہوریہ میں، افلاطون نے تقسیم شدہ لائن کو متعارف کرایا، جو تفہیم کا ایک درجہ بندی کا نمونہ ہے۔ وہ انسانی ادراک کو چار درجوں میں تقسیم کرتا ہے:

1. تخیل (Eikasia): محض تصویروں اور وہموں سے آگاہی، جیسے کہ عکاسی اور سائے۔
2. عقیدہ (Pistis): جسمانی اشیاء کا علم، جو ابھی تک ناقابل اعتبار ہے کیونکہ یہ حسی ادراک پر مبنی ہے۔
3. فکر (Dianoia): منطقی استدلال، جیسا کہ ریاضی، جو سمجھ کی اعلیٰ سطح کی طرف لے جاتا ہے۔
4. عقل (Noesis): شکلوں کا براہ راست علم، حقیقی حکمت کی نمائندگی کرتا ہے۔

یہ ماڈل افلاطون کے اس عقیدے کی نشاندہی کرتا ہے کہ صرف فلسفی، سخت استدلال کے ذریعے، حقیقی علم حاصل کر سکتے ہیں۔ اس کے خیالات نے بعد کے عقلیت پسند فلسفیوں جیسے ڈیکارٹس، اسپینوزا اور لیبنز کو متاثر کیا۔

سیاسی فلسفہ: مثالی ریاست

افلاطون کا سیاسی فلسفہ، جو ریپبلک میں بیان کیا گیا ہے، فلسفی بادشاہوں کے زیر انتظام ایک مثالی معاشرے کا تصور کرتا ہے۔ وہ ایتھنیائی جمہوریت پر تنقید کرتے ہوئے یہ استدلال کرتا ہے کہ سیاسی اقتدار پیدائشی حق یا دولت پر مبنی ہونے کے بجائے سب سے زیادہ علم رکھنے والے افراد کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ افلاطون نے معاشرے کو تین طبقات میں تقسیم کیا:

1. حکمران (فلسفی بادشاہ)- عقلمند ترین افراد، فلسفہ اور اخلاقیات میں تربیت یافتہ، جو عقل کی بنیاد پر حکومت کرتے ہیں۔
2. سرپرست (واریرز)- ریاست کے دفاع اور انصاف کو برقرار رکھنے کے لیے ذمہ دار۔
3. پروڈیوسر (کسان، کاریگر، اور تاجر)- معاشی سرگرمیوں میں مشغول اور سماج کی مدد کرے۔

وہ انصاف پسند معاشرے کا موازنہ ایک متوازن روح سے کرتا ہے جو تین حصوں پر مشتمل ہے:

- عقلیت پسندی (Logos)- حکمرانوں کے ساتھ وابستہ، حکمت کی نمائندگی کرتا ہے۔
- جوش وجذبہ (Thymos)- جنگجوؤں کے ذریعہ نمائندگی کی گئی، ہمت اور قوت ارادی کا مجسمہ۔
- خواہش (Epithumia)- پروڈیوسروں کے ذریعہ نمائندگی کی جاتی ہے، بنیادی خواہشات کی نشاندہی کرتی ہے۔

افلاطون کے مطابق ایک منصفانہ معاشرہ اس وقت وجود میں آتا ہے جب ہر طبقہ ہم آہنگی کے ساتھ اپنا مناسب کام انجام دیتا ہے۔ اس ماڈل نے بعد کے سیاسی نظریات کو متاثر کیا، خاص کر میرٹ، گورننس اور انصاف سے متعلق۔

اخلاق اور انصاف

افلاطون کا اخلاقی فلسفہ اس خیال پر مرکوز ہے کہ انصاف سب سے بڑی خوبی ہے۔ ریپبلک میں، وہ انصاف کو ایک ایسی شرط کے طور پر بیان کرتا ہے جہاں ہر فرد دوسروں کے ساتھ مداخلت کیے بغیر معاشرے میں اپنے فطری کردار کو پورا کرتا ہے۔ مساوات کے عدل کے جدید تصورات کے برعکس، افلاطون انصاف کو ایک داخلی ترتیب کے طور پر دیکھتا ہے جو انفرادی روح اور ریاست دونوں میں ہم آہنگی کا باعث بنتا ہے۔ وہ "سہ فریقی جزبے" کے تصور پر بھی بحث کرتا ہے، یہ دلیل دیتے ہوئے کہ اخلاقی خوبی اس وقت پیدا ہوتی ہے جب عقل روح پر حکومت کرتی ہے، روح عقل کی حمایت کرتی ہے، اور خواہشات قابو میں رہتی ہیں۔ اس کے اخلاقی نظریات نے بعد میں آنے والے فلسفیوں کو بہت متاثر کیا، بشمول ارسطو، جنہوں نے اخلاقیات کا تصور تیار کیا۔

تعلیم پر اثر: اکیڈمی

افلاطون اکیڈمی، جس کی بنیاد تقریباً 387 قبل مسیح رکھی گئی تھی، مغربی دنیا میں اعلیٰ تعلیم کا پہلا بڑا ادارہ بن گیا۔ یہ تقریباً 900 سال تک کام کرتا رہا اور اس نے ارسطو سمیت کئی بااثر مفکرین کو تربیت دی۔ اکیڈمی نے حقیقت کو سمجھنے کے لیے ریاضی، جدلیات اور فلسفے پر زور دیا۔ افلاطون کا خیال تھا کہ انصاف اور روشن خیالی کے حصول کے لیے تعلیم ضروری ہے۔ انہوں نے ایک سخت نصاب کی وکالت کی جس میں ریاضی، جیومیٹری، موسیقی اور فلسفہ شامل تھا، یہ دلیل دیتے ہوئے کہ علم ایک زیادہ نیک اور قابل حکمران طبقے کی طرف لے جاتا ہے۔ تعلیم پر اس کا اثر آج بھی برقرار ہے، کیونکہ جدید یونیورسٹیاں تنقیدی سوچ، اخلاقی استدلال، اور بین الضابطہ تعلیم پر زور دینے والے اسی طرح کے ڈھانچے والے نصاب کو اپناتی ہیں۔

افلاطون کا ورثہ اور اثرات

افلاطون کے نظریات نے فلسفہ، سیاست، تعلیم اور سائنس پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے ہیں۔ اس کے کام نے بعد میں آنے والی فلسفیانہ تحریکوں کی فکری بنیاد رکھی، بشمول:

- نیو پلاٹونزم: فلسفیوں جیسے پلوٹنس نے افلاطون کے نظریہ کی شکل کو پھیلاتے ہوئے اسے مذہبی فکر میں ضم کیا۔
- مسیحی تھیولوجی: سینٹ آگسٹین اور ابتدائی عیسائی مفکرین نے افلاطون کے نظریات کو مذہبی عقائد میں شامل کیا، خاص طور پر روح کی نوعیت اور الٰہی سچائی سے متعلق۔
- ریشنلزم: ڈیکارٹس، کانٹ اور ہیگل نے افلاطونی علمیات اور مابعد الطبیعیات پر استوار کیا ہے۔
- سیاسی نظریہ: افلاطون کے ایک مثالی ریاست کے وژن نے تھامس مور، کارل مارکس جیسی شخصیات اور حکمرانی پر عصری مباحث کو

متاثر کیا۔

عصری مباحث میں بھی افلاطون کی بصیرت متعلقہ رہتی ہے۔ جمہوریت پر ان کی تنقید، انصاف پر مظاہر، اور استدلال پر زور اخلاقیات، سیاست اور علم پر جدید گفتگو کو تشکیل دیتے ہیں۔

4.5 ارسطو (Aristotle)

ارسطو، تاریخ کے سب سے زیادہ بااثر فلسفیوں میں سے ایک، قدیم یونانی فلسفے کی ایک بلند پایہ شخصیت تھی۔ 384 قبل مسیح میں شمالی یونان کے ایک چھوٹے سے قصبے اسٹاگیرا (Stagira) میں پیدا ہونے والا، ارسطو، افلاطون کا طالب علم بن گیا اور بعد میں سکندر اعظم کے معلم کے طور پر کام کیا۔ ان کے فکری تعاقب نے مابعد الطبیعات، اخلاقیات، سیاست، حیاتیات، منطق اور بیان بازی سمیت بہت سے شعبوں کو پھیلایا۔ اپنے پیشروؤں کے برعکس، جنہوں نے بنیادی طور پر تجریدی فلسفیانہ تحقیقات پر توجہ مرکوز کی، ارسطو کو تجرباتی مشاہدے اور عملی علم میں گہری دلچسپی تھی۔ ان کے تعاون نے مطالعہ کے مختلف شعبوں کی بنیاد رکھی اور جدید فکر کی تشکیل جاری رکھی۔ اس مضمون میں ارسطو کی زندگی، اس کی فلسفیانہ خدمات، اور انسانی علم اور تہذیب پر اس کے دیرپا اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے۔

ابتدائی زندگی اور تعلیم

ارسطو 384 قبل مسیح میں اسٹاگیرا میں پیدا ہوا۔ اس کے والد، نکوماکس، مقدونیہ کی عدالت میں ایک طبیب تھے، جس نے ارسطو کو سائنسی تحقیقات سے جلد آگاہ کیا۔ اس پس منظر نے حیاتیات اور قدرتی علوم میں ان کے بعد کے مطالعے کو متاثر کیا۔ اپنے والدین کی موت کے بعد، ارسطو سترہ سال کی عمر میں افلاطون کی اکیڈمی میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے ایتھنز چلا گیا۔ بیس سال تک، وہ افلاطون کا ایک عقیدت مند طالب علم رہا، فلسفہ، سیاست اور مابعد الطبیعات پر اپنے نظریات کو جذب کرتا رہا اور اس میں مشغول رہا۔ افلاطون کے سب سے ممتاز شاگردوں میں سے ایک ہونے کے باوجود، ارسطو بالآخر اپنے سرپرست کی تعلیمات سے ہٹ گیا۔ افلاطون کے برعکس، جو نظریہ فارمس پر یقین رکھتا تھا- کامل نظریات کی ایک تجریدی دنیا- ارسطو نے تجرباتی مشاہدے اور قدرتی دنیا کے مطالعہ پر زور دیا۔ فلسفیانہ رجحان میں یہ بنیادی فرق ارسطو کی شراکت کی وضاحت کرے گا اور اس کے نظریات کو اس کے استاد کے نظریات سے ممتاز کرے گا۔

لائسیم اور ارسطو کا طریقہ کار

347 قبل مسیح میں افلاطون کی موت کے بعد، ارسطو نے ایتھنز چھوڑ دیا اور ایشیا مائنر اور مقدونیہ میں وقت گزارا۔ 343 قبل مسیح میں، وہ سکندر اعظم کا ٹیوٹر بن گیا، ایک ایسا موقع جس نے اسے علم اور سیاسی اثر و رسوخ کی دولت تک رسائی حاصل کی۔ 335 قبل مسیح میں، ارسطو ایتھنز واپس آیا اور لائسیم کی بنیاد رکھی، جو کہ فلسفہ کا ایک مکتب ہے جس نے افلاطون کی اکیڈمی کا مقابلہ کیا۔ اکیڈمی کے برعکس، جس نے تجریدی فلسفیانہ مباحث پر توجہ مرکوز کی، لائسیم نے تجرباتی تحقیق، منظم مشاہدے، اور علم کی درجہ بندی پر زور دیا۔ ارسطو کے طریقہ کار کو منظم

تحقیقات اور منطقی استدلال کی خصوصیت تھی۔ اس نے علم کی درجہ بندی کرنے کے لیے ایک فریم ورک متعارف کرایا، اسے نظریاتی (میٹا فزکس، فزکس)، عملی (اخلاقیات، سیاست) اور پیداواری (بیانات، فن، دستکاری) کے شعبوں میں تقسیم کیا۔ ان کے کام محتاط مشاہدے اور منطقی تجزیے پر مبنی تھے، ایک ایسا طریقہ جس نے صدیوں تک سائنسی تحقیقات کو متاثر کیا۔

منطق اور سائنس میں خدمات

ارسطو کی سب سے زیادہ پائیدار شراکت میں سے ایک اس کی رسمی منطق کی ترقی تھی۔ اس نے syllogism کا نظام قائم کیا، استدلال کا ایک طریقہ جس میں دو احاطوں سے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

- تمام مرد فانی ہیں۔
- سقراط ایک آدمی ہے۔
- اس لیے سقراط فانی ہے۔

یہ منطقی فریم ورک استنباطی استدلال کی بنیاد بن گیا اور فلسفہ، ریاضی اور سائنس میں بعد کے مفکرین کو متاثر کیا۔ ارسطو نے قدرتی علوم میں بھی نمایاں خدمات انجام دیں۔ حیاتیات میں ان کا کام، ہسٹوریا اینیملیم، تجرباتی مشاہدے پر مبنی تھا، جانوروں کی ان کی خصوصیات کی بنیاد پر درجہ بندی کرتا تھا۔ اگرچہ بعد میں ان کے بہت سے حیاتیاتی نظریات پر نظر ثانی کی گئی، لیکن درجہ بندی اور مشاہدے پر ان کا زور جدید سائنسی درجہ بندی کا پیش خیمہ بن گیا۔ تاہم، طبیعیات میں ان کی تعلیم کم درست تھی۔ مثال کے طور پر، اس کا خیال تھا کہ اشیاء اپنے وزن کی بنیاد پر مختلف رفتار سے گرتی ہیں، اس تصور کو بعد میں گیلیلیو نے غلط ثابت کیا۔ ان غلطیوں کے باوجود، ارسطو کے سائنسی طریقہ نے منظم مطالعہ اور مشاہدے کی حوصلہ افزائی کی، ایک اصول جو سائنسی تحقیقات میں مرکزی حیثیت رکھتا ہے۔

اخلاقیات اور فضیلت کا تصور

ارسطو کا اخلاقی فلسفہ اس کی تصنیف نیکوماشین ایتھکس میں بہترین طور پر سمایا گیا ہے۔ افلاطون کے برعکس، جس نے انصاف اور اخلاقیات کی مثالی شکلوں پر توجہ مرکوز کی، ارسطو کی اخلاقیات عملی اور انسانی رویے اور خوشی پر مرکوز تھیں۔ اس نے یوڈیمونیا کا تصور متعارف کرایا، جس کا ترجمہ اکثر "پھلنے والی" یا "اچھی زندگی" کے طور پر کیا جاتا ہے۔ ارسطو کے مطابق، انسانی وجود کا مقصد یوڈیمونیا کا حصول ہے، جسے فضائل پر عمل کر کے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ فضیلت، ارسطو کے خیال میں، دو انتہاؤں کے درمیان ایک وسعت ہے۔ یہ نظریہ، جسے Doctrine of the Mean کہا جاتا ہے، بتاتا ہے کہ اخلاقی خوبی اعتدال میں ہے۔ مثال کے طور پر:

- ہمت بزدلی (کمی) اور لاپرواہی (زیادہ) کے درمیان ایک خوبی ہے۔
- سخاوت کنجوسی (کمی) اور اسراف (زیادہ) کے درمیان ایک خوبی ہے۔

ارسطو کا خیال تھا کہ فضیلت پیدائشی نہیں بلکہ عادت اور عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ اس کے اخلاقی فریم ورک نے اخلاقی ترقی کے

لیے ایک عملی رہنمائی فراہم کی، جو بعد کی فلسفیانہ روایات کو متاثر کرتی ہے، بشمول جدید اخلاقیات میں اخلاقیات

4.5.1 فلسفیانہ نظریات (Philosophical Ideas)

سیاسی فلسفہ اور مثالی ریاست

ارسطو کا سیاسی فلسفہ، جیسا کہ سیاست میں بیان کیا گیا ہے، اس کے عقیدے پر مبنی تھا کہ انسان "سیاسی جانور" ہیں جو فطری طور پر برادری اور حکمرانی کے خواہاں ہیں۔ افلاطون کے برعکس، جس نے یوٹوپیائی ریاست پر حکمرانی کرنے والے فلسفی بادشاہ کی وکالت کی، ارسطو نے شہریوں کی ضروریات پر مبنی عملی حکمرانی کی اہمیت پر زور دیا۔ اس نے حکومتوں کو تین اہم اقسام میں تقسیم کیا:

1. بادشاہت (ایک کی طرف سے حکمرانی)- اگر ایک انصاف پسند رہنما کی حکومت ہو تو اچھی ہو سکتی ہے لیکن یہ ظلم میں بدل سکتی ہے۔
2. اشرافیہ (چند لوگوں کی حکمرانی)- فائدہ مند ہو سکتا ہے اگر حکمران طبقہ نیک ہے لیکن وہ الیگر کی میں تنزلی کا شکار ہو سکتا ہے۔
3. جمہوریت (بہت سے لوگوں کی حکمرانی)—مساوات کو یقینی بنا سکتی ہے لیکن ہجوم کی حکمرانی میں اتر سکتی ہے۔

ارسطو نے ایک مخلوط حکومت کی حمایت کی جو بادشاہت، اشرافیہ اور جمہوریت کے عناصر کو متوازن رکھتی ہے، ایک ایسا نمونہ جس نے بعد میں آئینی حکومتوں کو متاثر کیا، بشمول روم اور جدید جمہوریہ۔

مابعد الطبیعیات اور حقیقت کی نوعیت

ارسطو کی مابعد الطبیعیات اس کے سب سے گہرے کاموں میں سے ایک ہے، جہاں وہ وجود اور حقیقت کی نوعیت کو دریافت کرتا ہے۔ اس نے مادہ کا تصور متعارف کرایا، جسے اس نے چیزوں کے جوہر کے طور پر بیان کیا جو انہیں وہی بناتے ہیں جو وہ ہیں۔ افلاطون کے برعکس، جو شکلوں کی تجریدی دنیا پر یقین رکھتا تھا، ارسطو نے دلیل دی کہ حقیقت انفرادی اشیاء اور ان کی خصوصیات میں موجود ہے۔ اس نے وجہ کا نظریہ بھی پیش کیا جو چار اسباب پر مشتمل ہے:

1. مادی وجہ - کوئی چیز کس چیز سے بنی ہے (مثال کے طور پر، ایک مجسمہ ماربل سے بنا ہے)۔
2. رسمی وجہ - کسی چیز کا ڈیزائن یا جوہر۔
3. موثر وجہ - وہ ایجنٹ جو کسی چیز کو وجود میں لاتا ہے (مثال کے طور پر، ایک مجسمہ ساز مجسمہ بناتا ہے)۔
4. حتمی وجہ - کسی چیز کا مقصد یا فعل (مثال کے طور پر، مجسمہ فنکارانہ اظہار کے لیے موجود ہے)۔

یہ فریم ورک بعد میں فلسفیانہ اور سائنسی تحقیقات کی بنیاد بن گیا، جس نے عہد وسطی کے علمی اور جدید مابعد الطبیعیاتی فکر کو متاثر کیا۔

مغربی افکار پر ارسطو کا اثر

مغربی فکر پر ارسطو کا اثر بے مثال ہے۔ ان کے کاموں کو قرون وسطی کے اسلامی فلسفیوں جیسے ابن سینا (Avicenna) اور ابن رشد (Averroes) نے محفوظ کیا اور ان کا مطالعہ کیا، جنہوں نے اس کے نظریات کو اسلامی فلسفے میں ضم کیا۔ یوروپی نشاۃ ثانیہ کے دوران،

اس کی تعلیمات کو زندہ کیا گیا اور اسکالسٹزم کا ایک سنگ بنیاد بن گیا، جس نے تھامس ایکیناس جیسی شخصیات کو متاثر کیا۔ منطق، اخلاقیات، سیاسی نظریہ اور سائنس میں ان کی شراکت نے جدید مضامین کی بنیاد رکھی۔ جدید سائنسی طریقہ کار کی ساخت، جمہوری طرز حکمرانی کی بنیاد، اور اخلاقیات کے اصول ان سب کی جڑیں ارسطو کے فلسفے سے ملتی ہیں۔ ارسطو کی میراث انسانی عقل اور تجسس کی طاقت کا ثبوت ہے۔ اس کی فلسفیانہ تحقیقات نے مابعدالطبیعات اور اخلاقیات سے لے کر سیاست اور سائنس تک مختلف شعبوں میں پھیلی ہوئی ہے، جس نے دو ہزار سال سے زیادہ عرصے تک فکری گفتگو کو تشکیل دیا۔ اپنے پیشروؤں کے برعکس، جنہوں نے مثالی شکلوں اور تجریدی نظریات پر زور دیا، ارسطو نے اپنے فلسفے کی بنیاد تجرباتی مشاہدے اور عملی حکمت پر رکھی۔ اس کا اثر جدید منطق، سیاسی نظریہ، سائنسی تحقیقات، اور اخلاقی فلسفے میں واضح ہے۔

4.6 ہیروڈوٹس (Herodotus)

ہیروڈوٹس (تقریبا 484-425 قبل مسیح)، جسے اکثر "تاریخ کا باپ" کہا جاتا ہے، ایک قدیم یونانی مورخ تھا۔ ان کا کام، تاریخ، تاریخی واقعات کو منظم اور تنقیدی طور پر ریکارڈ کرنے کی پہلی بڑی کوشش سمجھا جاتا ہے۔ ہیروڈوٹس کی داستانیں، اگرچہ بعض اوقات افسانوں اور لوک داستانوں کے عناصر پر مشتمل ہوتی ہیں، قدیم دنیا کے رسوم و رواج، روایات اور تنازعات کے بارے میں انمول بصیرت فراہم کرتی ہیں۔ یونانی-فارسی جنگوں، مصری رسم و رواج، اور فارسی سیاسی نظام کے بارے میں ان کے بیانات نے تاریخ نویسی پر انمٹ نشان چھوڑا ہے۔ یہ مضمون ہیروڈوٹس کی زندگی، کاموں، طریقہ کار اور میراث کی کھوج کرتا ہے، تاریخ میں ان کی شراکت اور بعد کی نسلوں پر اس کے اثرات پر زور دیتا ہے۔ ہیروڈوٹس کو تاریخ کا بانی مانا جاتا ہے۔ کیونکہ اس نے علم کی ایک شاخ کی حیثیت سے اس کو متعارف کرایا۔ تاریخ جو حقائق، کہانیوں، اساطیر سازی اور سیرت کا مجموعہ تصور کی جاتی تھی، اس کو حقائق کو جانچ اور تحقیق و اعتماد کو بنیاد بنا کر نئے معنی دیئے۔ اس نے فارس کی جنگوں کا تفصیل سے ذکر کیا۔ اس نے متعدد سفر کئے اور مختلف ممالک کے بارے میں معلومات جمع کیں۔ اس نے ہمیشہ کسی بھی واقعہ کو قلمبند کرنے سے قبل اس کی تحقیق و تجزیہ کیا۔ انسانی وجود پر اپنی فکر کو مرکوز کیا۔

ہیروڈوٹس کی زندگی اور پس منظر

ہیروڈوٹس تقریباً 484 قبل مسیح میں ایشیا مائنر (جدید دور کا بودرم، ترکی) کے یونانی شہر ہالی کارناسس میں پیدا ہوا تھا، جو اس وقت فارسی حکمرانی کے تحت تھا۔ اس کی ابتدائی زندگی کچھ غیر واضح ہے، لیکن یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ایک امیر اور بااثر خاندان سے آیا تھا۔ اس کے وسیع سفر سے پتہ چلتا ہے کہ اس کے پاس کافی وسائل تک رسائی تھی، جس سے وہ بحیرہ روم اور مشرق وسطیٰ کے پار سفر کرنے کے قابل تھا۔ ہیروڈوٹس نے وسیع پیمانے پر سفر کیا، مصر، فارس، بابل، اور کئی یونانی شہر ریاستوں کا دورہ کیا، اور تاریخی واقعات کے پہلے ہاتھ سے اکاؤنٹس اکٹھا کیا۔ مختلف ثقافتوں کے ساتھ اس کے تجربات اور تعاملات نے اس کے کام کو نمایاں طور پر متاثر کیا، جس سے ان لوگوں اور مقامات کے بارے میں بھرپور تفصیلات فراہم کی گئیں جن کا اس نے سامنا کیا۔ سابقہ یونانی مصنفین کے برعکس جنہوں نے افسانوں یا شاعرانہ افسانوں پر توجہ مرکوز کی، ہیروڈوٹس نے حقیقی واقعات کو دستاویز کرنے اور ان کے اسباب کی وضاحت کرنے کی کوشش کی۔

تاریخ کی ساخت اور موضوعات

ہیروڈوٹس کی 'ہسٹریز' (*Histories*) ایک یادگار کام ہے جسے نو کتابوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ہر ایک کا نام ایک میوز کے نام پر رکھا گیا ہے۔ تاریخ کا بنیادی مرکز گریکو-فارسی جنگیں ہیں، لیکن اس میں وسیع نسلی، جغرافیائی اور ثقافتی وضاحتیں بھی شامل ہیں۔ متن فارسی کی توسیع، یونانی مزاحمت، اور جنگ کے بنیادی محرکات کا گہرائی سے تجزیہ فراہم کرتا ہے۔ ہسٹریز، درج ذیل کلیدی موضوعات کا احاطہ کرتی ہے:

- مشرق اور مغرب کے درمیان تصادم: ہیروڈوٹس نے فارسی جنگوں کو آزادی کے یونانی آئیڈیل اور فارسی استبداد کے درمیان تصادم کے طور پر پیش کیا ہے۔
- ثقافتی تنوع: اس کا کام مختلف معاشروں کے تفصیلی مشاہدات سے بھرا ہوا ہے، مصری مذہبی طریقوں سے لے کر سیتھیائی خانہ بدوش رسم و رواج تک۔
- انسانی فطرت اور تقدیر: ہیروڈوٹس اکثر تاریخی واقعات کی تشکیل میں تقدیر، الٰہی مداخلت اور انسانی ایجنسی کے کردار پر بحث کرتا ہے۔
- انکوائری اور تصدیق: وہ اکثر ایک واقعہ کے متعدد ورژن کو تسلیم کرتا ہے اور مشکوک دعووں کا سامنا کرنے پر شکوک کا اظہار کرتا ہے۔

4.6.1 ہیروڈوٹس کا تاریخی طریقہ کار (Historical Methodology of Herodotus)

تاریخ نگاری میں ہیروڈوٹس کی سب سے قابل ذکر شراکت میں سے ایک معلومات کو جمع کرنے اور پیش کرنے کے بارے میں اس کا نقطہ نظر ہے۔ اس کا طریقہ کار، اگرچہ جدید معیارات کے مطابق سختی سے تجرباتی نہیں تھا، لیکن اس کے وقت کے لیے اختراعی تھا۔

زبانی شہادتوں کا استعمال: ہیروڈوٹس نے زبانی اکاؤنٹس، انٹرویوز، اور عینی شاہدین کی شہادتوں پر بڑے پیمانے پر انحصار کیا۔ اپنے سفر کے دوران، اس نے مقامی باشندوں سے کہانیاں ریکارڈ کیں اور انہیں اپنی داستانوں میں ضم کیا۔ اگرچہ یہ طریقہ متنوع نقطہ نظر کے ایک بھرپور مجموعہ کی اجازت دیتا ہے، اس نے ممکنہ تعصبات اور غلطیاں بھی متعارف کرائی ہیں۔

تقابلی تجزیہ: ایک نقطہ نظر پیش کرنے کے بجائے، ہیروڈوٹس نے اکثر ایک ہی واقعہ کے مختلف اکاؤنٹس کا موازنہ کیا۔ مثال کے طور پر، فارسی جنگوں کی ابتداء کو بیان کرتے وقت، وہ یونانی اور فارسی نقطہ نظر فراہم کرتا ہے، جس سے قارئین مختلف تشریحات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔

جغرافیہ اور ثقافت پر توجہ: ہیروڈوٹس کو جغرافیہ اور نسلیات میں گہری دلچسپی تھی۔ دریائے نیل کے سیلاب، مصریوں کے رسوم و رواج اور فارسیوں کے سیاسی نظام کے بارے میں ان کی وضاحتیں وسیع تر سماجی اور ماحولیاتی فریم ورک کے اندر تاریخی واقعات کو سیاق و سباق میں ڈھالنے کی ان کی خواہش کی نشاندہی کرتی ہیں۔

4.6.2 ہیروڈوٹس کی تنقید (Criticism of Herodotus)

اپنے اہم کام کے باوجود، ہیروڈوٹس کو زمانہ قدیم سے ہی تنقید کا سامنا ہے۔ اس کی داستانوں میں افسانوی یا مبالغہ آمیز عناصر کو شامل کرنے کے اس کے رجحان نے کچھ اسکالرز کو اس پر "جھوٹ کا باپ" قرار دیا۔

مبالغہ آرائی اور افسانہ: ہیروڈوٹس کے کھاتوں میں بعض اوقات حیرت انگیز تفصیلات شامل ہوتی ہیں، جیسے کہ ہندوستان میں دیو ہیکل چیونٹیاں جو سونے کی کان کنی کرتی ہیں یا دیوتاؤں کی معجزاتی مداخلت کرتی ہیں۔ اگرچہ یہ کہانیاں اس وقت کی زبانی روایات کی عکاسی کر سکتی ہیں، لیکن انھوں نے بطور مؤرخ اس کی وشوسنییتا پر سوالات اٹھائے ہیں۔

یونانیوں کی طرف تعصب: اگرچہ ہیروڈوٹس نے فارسی حکمرانی اور رسم و رواج کی تعریف کی، لیکن اس نے عام طور پر یونانیوں کو مشرقی ظلم کے خلاف آزادی اور تہذیب کے محافظ کے طور پر پیش کیا۔ اس یونان مرکوز نقطہ نظر کو پیچیدہ سیاسی حقائق کو زیادہ آسان بنانے کے لیے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

منظم تاریخ کا فقدان: تھوسیڈائڈس جیسے بعد کے مورخین کے برعکس، ہیروڈوٹس نے واقعات کے لیے کوئی سخت تاریخ ساز ترتیب قائم نہیں کی۔ اس کی داستانی ساخت، دلچسپ ہونے کے باوجود، کبھی کبھی ان میں ہم آہنگی کا فقدان ہوتا ہے اور اس کی پیروی کرنا مشکل ہو سکتا ہے۔

4.6.3 تاریخ نویسی پر ہیروڈوٹس کا اثر (Impact of Herodotus on Historiography)

ان تنقیدوں کے باوجود تاریخ میں ہیروڈوٹس کی شراکتیں ناقابل تردید ہیں۔ انہوں نے تاریخی تحریر میں شواہد، متعدد تناظر اور ثقافتی سیاق و سباق کی اہمیت پر زور دیتے ہوئے تنقیدی تفتیش کے عمل کا آغاز کیا۔ تھوسیڈائڈس: ایتھنیائی مورخ تھوسیڈائڈس، جس نے 'پیلوپونیشین جنگ کی تاریخ' لکھی، نے جزوی طور پر ہیروڈوٹس کے جواب میں، زیادہ تجزیاتی اور تجرباتی انداز اپنایا۔ تاہم، اس نے تاریخی طریقہ کار کی تشکیل میں ہیروڈوٹس کے بنیادی کردار کو تسلیم کیا۔ رومن مورخین: لیوی اور ٹیسیٹس جیسے مورخین نے ہیروڈوٹس کے بیانیہ انداز اور ثقافتی تجزیوں سے تحریک حاصل کی۔ اسلامی مورخین: قرون وسطی کے اسکالرز جیسے الطبری اور ابن خلدون نے بھی ہیروڈوٹس کی طرح کے طریقے استعمال کیے، جس میں نسلی اور تقابلی تاریخی نقطہ نظر کو شامل کیا گیا۔ تاریخ نگاری میں، ہیروڈوٹس کو ثقافتی تجزیہ میں ان کی اہم کوششوں اور انسانی معاملات کی پیچیدگی کو تسلیم کرنے کے لیے سراہا جاتا ہے۔ ان کا کام قدیم تہذیبوں کا مطالعہ کرنے والے مورخین کے لیے ایک قیمتی ذریعہ ہے، جو مختلف معاشروں کے باہم مربوط ہونے کی بصیرت پیش کرتا ہے۔

4.7 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

افلاطون کی فلسفیانہ خدمات بے مثال ہیں، جو دو ہزار سال سے زیادہ عرصے سے مغربی فکر کے فکری منظر نامے کو تشکیل دے رہی ہیں۔ اس کی تھیوری آف فارمز، علمیات، سیاسی فلسفہ، اخلاقیات، اور تعلیم میں شراکت اسکالرز اور پالیسی سازوں کو متاثر کرتی رہتی ہے۔ اپنے

مکالموں کے ذریعے،اس نے انسانی معاملات میں عقل کے کردار پر زور دیتے ہوئے وجود، علم اور حکمرانی کی بنیادی سچائیوں سے پردہ اٹھانے کی کوشش کی۔اس کی میراث جدید فلسفہ، سیاسی نظریہ،اور تعلیم میں پائی جاتی ہے، یہ ثابت کرتی ہے کہ اس نے جو سوالات اٹھائے ہیں وہ آج بھی اتنے ہی متعلقہ ہیں جتنے کہ قدیم یونان میں تھے۔ افلاطون، حقیقی معنوں میں، مغربی فلسفے کا معمار ہے، جس کے نظریات حکمت اور انصاف کی تلاش میں انسانیت کی رہنمائی کرتے رہیں گے۔اس کے علاوہ فلسفے کے عظیم ترین ذہنوں میں سے ایک کے طور پر، ارسطو کی تعلیمات اسکالرز، سائنسدانوں اور فلسفیوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں۔ علم اور عقلی تحقیقات سے اس کی وابستگی دانشورانہ تلاش کے لیے ایک لازوال نمونے کے طور پر کام کرتی ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حکمت کی تلاش ایک ایسا سفر ہے جو وقت اور ثقافت سے بالاتر ہے۔ ہیروڈوٹس کی تاریخ،تاریخ کے میدان میں ایک تاریخی کارنامہ کے طور پر کھڑی ہے۔ اپنے وسیع سفر، استفسار پر مبنی طریقہ کار،اور دلچسپ کہانی سنانے کے ذریعے،اس نے ایک نظم و ضبط کے طور پر تاریخی تحریر کی بنیاد رکھی۔ اگرچہ اس کے کام میں افسانہ اور کبھی کبھار تعصب کے عناصر شامل ہیں، ثقافتی تنوع، متعدد نقطہ نظر،اور تاریخی واقعات کے اسباب پر اس کا زور اثر انداز رہتا ہے۔اس کی میراث نہ صرف تاریخ کے مطالعہ میں بلکہ انسانی معاشروں اور ان کے باہمی تعاملات کی وسیع تر تعریف میں بھی پائی جاتی ہے۔ ہیروڈوٹس، حقیقی معنوں میں "تاریخ کا باپ"، پوری دنیا کے مورخین اور دانشوروں کو متاثر کرتا رہتا ہے۔

کل ملا کر افلاطون، ارسطو،اور ہیروڈوٹس نے انسانی فکر پر گہرے نقوش چھوڑے،اور ہر ایک نے فلسفہ اور علم کے مختلف پہلوؤں کو شکل دی۔ افلاطون کی نظریۂ اشکال اور انصاف کی تلاش نے سیاسی اور مابعد الطبیعیاتی مباحث کو متاثر کیا۔ ارسطو کے تجرباتی طریقہ کار اور منطقی استدلال نے سائنسی تحقیق کی بنیاد رکھی۔ اسی طرح، ہیروڈوٹس کی تاریخ نویسی کی جدید تکنیک نے تجزیاتی اور ثقافتی تفہیم کے اصول متعارف کروائے۔ ان تینوں مفکرین کے نظریات آج بھی دنیا بھر کے اسکالرز، فلسفیوں،اور مؤرخین کے لیے مشعلِ راہ ہیں،اور یہ ثابت کرتے ہیں کہ قدیم یونان کی علمی وراثت آج بھی اتنی ہی متعلقہ ہے جتنی کہ ماضی میں تھی۔ ان کی خدمات فلسفہ، اخلاقیات، سیاست،اور تاریخ نویسی کے بنیادی اصولوں کے طور پر نسلوں تک زندہ رہیں گی

4.8 فرہنگ (Glossary)

افلاطون(Plato)	ارسطو(Aristotle)
ہیروڈوٹس(Herodotus)	نظریۂ اشکال(Theory of Forms)
وسیلۂ اعتدال(Doctrine of the Mean)	جمہوریت(Democracy)
فلسفی بادشاہ(Philosopher King)	منطق(Logic)
تاریخ نویسی(Historiography)	مابعد الطبیعیات(Metaphysics)
سیاست(Politics)	یونانی فلسفہ(Greek Philosophy)

4.9 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

4.9.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. افلاطون کا یہ نظریہ کہ طبعی دنیا ایک اعلیٰ، غیر متبدل حقیقت کا نامکمل عکس ہے، کیا کہلاتا ہے؟

(الف) وسیلۂ اعتدال　　(ب) نظریۂ اشکال (Theory of Forms)

(ج) سلوازم　　(د) چار اسباب کا نظریہ

2. ارسطو نے ایتھنز میں کس تعلیمی ادارے کی بنیاد رکھی؟

(الف) اکیڈمی　　(ب) لائسیم　　(ج) باغ　　(د) اسٹوآ

3. "تاریخ کا باپ" کا لقب عام طور پر کس یونانی مورخ کو دیا جاتا ہے؟

(الف) تھوسیڈائڈس　　(ب) زینوفون　　(ج) ہیروڈوٹس　　(د) پلوٹارک

4. منطق میں استدلال کا وہ طریقہ جس میں دو بنیادوں سے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے، جسے ارسطو نے وضع کیا، کیا کہلاتا ہے؟

(الف) جدلیات (Dialectic)　　(ب) مابعد الطبیعیات (Metaphysics)

(ج) سلوازم (Syllogism)　　(د) علمیات (Epistemology)

5. ہیروڈوٹس نے اپنی مشہور کتاب 'ہسٹریز' میں بنیادی طور پر کس تاریخی واقعہ کو تفصیل سے بیان کیا ہے؟

(الف) پیلوپونیشین جنگ　　(ب) سکندر اعظم کی فتوحات　　(ج) یونانی-فارسی جنگیں　　(د) ٹروجن جنگ

4.9.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. افلاطون کی "نظریۂ اشکال (Theory of Forms)" کی وضاحت کریں۔
2. ہیروڈوٹس نے تاریخ نویسی میں کون سی نئی روایت متعارف کروائی؟
3. افلاطون کے سیاسی نظریات کا ارسطو کے ساتھ موازنہ کریں۔

4.9.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. افلاطون، ارسطو، اور ہیروڈوٹس کی فلسفیانہ خدمات کا موازنہ کریں اور ان کی جدید دنیا پر اثرات کا تجزیہ کریں۔
2. ہیروڈوٹس کی تاریخ نویسی میں استعمال ہونے والے طریقہ کار کا تجزیہ کریں اور یہ وضاحت کریں کہ اس نے تاریخ نگاری کے اصولوں کو کس طرح تشکیل دیا۔

اکائی 5۔ میسوپوٹامیائی تہذیب کی ابتدا اور ارتقا

(Origin and Development of Mesopotamian Civilisation)

اکائی کے اجزا

5.0 تمہید

5.1 مقاصد

5.2 جغرافیائی خصوصیات

5.3 زراعت کا آغاز

5.3.1 شمالی میسوپوٹامیہ

5.3.2 جنوبی میسوپوٹامیہ

5.4 دھات سازی کی ترقی

5.5 آبپاشی نظام

5.6 پہیہ اور ہل کا استعمال

5.7 تحریر کا ارتقا

5.8 شہروں کی نشو نما

5.9 طبقاتی سماج کا ابھرنا

5.10 اکتسابی نتائج

5.11 فرہنگ

5.12 نمونہ امتحانی سوالات

5.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات

5.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات

5.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

5.0 تمہید (Introduction)

جدید حجری دور (Neolithic) کی خوراک پیدا کرنے والی ابتدائی برادریوں سے لے کر کانسے کے دور (Bronze Age) کی پیچیدہ شہری تہذیبوں تک انسانی معاشرے کا پہلا عظیم ارتقا میسوپوٹامیہ کی زرخیز سرزمین پر ہوا۔ میسوپوٹامیہ، جو آج کل زیادہ تر جدید عراق پر مشتمل ہے، کو بجا طور پر 'تہذیب کا گہوارہ' (Cradle of Civilisation) کہا جاتا ہے کیونکہ یہیں انسانی تاریخ کی چند اہم ترین ایجادات ہوئیں، جن میں پہیے کی ایجاد، ابتدائی اناج کی فصلوں کی کاشت، تحریر کا فن، ریاضی، فلکیات اور منظم زراعت شامل ہیں۔ دنیا کی قدیم ترین کانسے کے دور کی تہذیب، سمیری تہذیب اسی خطے کی دین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جدید حجری دور سے کانسے کے دور میں عبور کی کسی بھی بحث میں میسوپوٹامیہ کو ایک مرکزی اور غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔ یہ اکائی اسی عظیم ارتقائی عمل کا گہرائی سے جائزہ لیتی ہے۔ ہم اس بات کا کھوج لگائیں گے کہ کس طرح ابتدائی زرعی بستیاں آہستہ آہستہ دنیا کے پہلے شہروں میں تبدیل ہوئیں اور اس عمل میں جغرافیائی حالات، تکنیکی ایجادات اور سماجی تنظیم نے کیا کردار ادا کیا۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ یہ تبدیلی کوئی اچانک رونما ہونے والا واقعہ نہیں تھا، بلکہ یہ ہزاروں سال پر محیط ایک ارتقائی عمل تھا جس کے نتائج انقلابی تھے۔ ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے اس خطے میں اتنے جامع اور وسیع شواہد دریافت کیے ہیں کہ وہ ابتدائی خوراک پیدا کرنے والے سماج سے لے کر دھات استعمال کرنے والے شہری معاشرے کے ابھرنے تک کی مرحلہ وار داستان کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اس اکائی کا مقصد اسی داستان کو واضح کرنا ہے، جس میں جغرافیائی خصوصیات کے اثرات، زراعت اور دھات کاری کی ترقی، آبپاشی جیسے نظاموں کی اہمیت اور پہیے، ہل اور تحریر جیسی انقلابی ایجادات کا تفصیلی تجزیہ شامل ہے۔ ان تمام عوامل نے مل کر نہ صرف شہروں کو جنم دیا بلکہ ایک طبقاتی سماج کی بنیاد بھی رکھی، جس نے انسانی سماج کی شکل ہمیشہ کے لیے بدل دی۔

5.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- میسوپوٹامیا کی جغرافیائی خصوصیات جان سکیں گے۔
- میسوپوٹامیا میں زراعت کے آغاز، آبپاشی نظام اور دھات کے استعمال کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- میسوپوٹامیائی تہذیب میں تحریر کے ارتقا اور شہروں کی نشو نما پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- میسوپوٹامیا میں طبقاتی سماج کے ابھرنے کے اسباب اور نتائج کا جائزہ لے سکیں گے۔

5.2 جغرافیائی خصوصیات (Geographical Features)

میسوپوٹامیہ کی تہذیب کے ارتقاء کو اس کی منفرد جغرافیائی خصوصیات کے تناظر میں ہی صحیح طور پر سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ خطہ ایک وسیع تر علاقے کا حصہ ہے جسے بیسویں صدی کے مصری مطالعات کے ماہر جیمز ہنری بریسٹڈ (James Henry Breasted) نے 'زرخیز ہلال' (Fertile Crescent) کا نام دیا تھا۔ یہ ہلال نما خطہ خلیج فارس سے شروع ہو کر بحیرۂ روم کے مشرقی ساحلوں تک پھیلا ہوا

ہے اور اسے افریقہ اور یوریشیا کے درمیان ایک پل کی حیثیت حاصل ہے، جس کی وجہ سے یہاں حیاتیاتی اتھل پتھل اور رنگا رنگی بہت زیادہ تھی۔ اسی علاقے میں وہ آٹھ بنیادی فصلیں (مثلاً گیہوں، جو، دالیں) اور اہم پالتو جانور (مثلاً گائے، بھیڑ، بکری) قدرتی طور پر پائے جاتے تھے جنہوں نے زرعی انقلاب کی بنیاد رکھی۔ اس زرخیز ہلال کے قلب میں میسوپوٹامیہ کی سرزمین واقع ہے، جس کا مطلب یونانی زبان میں ہوتا ہے 'دو دریاؤں کے درمیان کی زمین'۔ یہ دو عظیم دریا، دجلہ (Tigris) اور فرات (Euphrates) ہیں، جو مشرقی اناطولیہ کے طوروس اور آرمینیائی پہاڑوں سے نکل کر جنوب کی طرف بہتے ہیں اور اپنے ساتھ لائی ہوئی زرخیز مٹی (silt) کو جنوبی میدانوں میں بچھا دیتے ہیں، اور بالآخر خلیج فارس میں جا گرتے ہیں۔ مجموعی طور پر، میسوپوٹامیہ کو دو بالکل مختلف جغرافیائی حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: شمالی اور جنوبی میسوپوٹامیہ۔

شمالی میسوپوٹامیہ: یہ علاقہ، جسے قدیم زمانے میں آشور (Assyria) اور عربی میں الجزیرہ کہا جاتا تھا، زاگروس پہاڑوں سے لے کر وسطی دجلہ تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ ایک پہاڑ کا دامن (piedmont) اور میدانی علاقہ ہے جہاں سالانہ 200 ملی میٹر سے زیادہ بارش ہوتی ہے جو کم آبپاشی کی زراعت کے لیے کافی تھی۔ یہاں کا ماحول نسبتاً معتدل تھا اور ابتدائی زرعی بستیوں کے قیام کے لیے موزوں تھا۔

جنوبی میسوپوٹامیہ: یہ علاقہ، جو قدیم سمیر (Sumer) اور عکاد (Akkad) پر مشتمل تھا اور بعد میں بابل (Babylonia) کہلایا، وسطی دجلہ سے خلیج فارس تک پھیلا ہوا ایک وسیع میدانی علاقہ ہے۔ یہ خطہ انتہائی ہموار ہے۔ بغداد سے خلیج فارس تک تقریباً 400 کلومیٹر کے فاصلے میں زمین کی سطح صرف 30 میٹر (100 فٹ) نیچے آتی ہے۔ اس ہمواری کی وجہ سے دریاؤں کا بہاؤ بہت سست تھا، جس سے مٹی کے ذخائر تو بہت جمع ہوتے تھے لیکن پانی کی قدرتی نکاسی تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی، جس کے نتیجے میں وسیع دلدلی علاقے بن گئے تھے۔ یہاں بارش نہ ہونے کے برابر ہوتی تھی اور زراعت مکمل طور پر دریاؤں کے پانی پر منحصر تھی۔

میسوپوٹامیہ کا جغرافیہ بیک وقت چیلنج اور موقع کی ایک بہترین مثال پیش کرتا ہے۔ دریاؤں نے پینے کا پانی، آبپاشی اور نقل و حمل کے راستے فراہم کیے، لیکن ان میں آنے والے سیلاب غیر متوقع اور تباہ کن بھی ہو سکتے تھے جو پوری بستیوں کو بہا لے جاتے تھے۔ جنوبی میسوپوٹامیہ کی زمین ناقابل یقین حد تک زرخیز تھی، لیکن اس کی صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کے لیے بے پناہ اور منظم انسانی کوشش کی ضرورت تھی۔ سیلابوں پر قابو پانے، خشک مہینوں کے لیے پانی ذخیرہ کرنے اور کھیتوں تک پانی پہنچانے کے لیے نہروں، بندوں اور آبی ذخائر کا ایک پیچیدہ نظام تعمیر کرنا لازمی تھا۔ مزید برآں، اس خطے میں پتھر، لکڑی اور دھاتوں جیسے اہم قدرتی وسائل کی شدید کمی تھی، جس نے زرعی پیداوار کے بدلے ان اشیاء کو حاصل کرنے کے لیے طویل فاصلے کی تجارت کو فروغ دیا۔ یہی جغرافیائی چنوتیاں دراصل سماجی پیچیدگی کی سب سے بڑی محرک ثابت ہوئیں۔ شمالی میسوپوٹامیہ کے نسبتاً آسان ماحول میں جہاں بارش پر مبنی زراعت ممکن تھی، صدیوں تک چھوٹی اور سادہ زرعی بستیاں قائم رہیں۔ اس کے برعکس، جنوبی میسوپوٹامیہ کا ماحول، جو اپنی زرخیزی کے باوجود بغیر انسانی مداخلت کے رہنے کے لائق نہیں تھا، نے یہاں کے باشندوں کو مجبور کیا کہ وہ بڑے پیمانے پر اور مل جل کر کام کریں۔ نہروں کی کھدائی اور دیکھ بھال کے لیے منصوبہ بندی، قیادت

اور ایک مرکزی اقتدار کی ضرورت تھی جو محنت اور پانی کی تقسیم کو منظم کر سکے۔ یہی اقتدار آگے چل کر مندروں کی شکل میں ابھرا اور اسی نے ان پیچیدہ سماجی ڈھانچوں کی بنیاد رکھی جنہیں ہم تہذیب کہتے ہیں۔ اس طرح، جنوبی میسوپوٹامیہ کے ماحول کی سختی اور صلاحیت نے ہی یہاں دنیا کی پہلی شہری تہذیب کو فروغ دیا۔

5.3 زراعت کا آغاز (Beginning of Agriculture)

5.3.1 شمالی میسوپوٹامیہ (Northern Mesopotamia)

شمالی میسوپوٹامیہ، جہاں بارش پر مبنی زراعت ممکن تھی، جدید حجری دور کی اولین بستیوں کا مرکز تھا۔ زاگروس پہاڑی سلسلے میں علی کوش (Ali Kosh) جیسے مقامات پر تقریباً 7500 قبل مسیح میں زراعت کے آغاز کے شواہد ملے ہیں۔ 8000 قبل مسیح اور 6000 قبل مسیح کے درمیان، اس خطے میں بہت سے جدید حجری گاؤں ابھرے، جنہوں نے بتدریج ترقی کرتے ہوئے تین بڑی اور ممتاز ثقافتوں کو جنم دیا: حسونہ، سامرہ اور حلاف۔

حسونہ ثقافت (Hassuna Culture, c. 6000-5500 BC): یہ ثقافت شمالی عراق کے بارش والے علاقوں میں پھیلی ہوئی چھوٹی بستیوں پر مشتمل تھی۔ اس کے گاؤں 2 سے 8 ایکڑ پر محیط ہوتے تھے اور یہاں کے لوگ مٹی کی اینٹوں سے بنے کئی کمروں والے مکانات میں رہتے تھے جو ایک کھلے صحن کے گرد تعمیر کیے جاتے تھے۔ ان کی معیشت گیہوں اور جو کی خشک کھیتی اور بھیڑ، بکری، گائے اور خنزیر پالنے پر مبنی تھی۔ حسونہ کے لوگ اپنے خاص قسم کی مٹی کے برتنوں کے لیے جانے جاتے ہیں، جن پر سرخی مائل رنگ سے لکیروں والے ڈیزائن بنے ہوتے تھے۔ آثارِ قدیمہ سے ملنے والے اوزار جیسے درانتیاں، پیسنے کے پتھر، اناج کے ذخیرے اور تندور ایک مستحکم زرعی زندگی کی عکاسی کرتے ہیں۔ سماجی طور پر، حسونہ معاشرہ زیادہ تر مساویانہ تھا اور یہاں طبقاتی تقسیم کے واضح ثبوت نہیں ملتے۔

سامرہ ثقافت (Samarra Culture, c. 5500-4800 BC): یہ ثقافت ایک اہم موڑ کی نمائندگی کرتی ہے کیونکہ اس کے لوگ شمالی میسوپوٹامیہ کے زیادہ خشک علاقوں اور جنوبی میدانوں کے کناروں کی طرف منتقل ہوئے، جہاں بارش قابل اعتماد نہیں تھی۔ اس چیلنج سے نمٹنے کے لیے، سامرہ کے لوگوں نے تاریخ میں پہلی بار آبپاشی کی ابتدائی تکنیکوں کا استعمال شروع کیا3۔ چوغامامی اور تل الصوان جیسی بستیوں میں کھیتوں تک پانی پہنچانے کے لیے کھودی گئی ابتدائی نہروں کے شواہد ملے ہیں۔ آبپاشی کی بدولت ان کی بستیاں حسونہ کے دیہاتوں سے بڑی تھیں، جن کی آبادی 1000 افراد تک پہنچ جاتی تھی۔ ان بستیوں کے گرد دفاعی خندقوں اور دیواروں کی موجودگی بڑھتے ہوئے سماجی تناؤ اور ممکنہ طور پر وسائل پر جھگڑوں کی نشاندہی کرتی ہے۔ ان کی خوبصورت اور متحرک تصاویر والی مٹی کے برتن اور امیر تدفین کے سامان سماجی طبقاتی تقسیم کے آغاز کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔

حلاف ثقافت (Halaf Culture, c. 5500-4500 BC): حلاف ثقافت کو شمالی میسوپوٹامیہ میں جدید حجری دور کے فنی عروج کا زمانہ سمجھا جاتا ہے۔ یہ اپنے شاندار اور اعلیٰ معیار کے ہاتھ سے بنے مٹی کے برتنوں کے لیے مشہور ہیں، جنہیں قدیم میسوپوٹامیہ کے

سب سے خوبصورت برتنوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ان برتنوں پر پیچیدہ ہندسی اور جانوروں کے ڈیزائن بنے ہوتے تھے اور انہیں بہت زیادہ درجہ حرارت پر پکایا جاتا تھا جس سے ان میں ایک خاص چمک پیدا ہوتی تھی۔ حلاف کے برتنوں کا زاگروس پہاڑوں سے لے کر بحیرۂ روم تک وسیع پیمانے پر پایا جانا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ ان کے تجارتی تعلقات بہت وسیع تھے۔اسی ثقافت میں پہلی بار مہروں(stamp seals)کا استعمال شروع ہوا۔اپنی فنی مہارت کے باوجود، حلاف کے لوگ زیادہ تر چھوٹے اور مساویانہ دیہاتوں میں رہتے تھے اور ان کی زراعت کا انحصار بارش پر ہی تھا۔

5.3.2 جنوبی میسوپوٹامیہ (Southern Mesopotamia)

جنوبی میسوپوٹامیہ کے بنجر لیکن انتہائی زرخیز میدانوں میں آبادکاری کا عمل تقریباً 5300 قبل مسیح کے بعد شروع ہوا۔ یہ غالباً سامرہ ثقافت کے وہ کسان تھے جو آبپاشی کی ابتدائی تکنیکوں سے واقف تھے اور انہوں نے اس مشکل ماحول کو اپنانے کی پہلی کوشش کی۔ یہاں کی ترقی کا دارومدار مکمل طور پر مصنوعی آبپاشی کے نظام پر تھا، جس کی وجہ سے یہاں یکے بعد دیگرے تین اہم ثقافتوں نے ترقی پائی جنہوں نے بالآخر شہری تہذیب کی بنیاد رکھی۔

العبید ثقافت (Ubaid Culture, c. 5500-3800 BC): یہ جنوبی میسوپوٹامیہ کے ماحول کو اپنانے کی پہلی بڑی اور کامیاب کوشش تھی۔انہوں نے قدرتی ندی نالوں اور نہروں کا جال بچھا کر آبپاشی کے نظام کو وسعت دی۔ان کی خوراک میں گیہوں اور جو کے علاوہ مچھلی اور کھجوریں بھی شامل تھیں۔اس دور کی سب سے اہم پیشرفت ایک مرکزی ادارے کے طور پر مندر کا ابھرنا تھا۔اریدو(Eridu) جیسے مقامات پر چھوٹی زیارت گاہوں سے شروع ہو کر، یہ مندر دھیرے دھیرے بڑی اور یادگار عمارتوں میں تبدیل ہو گئے، جو نہ صرف مذہبی بلکہ سماجی اور معاشی سرگرمیوں کا بھی مرکز بن گئے۔

اروک دور (Uruk Period, c. 4000-3100 BC): یہ دور میسوپوٹامیہ کی تاریخ میں 'شہری انقلاب' کا دور کہلاتا ہے۔اس عرصے میں زراعت میں انقلابی ایجادات (جیسے جانوروں سے کھینچے جانے والے ہل) اور آبپاشی کی بہتر تکنیکوں کی بدولت زرعی پیداوار میں بے پناہ اضافہ ہوا۔اس زرعی فراوانی نے آبادی میں دھماکہ خیز اضافے کو ممکن بنایا اور بستیاں تیزی سے پھیل کر دنیا کے پہلے شہروں میں تبدیل ہو گئیں۔ خود، اروک شہر کا رقبہ 250 ہیکٹر تک پھیل گیا۔اس دور میں مندر جیسے اروک کا اینا(*Eanna*) کمپلیکس بہت بڑے معاشی اداروں کی شکل اختیار کر گئے جو زمین، محنت اور فاضل پیداوار کو منظم کرتے تھے۔اسی انتظامی پیچیدگی نے تحریر کی ایجاد کو ممکن بنایا۔

جمدت نصر دور (Jemdet Nasr Period, c. 3100-2900 BC): یہ اروک دور کے اواخر اور ابتدائی خاندانی دور (Early Dynastic) کے آغاز کے درمیان ایک عبوری مرحلہ ہے۔اسے اکثر آخری اروک دور کا تسلسل ہی سمجھا جاتا ہے۔اس دور میں شہری مراکز مزید مستحکم ہوئے اور سمیری تہذیب اپنی مکمل شکل میں ابھر کر سامنے آئی، جس نے آنے والی صدیوں کے لیے میسوپوٹامیہ کی تاریخ کی سمت متعین کر دی۔

شمالی اور جنوبی میسوپوٹامیہ کی ان ثقافتوں کا ارتقاء دو مختلف راستوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ شمال میں، جہاں بارش پر مبنی زراعت ممکن تھی، ترقی کا محور مادی ثقافت (جیسے حلاف کے برتن) اور وسیع تجارتی تعلقات پر رہا، جب کہ سماجی ڈھانچہ نسبتاً سادہ رہا۔ اس کے برعکس، جنوب میں آبپاشی کی اجتماعی اور منظم ضرورت نے ایک مرکزی اور طبقاتی معاشرے کو جنم دیا، جہاں مندر جیسی تنظیم وسائل اور محنت کو کنٹرول کرتی تھی۔ یہی جنوبی نمونہ تھا جو بالآخر زیادہ پیچیدہ، زیادہ طاقتور اور زیادہ پائیدار ثابت ہوا اور اسی نے شہری تہذیب کی بنیاد رکھی۔

ثقافت	دورانیہ	جغرافیائی علاقہ	زراعت کی بنیاد	مٹی کے برتن	سماجی ساخت
حسونہ (Hassuna)	c. 6000-5500 BC	شمالی میسوپوٹامیہ (بارش والے علاقے)	خشک کھیتی (Rain-fed)	سادہ، لکیری ڈیزائن والے	زیادہ تر مساوی، چھوٹے گاؤں
سامرہ (Samarra)	c. 5500-4800 BC	وسطی میسوپوٹامیہ (خشک علاقے)	ابتدائی آبپاشی (Initial Irrigation)	متحرک، جانوروں اور انسانوں کی تصاویر	بڑھتی ہوئی طبقاتی تقسیم، قلعہ بند بستیاں
حلاف (Halaf)	c. 5500-4500 BC	شمالی میسوپوٹامیہ، شام، اناطولیہ	خشک کھیتی (Rain-fed)	اعلیٰ معیار، پیچیدہ ہندسی ڈیزائن	مساوی، وسیع تجارتی نیٹ ورک
العبید (Ubaid)	c. 5500-3800 BC	جنوبی میسوپوٹامیہ (دریائی میدان)	وسیع آبپاشی (Extensive Irrigation)	سادہ، گہرے رنگ کے ہندسی ڈیزائن	مندر پر مبنی مرکزیت، سماجی درجہ بندی کا آغاز

5.4 دھات سازی کی ترقی (Development of Metallurgy)

دھات کاری کی ترقی جدید حجری دور سے کانسے کے دور کی تہذیب کی طرف منتقلی میں تکنیکی طور پر ایک نہایت اہم قدم تھا۔ یہ عمل تانبے (Copper) کے استعمال سے شروع ہوا اور بالآخر کانسے (Bronze) کی ایجاد پر اختتام پذیر ہوا، جس نے سماج، معیشت اور جنگی حکمت عملی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ دھاتوں کا سب سے پہلا استعمال تقریباً 8000 قبل مسیح میں شروع ہوا، جب قدرتی طور پر پائے جانے والے خالص تانبے (native copper) کو پتھر کے اوزاروں کی طرح ٹھونک پیٹ کر گرم کر کے (annealing) زیورات اور چھوٹی اشیاء بنائی جاتی تھیں۔ میسوپوٹامیہ میں، العبید ثقافت کے دوران دھاتوں کے استعمال کے ابتدائی شواہد ملتے ہیں، اگرچہ یہ استعمال بہت محدود پیمانے پر تھا۔ اس مرحلے کو تانبے پتھر کا دور (Chalcolithic) کہا جاتا ہے۔

دھات کاری میں اصل انقلاب، دھات کو کچ دھات (ore) سے پگھلا کر نکالنے کی تکنیک دریافت کیے جانے سے آیا۔ یہ دریافت غالباً ان کمہاروں نے کی جو مٹی کے برتنوں کو پکانے کے لیے اونچے درجہ حرارت والی بھٹیوں (kilns) کا تجربہ رکھتے تھے۔ حلاف ثقافت (5500-4500 BC) کے کمہار اپنی بھٹیوں میں 1200 ڈگری تک درجہ حرارت پیدا کر سکتے تھے، جو تانبے کو پگھلانے کے لیے کافی ہے۔ اس تکنیکی علم نے دھات کو پگھلا کر سانچوں میں ڈھالنے (casting) کو ممکن بنایا، جس سے زیادہ پیچیدہ اور کارآمد اوزار بنائے جا سکتے تھے۔ خالص تانبا ایک نرم دھات ہے اور اس سے بنے اوزار اور ہتھیار زیادہ پائیدار نہیں ہوتے۔ قدیم دھات سازوں نے تجربات کے ذریعے دریافت کیا کہ تانبے میں تھوڑی مقدار میں ٹن (tin) ملانے سے ایک نیا مرکب (alloy) بنتا ہے جو کہیں زیادہ سخت، مضبوط اور

پائیدار ہوتا ہے۔ یہ مرکب کانسہ (bronze) تھا۔ کانسے کی ایجاد تقریباً 3000 قبل مسیح کے آس پاس ہوئی۔ اس کی خصوصیات تانبے سے بہت بہتر تھیں۔ اس کے پگھلنے کا درجہ حرارت کم تھا، یہ سانچوں میں آسانی سے ڈھل جاتا تھا اور اس سے بنے اوزار اور ہتھیار زیادہ دیر تک اپنی دھار برقرار رکھتے تھے۔

دھات کاری کی ترقی نے میسوپوٹامیائی سماج کو اندر تک بدل ڈالا۔ دھات کاری ایک پیچیدہ اور ماہرانہ کام تھا جس کے لیے کل وقتی ماہرین یعنی باقاعدہ دھات پگھلانے والوں کی ضرورت تھی۔ ان ماہرین کو اپنی روزی روٹی کے لیے زراعت پر انحصار کرنے کی ضرورت نہیں تھی، لہٰذا انہیں معاشرے کی زرعی فاضل پیداوار سے خوراک فراہم کی جاتی تھی۔ اس نے دستکاری کی تخصیص اور محنت کی تقسیم کو مزید بڑھاوا دیا۔ میسوپوٹامیہ کے جغرافیائی حالات کا ایک اہم پہلو یہ تھا کہ یہاں تانبے اور ٹن کی کانیں موجود نہیں تھیں۔ یہ دھاتیں باہر سے خاص طور پر اناطولیہ (ترکی)، ایران اور عمان سے درآمد کرنا پڑتی تھیں۔ اس ضرورت نے طویل تجارتی راستوں کا ایک وسیع نیٹ ورک ترتیب دیا۔ میسوپوٹامیہ کے شہر اپنی زرعی پیداوار (اناج، اون) اور تیار شدہ اشیاء (کپڑا، برتن) برآمد کرتے اور بدلے میں کچی دھاتیں درآمد کرتے۔ کانسے سے بنے ہتھیاروں اور اوزاروں کی ملکیت دولت، طاقت اور سماجی حیثیت کی علامت بن گئی۔ چونکہ دھاتیں مہنگی اور نایاب تھیں، اس لیے صرف حکمران طبقہ اور اشرافیہ ہی بڑے پیمانے پر کانسے کے ہتھیاروں سے لیس فوج رکھنے کی استطاعت رکھتے تھے۔ اس نے ان کی فوجی برتری اور سماجی غلبے کو مزید مستحکم کیا اور طبقاتی فرق کو گہرا کیا۔ دھات کاری کی ترقی محض ایک تکنیکی ترقی نہیں تھی، بلکہ یہ ایک معاشی اور جغرافیائی سیاسی محرک تھی۔ کانسے کی طلب نے میسوپوٹامیائی ریاستوں کو، خاص طور پر اروک دور میں، اپنی سرحدوں سے باہر نکلنے پر مجبور کیا۔ 'اروک توسیع' (Uruk Expansion) کے نام سے جانے جانے والے عمل میں، جنوبی میسوپوٹامیہ کے شہروں نے اہم تجارتی راستوں پر اپنی نوآبادیاں اور چوکیاں قائم کیں تاکہ دھاتوں اور دیگر وسائل کی فراہمی کو یقینی بنایا جاسکے۔ اس طرح، دھات کی ضرورت نے میسوپوٹامیہ کو ایک الگ تھلگ تہذیب سے ایک بین الاقوامی اور توسیع پسند طاقت میں تبدیل کرنے میں کلیدی کردار ادا کیا۔

5.5 آبپاشی نظام (Irrigation System)

جنوبی میسوپوٹامیہ کی تہذیب کا پورا ڈھانچہ آبپاشی کے نظام پر کھڑا تھا۔ اس خطے کی شدید گرم اور خشک آب و ہوا میں، جہاں بارش تقریباً نہ ہونے کے برابر تھی، بڑے پیمانے پر زراعت اور شہری آبادیوں کا وجود آبپاشی کے بغیر ناممکن تھا۔ یہ نظام نہ صرف ایک تکنیکی کامیابی تھی بلکہ اس نے میسوپوٹامیائی سماج کی سیاسی اور سماجی تنظیم کی تشکیل میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ میسوپوٹامیہ کا آبپاشی نظام ایک کثیر سطحی اور پیچیدہ نیٹ ورک پر مشتمل تھا۔ اس کی تعمیر کے لیے وسیع پیمانے پر اجتماعی محنت یا بیگار کی ضرورت ہوتی تھی۔ سب سے پہلے، دریائے فرات اور دجلہ سے پانی کو موڑنے کے لیے بڑے بڑے بند اور نہریں کھودی جاتی تھیں۔ یہ مرکزی نہریں (Primary Canals) پانی کو دریاؤں سے اندرونی علاقوں تک پہنچاتی تھیں۔ مرکزی نہروں سے چھوٹی نہریں (Secondary Canals) نکلتی تھیں جو پانی کو مختلف زرعی علاقوں تک تقسیم کرتی تھیں۔ ان کے بہاؤ کو کنٹرول کرنے کے لیے چھوٹے دروازے (sluice gates) اور ریگولیٹرز نصب کیے جاتے

تھے۔ آخر میں، ان نہروں سے چھوٹی نالیاں براہ راست کھیتوں تک پانی پہنچاتی تھیں۔

چونکہ جنوبی میسوپوٹامیہ کی زمین انتہائی ہموار تھی، اس لیے اضافی پانی کی نکاسی ایک بڑا مسئلہ تھا۔ پانی کے کھڑے رہنے سے فصلیں خراب ہو سکتی تھیں اور زمین میں نمکینی بڑھ سکتی تھیں۔ اس سے بچنے کے لیے، پانی کو نکالنے کی نہروں کا بھی ایک جال بچھایا گیا تھا تاکہ اضافی پانی کو واپس دریاؤں یا دلدلی علاقوں کی طرف موڑا جا سکے۔ آبپاشی کے اس وسیع نظام کی تعمیر اور دیکھ بھال محض تکنیکی معاملہ نہیں تھا، بلکہ اس کے لیے اعلیٰ سطح کی سماجی تنظیم، منصوبہ بندی اور قیادت کی ضرورت تھی۔ ابتدائی سمیری تہذیب میں یہ کردار مندر (Temple) نے ادا کیا۔ مندر صرف معبد نہیں تھے بلکہ یہ معاشی اور انتظامی سرگرمیوں کے مراکز تھے۔ مندر کے پجاری اور اہلکار ماہر انجینئر اور منتظمین کی حیثیت رکھتے تھے جنہوں نے آبپاشی منصوبوں کی منصوبہ بندی کی، اجتماعی محنت کو منظم کیا اور سب سے اہم، پانی کی تقسیم کو کنٹرول کیا۔ پانی، جو زندگی اور زراعت کی بنیاد تھا، پر کنٹرول نے مندر کو بے پناہ معاشی اور سیاسی طاقت بخشی۔ کسان اپنی فصلوں کے لیے مندر کے رحم و کرم پر تھے، جس کی وجہ سے مندر، ان سے فاضل پیداوار (surplus) کو بطور ٹیکس یا نذرانہ وصول کرنے کی حیثیت میں تھا۔ یہی فاضل پیداوار مندر کی دولت اور اختیار کی بنیاد بنی۔

آبپاشی کا نظام میسوپوٹامیہ کی طاقت کا سرچشمہ تو تھا، لیکن طویل مدت میں یہی اس کی کمزوری کا سبب بھی بنا۔ گرم اور خشک آب و ہوا میں، آبپاشی کا پانی تیزی سے بخارات بن کر اڑ جاتا ہے، لیکن اس میں موجود نمک کے ذرات مٹی کی اوپری تہہ میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ پانی کی نمکینی (Salinisation) میں پانی نکالنے کے ناقص نظام اور زیرِ زمین پانی کی اونچی سطح (high water table) سے مزید اضافہ ہو جاتا، کیونکہ نمکین پانی کشش ثقل (capillary action) کے ذریعے اوپر کی طرف آتا ہے۔ ہزاروں سال تک مسلسل آبپاشی کے نتیجے میں، جنوبی میسوپوٹامیہ کے کھیتوں میں نمک کی مقدار خطرناک حد تک بڑھ گئی۔ اس کے تاریخی شواہد تحریری دستاویزات میں ملتے ہیں۔ کسانوں نے محسوس کیا کہ گیہوں، جو نمک کے لیے حساس فصل ہے، کی پیداوار کم ہو رہی ہے۔ چنانچہ، انہوں نے آہستہ آہستہ گیہوں کی جگہ جو (barley) کی کاشت شروع کر دی، جو نمک کو زیادہ برداشت کر سکتی ہے۔ آثارِ قدیمہ کے ریکارڈ سے پتہ چلتا ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ فصلوں کی مجموعی پیداوار میں بھی، خاص طور پر لگاش (Lagash/Girsu) اور لارسا (Larsa) جیسے شہروں میں، نمایاں کمی واقع ہوئی۔ مشہور مؤرخ تھورکلڈ جیکبسن (Thorkild Jacobsen) کے کام سے، یہ بات سامنے آئی ہے کہ ان جنوبی شہروں میں زرعی پیداوار میں وقت کے ساتھ ساتھ ڈرامائی کمی واقع ہوئی۔ مثال کے طور پر، لگاش میں تقریباً 2400 قبل مسیح کے مقابلے میں 1700 قبل مسیح تک پیداوار میں نمایاں کمی آ چکی تھی۔

یہ ماحولیاتی تنزلی میسوپوٹامیہ کی تاریخ کا ایک اہم محرک تھا۔ زرعی پیداوار میں کمی نے جنوبی سمیری شہری ریاستوں کی معاشی بنیاد کو کمزور کر دیا، وسائل پر جھگڑوں کو بڑھاوا دیا (جیسے لگاش اور اوما کے درمیان پانی پر ہونے والی مشہور جنگ) اور بالآخر تیسرے اور دوسرے ہزار سال قبل مسیح میں سیاسی طاقت کے مرکز کو شمال کی طرف بابل جیسے علاقوں میں منتقل کرنے میں اہم کردار ادا کیا، جہاں نمک کا مسئلہ نسبتاً کم

شدید تھا۔اس طرح، میسوپوٹامیہ تاریخ کی پہلی تہذیبوں میں سے ایک ہے جس کی کامیابی نے ایسے غیر پائیدار ماحولیاتی طریقوں کو پنپنے دیا جنہوں نے اس کے طویل مدتی زوال میں اہم کردار ادا کیا۔

5.6 پہیہ اور ہل کا استعمال (Use of Wheel and Plough)

اروک ثقافت (c. 4000-3100 BC) کے دوران دو ایسی تکنیکی ایجادات ہوئیں جنہوں نے میسوپوٹامیہ کی معیشت اور سماج میں انقلاب برپا کر دیا: پہیہ اور ہل۔ یہ دونوں ایجادات، جو تقریباً ایک ہی وقت میں سامنے آئیں، زرعی پیداوار میں اضافے اور وسائل کو منظم کرنے کی صلاحیت میں کلیدی حیثیت رکھتی ہیں، اور انہی نے شہری انقلاب کی بنیاد فراہم کی۔ پہیے کی ایجاد دو الگ الگ شکلوں میں ہوئی، جن میں سے ہر ایک کا اپنا مخصوص کردار تھا:

پہیہ: تقریباً 3500 قبل مسیح میں ایجاد ہونے والا کمہار کا پہیہ (Potter's Wheel)، جسے چاک بھی کہا جاتا ہے، مٹی کے برتن بنانے کے عمل میں ایک انقلابی تبدیلی تھی۔ اس سے پہلے برتن ہاتھ سے بنائے جاتے تھے، جو ایک سست اور محنت طلب کام تھا۔ چاک کی مدد سے کمہار تیزی سے اور یکساں شکل و سائز کے برتن بنا سکتے تھے۔ اس تکنیک نے برتنوں کی بڑے پیمانے پر پیداوار کو ممکن بنایا۔ اس کی سب سے مشہور مثال اروک دور کے 'ترچھے کناروں والے پیالے' (bevel-rimmed bowls) ہیں، جو سادہ اور کھردرے پیالے تھے اور غالباً مندر کی طرف سے مزدوروں کو راشن دینے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔ اس طرح، کمہار کا پہیہ نہ صرف ایک صنعتی اوزار تھا بلکہ مرکزی معیشت کو چلانے کا ایک اہم انتظامی ذریعہ بھی تھا۔ تقریباً 3200 قبل مسیح کے آس پاس، پہیے کو نقل و حمل کے لیے استعمال کرنے کا تصور سامنے آیا۔ اس کی ابتدائی شکل لکڑی کے ٹھوس تختوں سے بنے بھاری پہیے تھے جو ایک دھری (axle) کے ساتھ جڑے ہوتے تھے۔ اگرچہ یہ ابتدائی گاڑیاں بھاری اور سست تھیں، لیکن انہوں نے بھاری سامان کی نقل و حمل کو آسان بنا دیا۔ اس کا سب سے بڑا اثر زراعت پر پڑا۔ اب کسان اپنی فصلوں کی بڑی مقدار کو کھیتوں سے شہر کے گوداموں تک آسانی سے پہنچا سکتے تھے۔ اس کے علاوہ، پہیوں والی گاڑیوں نے طویل فاصلے کی تجارت کو بھی فروغ دیا، جس سے خام مال اور تیار شدہ اشیاء کی ترسیل ممکن ہوئی۔

ہل: ہل کی ایجاد کو 'دوسرا زرعی انقلاب' بھی کہا جاتا ہے۔ اس سے پہلے، کسان زمین کو کھودنے کے لیے سادہ لکڑی کی چھڑیوں یا کدال کا استعمال کرتے تھے، جو ایک تھکا دینے والا کام تھا اور صرف محدود رقبے پر ہی کیا جا سکتا تھا۔ ابتدائی ہل، جسے آرڈ (*ard*) یا کھرچنے والا ہل کہا جاتا تھا، جو کہ لکڑی کا ایک سادہ ڈھانچہ تھا جسے بیلوں کی جوڑی کھینچتی تھی۔ یہ زمین کی سطح کو چیر کر ایک نالی بنا دیتا تھا جس میں بیج بوئے جاتے تھے۔ اس ایجاد نے ایک کسان کی پیداواری صلاحیت کو کئی گنا بڑھا دیا، کیونکہ اب وہ بہت کم وقت اور محنت میں کہیں زیادہ بڑے رقبے پر کاشتکاری کر سکتا تھا۔ میسوپوٹامیہ کے باشندوں نے ہل کی ٹیکنالوجی کو مزید بہتر بنایا اور ایک جدید 'بیج والا ہل' (Seed Plough) ایجاد کیا۔ اس ہل میں ایک قیف (funnel) یا کُپّی نصب ہوتی تھی جو براہ راست ہل کے پھال کے پیچھے جڑی ہوتی تھی۔ جب ہل زمین میں نالی بناتا، تو ایک شخص اس قیف میں بیج ڈالتا جاتا، جو سیدھے نالی میں گرتے تھے۔ یہ شاندار ایجاد ہل چلانے اور بیج بونے کے دو الگ الگ کاموں کو ایک ہی عمل میں ملا دیتی

تھی۔اس سے نہ صرف محنت کی بچت ہوتی تھی بلکہ بیج بھی محفوظ رہتے تھے کیونکہ وہ فوراً مٹی میں دب جاتے تھے اور پرندوں یا ہوا سے محفوظ رہتے تھے۔اس سے فی ایکڑ پیداوار میں مزید اضافہ ہوا۔

پہیے اور ہل کے مشترکہ اثر سے زرعی فاضل پیداوار میں حددرجہ اضافہ ہوا۔ہل نے پیداوار کو ممکن بنایا،اور پہیے نے اس پیداوار کو اکٹھا کرنے اور مرکز تک پہنچانے کا کام آسان کیا۔یہ وہی مرکزی طور پر جمع شدہ فاضل پیداوار تھی جس نے شہری انقلاب کے لیے ایندھن کا کام کیا۔اسی خوراک نے ان غیر کاشتکار ماہرین، پجاریوں، کاتبوں، دھات سازوں، کمہاروں اور حکمرانوں کا پیٹ بھرا جنہوں نے شہر کی پیچیدہ زندگی کو تشکیل دیا۔اس لیے،اروک دور میں ان دونوں ٹیکنالوجیوں کا تقریباً ایک ساتھ ابھرنا کوئی اتفاق نہیں تھا،بلکہ یہ وہ تکنیکی محرک تھا جس نے دنیا کے ابتدائی شہروں کے قیام کو ممکن بنایا۔

5.7 تحریر کا ارتقا (Evolution of Writing)

تحریر کی ایجاد،جو اروک ثقافت کی سب سے شاندار کامیابی ہے،انسانی تاریخ کے اہم ترین موڑ میں سے ایک ہے۔یہ سمجھنا ضروری ہے کہ تحریر کا آغاز کہانیاں لکھنے یا شاعری کے لیے نہیں ہوا،بلکہ اس کی ابتدا،خالصتاً ایک معاشی اور انتظامی ضرورت کے تحت ہوئی۔اس کا ارتقاء میسوپوٹامیائی تہذیب کی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں کی براہ راست عکاسی کرتا ہے۔تحریر کی جڑیں تقریباً 8000 قبل مسیح میں میسوپوٹامیہ میں استعمال ہونے والی مٹی کی چھوٹی علامتوں یعنی ٹوکنز کے نظام (token system) میں پیوست ہیں جسے انسانی تاریخ میں تحریر اور حساب کتاب کی بنیاد سمجھا جاتا ہے۔یہ نظام مٹی سے بنی چھوٹی، مختلف جیومیٹریائی شکلوں (جیسے مخروط، گولے اور ڈسکس) پر مشتمل تھا،جہاں ہر مخصوص شکل ایک خاص شے یا اس کی مقدار کی نمائندگی کرتی تھی۔مثلاً،ایک ٹوکن کا مطلب 'اناج کا پیمانہ' اور دوسرے کا مطلب 'ایک بھیڑ' ہو سکتا تھا۔ابتدائی طور پر، یہ ٹوکن زرعی پیداوار، قرض،اور ٹیکس کا ریکارڈ رکھنے کے لیے استعمال ہوتے تھے۔وقت کے ساتھ، جیسے جیسے اُرک جیسے شہروں میں معیشت پیچیدہ ہوتی گئی، تقریباً 3500 قبل مسیح کے آس پاس ان ٹوکنز کو لین دین کی حفاظت کے لیے مٹی کی کھوکھلی گیندوں (bullae) میں بند کیا جانے لگا۔جلد ہی، کاتبوں نے گیند کو بند کرنے سے پہلے اس کی بیرونی سطح پر اندر موجود ٹوکنز کے نشانات دبانا شروع کر دیے تاکہ اندر دیکھے بغیر ہی مواد کا پتہ چل سکے۔یہی نشانات تحریر کی طرف پہلا قدم تھے۔پھر یہ محسوس کیا گیا کہ اگر نشانات باہر موجود ہیں تو اندر ٹوکنز ڈالنا غیر ضروری ہے، چنانچہ انہوں نے صرف مٹی کی چپٹی تختیوں پر ان نشانات کو بنانا شروع کر دیا۔یہی تصویری نشانات (pictographs) بتدریج تجریدی ہوتے گئے اور بالآخر دنیا کے پہلے تحریری نظام، پیکانی رسم الخط / خطِ میخی (Cuneiform) میں تبدیل ہو گئے، جس نے ایک سادہ حسابی آلے کو زبان اور خیالات کو ریکارڈ کرنے کے ایک طاقتور ذریعے میں بدل دیا۔

جب یہ محسوس کر لیا گیا کہ ٹوکنز کے بغیر صرف نشانات والی ٹھوس مٹی کی تختی ہی کافی ہے، ٹھیک اسی وقت سے تصویری رسم الخط (pictography) کا آغاز ہوا، جس میں ہر شے کی ایک سادہ تصویر بنائی جاتی تھی۔اس سلسلے میں ایک نہایت اہم ترقی خیالی یا تجریدی اعداد

(abstract numerals) کی ایجاد تھی، جس نے شے کی علامت کو اس کی تعداد کی علامت سے الگ کر دیا۔ وقت کے ساتھ، کاتبوں نے سرکنڈے سے بنے قلم (reed stylus) کا استعمال شروع کیا جس کا سرا تکونی شکل کا تھا۔ وہ اس قلم کو گیلی مٹی پر گھسیٹنے کے بجائے دبا کر نشانات بناتے تھے۔ اس عمل سے بننے والے نشانات میخ یا پچر (wedge) کی شکل کے ہوتے تھے، اسی لیے اس رسم الخط کو لاطینی لفظ 'cuneus' (جس کا معنی میخ یا کیل ہوتا ہے) کی مناسبت سے کیونیفارم (cuneiform) یعنی 'میخی' یا 'پیکانی' خط کہا جاتا ہے۔

تحریر کی ترقی میں سب سے فیصلہ کن مرحلہ صوتیات (phoneticism) کا آغاز تھا۔ کاتبوں نے 'ریبس اصول' (Rebus Principle) کا استعمال کرتے ہوئے علامات کو اشیاء کے بجائے آوازوں کی نمائندگی کے لیے استعمال کرنا شروع کر دیا۔ مثال کے طور پر، اگر 'آنکھ' کے لیے تصویری علامت کو 'میں' (I) کی آواز کے لیے بھی استعمال کیا جانے لگے۔ اس انقلابی قدم نے تحریر کو محض اشیاء کی فہرست سے نکال کر بولی جانے والی زبان کا حقیقی ترجمان بنا دیا۔ اب غیر مجسم تصورات (جیسے محبت، انصاف)، ذاتی نام اور قواعد کے پیچیدہ اصول لکھنا ممکن ہو گیا۔ کیونیفارم ایک پیچیدہ نظام تھا جس میں سینکڑوں علامات تھیں۔ اسے سیکھنے کے لیے برسوں کی سخت تربیت درکار ہوتی تھی، جو تختیوں کے گھر ایدُبا (Edubba) نامی اسکولوں میں دی جاتی تھی۔ یہ اسکول صرف امیر اور اشرافیہ طبقے کے بچوں کے لیے تھے۔ نصاب میں نہ صرف تحریر اور زبان بلکہ ریاضی، ادب، قانون، فلکیات اور دیگر علوم بھی شامل تھے۔ فارغ التحصیل ہونے کے بعد، کاتب (scribe) سماج کا ایک انتہائی معزز اور طاقتور رکن بن جاتا تھا۔ وہ مندروں، محلات اور تجارتی اداروں میں اہم انتظامی عہدوں پر فائز ہوتے تھے۔

تحریر کی ایجاد میسوپوٹامیہ میں طاقت کا ایک نیا ذریعہ تھی۔ خواندگی چند مخصوص لوگوں تک محدود تھی، جس نے انہیں معلومات پر ایک اجارہ داری عطا کی۔ یہ خواندہ طبقہ، کاتب، پجاری اور اہلکار، معاشی ریکارڈ، قانونی ضابطوں اور تاریخی داستانوں کو کنٹرول کرتا تھا۔ ان کے پاس معاہدوں، قوانین اور مذہبی متون کی تشریح کا اختیار تھا، جب کہ ناخواندہ اکثریت (کسان، مزدور) ان پر انحصار کرنے پر مجبور تھی۔ اس طرح، تحریر اس دور میں کوئی جمہوری قوت نہیں تھی، بلکہ یہ انتظامیہ اور سماجی کنٹرول کا ایک مؤثر ذریعہ تھی جس نے نئے شہری سماج کے طبقاتی ڈھانچے کو مزید مضبوط اور مستحکم کیا۔

5.8 شہروں کی نشو نما (Emergence of Cities)

اروک دور کے اواخر میں، جنوبی میسوپوٹامیہ کی بہت سی بڑی بستیاں دیہات سے شہروں میں تبدیل ہو گئیں۔ یہ عمل، جسے آسٹریلوی ماہرِ آثارِ قدیمہ وی۔ گورڈن چائلڈ (V. Gordon Childe) نے 'شہری انقلاب' کا نام دیا ہے، انسانی معاشرت کی تاریخ میں ایک بنیادی تبدیلی کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ محض آبادی میں اضافے کا معاملہ نہیں تھا، بلکہ یہ ایک نئے اور پیچیدہ سماجی، معاشی اور سیاسی نظام کا ظہور تھا۔ چائلڈ نے 1950 میں اپنے مشہور مضمون 'شہری انقلاب' ('The Urban Revolution') میں پیش کی تھی۔ یہ معیارات آثار قدیمہ کے ماہرین کے لیے ایک 'گاؤں' اور ایک حقیقی قدیم 'شہر' کے درمیان فرق کرنے کا بنیادی پیمانہ بن گئے۔ چائلڈ نے ایک حقیقی شہر یا تہذیب کی شناخت کے لیے دس معیارات کی ایک فہرست پیش کی، جو اس انقلابی تبدیلی کی خصوصیات کو بیان کرتی ہے۔ یہ

معیارات درج ذیل ہیں:

- بڑی اور گنجان آبادی: شہر دیہاتوں سے کہیں زیادہ بڑے اور گنجان آباد تھے۔
- کل وقتی ماہرین: آبادی کا ایک حصہ خوراک پیدا کرنے کے بجائے دیگر کاموں (دستکاری، پجاری، اہلکار) میں کل وقتی ماہر بن گیا۔
- فاضل پیداوار کا ارتکاز: حکمران طبقہ، ٹیکس یا نذرانے کی صورت میں زرعی فاضل پیداوار کو اکٹھا کرتا تھا۔
- یادگار عوامی عمارتیں: اس جمع شدہ فاضل پیداوار کو مندروں، محلات اور دفاعی دیواروں جیسی بڑی عوامی عمارتوں کی تعمیر پر خرچ کیا جاتا تھا۔
- حکمران طبقہ: پجاریوں، فوجی رہنماؤں اور اہلکاروں پر مشتمل ایک مراعات یافتہ حکمران طبقہ وجود میں آیا۔
- تحریر: انتظامی اور معاشی ریکارڈ رکھنے کے لیے تحریری نظام ایجاد ہوا۔
- عینی اور پیش گو علوم: ریاضی، جیومیٹری اور فلکیات جیسے علوم کی ترقی ہوئی۔
- اعلیٰ فنکارانہ اسلوب: مجسمہ سازی، مصوری اور فنِ تعمیر میں ایک مخصوص اور ترقی یافتہ فنکارانہ انداز ابھرا۔
- طویل فاصلے کی تجارت: خام مال (دھات، پتھر، لکڑی) کے حصول کے لیے دور دراز علاقوں سے باقاعدہ تجارت شروع ہوئی۔
- ریاست: معاشرتی تنظیم کی بنیاد، خاندانی رشتوں کے بجائے علاقے اور رہائش پر قائم ہوئی، جس سے ریاست کا ادارہ وجود میں آیا۔

دنیا کا پہلا شہر، اروک(Uruk)، چائلڈ کے ان معیارات پر پورا اترتا ہے۔ تقریباً 3100 قبل مسیح تک، اروک کی آبادی 50,000 تک پہنچ چکی تھی اور یہ 6 مربع کلو میٹر پر محیط ایک فصیل بند شہر تھا۔ اس کے مرکز میں اینا(Eanna) اور انو(Anu) کے وسیع و عریض مندر کمپلیکس تھے، جو یادگار عوامی تعمیرات کی بہترین مثال ہیں۔ یہاں سے ملنے والی ہزاروں مٹی کی تختیاں تحریر اور ایک پیچیدہ انتظامی نظام کی موجودگی کا ثبوت ہیں۔ آثارِ قدیمہ سے دستکاری (مٹی کے برتن، دھات کاری) میں مہارت اور "اروک توسیع" کے ذریعے وسیع تجارتی نیٹ ورکس کے شواہد بھی ملے ہیں۔

اگرچہ چائلڈ کا نظریہ بہت بااثر رہا ہے، لیکن بعد کے ماہرینِ آثارِ قدیمہ، جیسے رابرٹ ایڈمز(Robert Adams)، نے اس پر تنقید کی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ چائلڈ کے دس معیارات کا اطلاق عالمی سطح پر نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر، امریکہ کی کچھ قدیم تہذیبوں (جیسے انکا یا مایا) میں شہر تو تھے لیکن وہاں دھات کاری یا تحریر موجود نہیں تھی۔ ایڈمز اور دیگر محققین نے اس بات پر زور دیا کہ تکنیکی ترقی (جیسے دھات کاری) شہر کاری کی واحد وجہ نہیں تھی، بلکہ سماجی اور سیاسی تنظیم میں تبدیلیاں (جیسے طبقاتی تقسیم اور ریاست کا ظہور) زیادہ بنیادی محرکات تھے۔ وہ شہر کو ایک سادہ فہرست کے بجائے ایک پیچیدہ نظام کے طور پر دیکھتے ہیں جس میں بہت سے عوامل ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ اس طرح شہری انقلاب محض آبادی کے ارتکاز کا نام نہیں تھا، بلکہ یہ انسانی تجربے اور سماجی شناخت میں ایک بنیادی تبدیلی تھی۔ تاریخ میں پہلی بار، آبادی کا ایک بڑا حصہ براہ راست خوراک کی پیداوار سے الگ ہو گیا۔ ایک جدید حجری گاؤں میں تقریباً ہر شخص کسان ہوتا تھا اور اس کی زندگی زرعی موسموں اور خاندانی رشتوں کے گرد گھومتی تھی۔ اس کے برعکس، اروک جیسے شہر میں، پجاری، کاتب، کمہار، دھات ساز اور

تاجر جیسے ماہرین اپنی بقا کے لیے اپنی فصل پر نہیں، بلکہ ایک مرکزی اتھارٹی (مندر یا محل) کے زیرِ انتظام تقسیم کے نظام پر انحصار کرتے تھے۔ اس نے خاندانی رشتوں پر مبنی معاشرت کی جگہ پیشے، معاشی انحصار اور ریاست سے وفاداری پر مبنی نئی سماجی شناخت کو جنم دیا۔ خود کفیل دیہی زندگی سے ایک دوسرے پر انحصار کرنے والی گمنام شہری زندگی کی طرف یہ منتقلی انسانی معاشرت کی تعریف میں ایک انقلابی تبدیلی تھی۔

5.9 طبقاتی سماج کا ابھرنا (Emergence of Class Society)

میسوپوٹامیہ میں شہری تہذیب کا ارتقاء اور ایک طبقاتی سماج کا ابھرنا ایک دوسرے سے لازم و ملزوم تھے۔ یہ عمل کوئی حادثہ نہیں تھا، بلکہ ان معاشی اور سماجی تبدیلیوں کا منطقی نتیجہ تھا جو ہزاروں سال کے عرصے میں رونما ہوئیں۔ اس کی بنیاد زرعی فاضل پیداوار (surplus) نے فراہم کی، اور اسے ریاست کے ادارے نے مستحکم کیا۔ جیسا کہ ہم نے دیکھا، جنوبی میسوپوٹامیہ میں آبپاشی پر مبنی زراعت، ہل اور دیگر تکنیکی ایجادات نے خوراک کی اتنی وافر پیداوار کو ممکن بنایا جو آبادی کی فوری ضروریات سے کہیں زیادہ تھی۔ یہ فاضل پیداوار، طبقاتی سماج کی تشکیل کے لیے بنیادی شرط تھی۔ اسی فاضل پیداوار نے معاشرے کے ایک حصے کو اس قابل بنایا کہ وہ خوراک پیدا کرنے کے عمل سے الگ ہو کر دیگر کاموں میں مہارت حاصل کر سکیں، جس سے کل وقتی ماہرین جیسے دستکار، پجاری اور اہلکار وجود میں آئے۔ ابتدائی طور پر، یہ محنت کی ایک 'عملی تقسیم' (functional division) تھی، لیکن جلد ہی یہ ایک 'درجہ بندی پر مبنی تقسیم' (hierarchical division) میں تبدیل ہو گئی۔ وہ گروہ جنہوں نے فاضل پیداوار کو اکٹھا کرنے، ذخیرہ کرنے اور دوبارہ تقسیم کرنے کے عمل کو کنٹرول کیا، یعنی مندر کے پجاری اور بعد میں فوجی رہنما اور بادشاہوں نے اس کنٹرول کو اپنے لیے دولت اور طاقت جمع کرنے کے لیے استعمال کیا۔ انہوں نے فاضل پیداوار کا ایک غیر متناسب حصہ اپنے لیے مختص کرنا شروع کر دیا، جو معاشرے میں ان کی خدمات سے کہیں زیادہ تھا۔ اس کے برعکس، کسانوں اور کاریگروں کو، جو اصل پیداوار کرتے تھے، ان کی محنت کا صرف ایک حصہ ہی ملتا تھا۔ اس عمل کے نتیجے میں میسوپوٹامیہ کا معاشرہ واضح طور پر تین بڑے طبقات میں تقسیم ہو گیا:

- اشرافیہ (Elites): سب سے اوپر بادشاہ، اس کا خاندان، اعلیٰ پجاری اور فوجی افسران تھے۔ یہ طبقہ زمین اور پانی جیسے پیداواری وسائل کا مالک تھا اور سیاسی و معاشی طاقت پر مکمل کنٹرول رکھتا تھا۔
- عام لوگ (Commoners): درمیان میں آزاد شہریوں کا طبقہ تھا، جس میں چھوٹے کسان، تاجر اور دستکار شامل تھے۔ انہیں قانونی حقوق حاصل تھے، لیکن وہ معاشی طور پر اشرافیہ کے تابع تھے۔
- غلام (Slaves): سب سے نچلے درجے پر غلام تھے، جو زیادہ تر جنگی قیدی، قرض ادا نہ کر پانے والے یا غلاموں کی اولاد ہوتے تھے۔ وہ اپنے مالک کی ذاتی ملکیت سمجھے جاتے تھے اور ان کے پاس کوئی قانونی حقوق نہیں تھے۔

ریاست کا ادارہ، اسی طبقاتی تقسیم کو برقرار رکھنے اور اسے قانونی جواز فراہم کرنے کے لیے وجود میں آیا۔ ریاست، اپنے قوانین، فوج اور افسر شاہی کے ذریعے، حکمران طبقے کے تسلط کو یقینی بناتی تھی۔ وہ تنازعات کو حل کرتی، بیرونی حملوں سے دفاع کرتی اور تجارت کو فروغ

دیتی، لیکن اس کا بنیادی کام اس سماجی نظام کی حفاظت کرنا تھا جس میں فاضل پیداوار نچلے طبقوں سے بالائی طبقوں کی طرف منتقل ہوتی تھی۔ اس طرح، سماجی عدم مساوات میسوپوٹامیائی تہذیب کا کوئی اتفاقی ضمنی نتیجہ نہیں تھی، بلکہ یہ اس کے بنیادی عملی نظام کا ایک لازمی حصہ تھی۔ جنوبی میسوپوٹامیہ کے ماحول کو منظم کرنے کے لیے جس مرکزی اور درجہ بندی پر مبنی ڈھانچے (مندر-ریاست) کی ضرورت تھی، اسی نے فطری طور پر طاقت اور وسائل کو سب سے اوپر مرکوز کر دیا۔ جن لوگوں نے اس نظام کو چلایا، انہوں نے اسے اپنے فائدے کے لیے استعمال کیا۔ لہٰذا، وہ کارکردگی جس نے تہذیب کو جنم دیا، وہ اس عدم مساوات سے الگ نہیں تھی جس نے اس معاشرے کی تعریف کی۔

5.10 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

میسوپوٹامیائی تہذیب، جسے اکثر تہذیب کا گہوارہ سمجھا جاتا ہے، موجودہ عراق میں دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان کی زرخیز زمینوں میں ابھری۔ تقریباً 3100 قبل مسیح سے تعلق رکھنے والا، میسوپوٹامیہ، قدیم ترین شہری سماجوں میں سے کچھ کا گھر تھا، جن میں سمیر، عکاد، بابل اور آشور شامل ہیں۔ تحریری، قانونی ضابطوں، یادگار فن تعمیر اور پیچیدہ انتظامی نظاموں کی ترقی نے اس کی ثقافتی اور سیاسی ترقی کو نمایاں کیا۔ اس خطے نے متعدد سلطنتوں کے عروج و زوال کا مشاہدہ کیا، جن میں سے ہر ایک نے حکمرانی، ادب، سائنس اور مذہب کے ارتقا میں حصہ لیا۔ یہ اکائی میسوپوٹامیہ کی تہذیب کی ابتدا اور ارتقاء کو واضح کرتی ہے، اس کے سماجی سیاسی ڈھانچے، تکنیکی اختراعات اور انسانی تاریخ میں اس کی پائیدار میراث پر روشنی ڈالتی ہے۔ میسوپوٹامیہ کی تہذیب نے جدید سماج کے بہت سے پہلوؤں، بشمول قانون، انتظامیہ، ادب اور مذہبی روایات کی بنیاد رکھی۔ حملوں اور ماحولیاتی چیلنجوں کی وجہ سے اس کی شہری ریاستوں کے حتمی زوال کے باوجود، اس کا اثر بعد کی تہذیبوں جیسے کہ فارسیوں، یونانیوں اور رومیوں کے ذریعے برقرار رہا۔ پیکانی تحریر کی ایجاد، ضابطہ حمورابی، اور گلگامیش جیسی افسانوی داستانیں اس کی فکری اور ثقافتی شراکتوں کا مستقل ثبوت ہیں۔ میسوپوٹامیہ کی تہذیب کی ابتدا اور ترقی کا جائزہ لے کر، ہم ابتدائی انسانی معاشروں کی پیچیدگیوں اور تاریخ کے دھارے پر ان کے اثرات کے بارے میں گہری بصیرت حاصل کرتے ہیں۔

5.11 فرہنگ (Glossary)

میسوپوٹامیہ : (Mesopotamia) دو دریاؤں کے درمیان واقع ایک قدیم تہذیب جو عراق میں واقع تھی۔

سمیری لوگ : (Sumerians) میسوپوٹامیہ کے قدیم ترین باشندے جنہوں نے ابتدائی شہری معاشرہ قائم کیا۔

خط پیکانی تحریر : (Cuneiform) میسوپوٹامیائی تحریر کا ایک قدیم طریقہ، جو مٹی کی تختیوں پر لکھا جاتا تھا۔

حمورابی : (Hammurabi) بابل کا مشہور بادشاہ جس نے دنیا کا پہلا مکمل ضابطہ قانون ترتیب دیا۔

آبپاشی : (Irrigation) میسوپوٹامیائی زراعت میں پانی کی مصنوعی ترسیل کا طریقہ

اروک : (Uruk) میسوپوٹامیائی تہذیب کا ایک بڑا شہر جہاں تحریر اور پہیہ ایجاد ہوا۔

زگورات : (Ziggurat) میسوپوٹامیائی مذہبی عبادت گاہیں جو مختلف شہروں میں تعمیر کی گئیں۔

کانسے : (Bronze)تانبے اور ٹن کا مرکب

شہری ریاست : (City-State)میسوپوٹامیائی تہذیب میں خود مختار شہری مراکز جو سیاسی و معاشی مراکز تھے۔

5.12 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

5.12.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. میسوپوٹامیہ کا علاقہ بنیادی طور پر کن دو دریاؤں کے درمیان واقع تھا؟

(الف) نیل اور سندھ (ب) دجلہ اور فرات (ج) گنگا اور جمنا (د) یانگسی اور ہوانگ ہو

2. شمالی میسوپوٹامیہ میں ابھرنے والی ابتدائی جدید حجری ثقافتوں میں کون سی شامل نہیں ہے؟

(الف) حسونا(Hassuna) (ب) سامرہ(Samarra)

(ج) حلاف(Halaf) (د) العبید(Ubaid)

3. اروک(Uruk) ثقافت کی سب سے شاندار کامیابی کیا سمجھی جاتی ہے؟

(الف) لوہے کا استعمال (ب) تحریر کی ترقی (ج) جمہوریت کا آغاز (د) بحری جہاز سازی

4. میسوپوٹامیہ میں استعمال ہونے والے ابتدائی تحریری نظام کو کیا کہتے ہیں جس میں مٹی کی تختیوں پر نشانات بنائے جاتے تھے؟

(الف) ہائروگلیفک(Hieroglyphic) (ب) حروف تہجی(Alphabet)

(ج) خط پیکانی/کیونیفارم(Cuneiform) (د) لینیئر بی(Linear B)

5. گورڈن چائلڈ نے قدیم شہروں کے ابھرنے کے عمل کو کیا نام دیا؟

(الف) زرعی انقلاب (ب) شہری انقلاب (ج) صنعتی انقلاب (د) ثقافتی انقلاب

5.12.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. میسوپوٹامیائی تہذیب کی ابتدا کب ہوئی؟
2. سمیری تہذیب کا کیا کردار تھا؟
3. میسوپوٹامیائی تحریر کا ارتقا کیسے ہوا؟
4. زراعت نے اس تہذیب کی ترقی میں کیا کردار ادا کیا؟
5. طبقاتی سماج کیسے وجود میں آیا؟

5.12.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. میسوپوٹامیہ کی جغرافیائی خصوصیات تہذیب کے ارتقاپر کیسے اثرانداز ہوئیں؟
2. میسوپوٹامیہ میں آبپاشی کے نظام کی ترقی اوراس کے اثرات پر تبصرہ کریں۔
3. شہرکاری کے عمل نے میسوپوٹامیائی معاشرے کو کیسے تبدیل کیا؟

اکائی 6۔ سماج، معیشت اور ثقافت

(Society, Economy, and Culture)

اکائی کے اجزا

6.0 تمہید
6.1 مقاصد
6.2 سماجی حالات
6.2.1 مندروں کا کردار
6.3 سیاسی تنظیم
6.3.1 عکاد کا عروج
6.4 مذہبی حالات
6.5 اکتسابی نتائج
6.6 فرہنگ
6.7 نمونہ امتحانی سوالات
6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات
6.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات
6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات

6.0 تمہید (Introduction)

قدیم میسوپوٹامیا، جسے بجا طور پر 'تہذیب کا گہوارہ' کہا جاتا ہے، نے انسانی تاریخ کے چند اہم ترین ارتقائی مراحل کی بنیاد رکھی۔ دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع یہ خطہ منظم شہری مراکز، پیچیدہ سماجی وسیاسی ڈھانچے اور قابل ذکر ثقافتی کامیابیوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔ میسوپوٹامیا کی معیشت بنیادی طور پر زرعی تھی، جس کا انحصار آبپاشی پر مبنی کھیتی باڑی، تجارت اور دستکاری پر تھا، جب کہ اس کا معاشرہ ایک درجہ بندی کے ڈھانچے کے ذریعے نشان زد تھا جس پر بادشاہوں، پجاریوں اور کاتبوں کا غلبہ تھا۔ مزید برآں، میسوپوٹامیا کی ثقافت تحریر، ادب، مذہب اور فن میں ترقی کے ساتھ پروان چڑھی، جس نے بعد کی تہذیبوں پر دیرپا اثر چھوڑا۔ یہ اکائی میسوپوٹامیا کے معاشرے، معیشت اور ثقافت کے پیچیدہ پہلوؤں کی کھوج کرتی ہے، ان شراکتوں کو اجاگر کرتی ہے جنہوں نے انسانی تاریخ کو تشکیل دیا۔

6.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- میسوپوٹامیا کی جغرافیائی خصوصیات جان سکیں گے۔
- میسوپوٹامیا میں زراعت کے آغاز، آبپاشی نظام اور دھات کے استعمال کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- میسوپوٹامیائی تہذیب میں تحریر کے ارتقا اور شہروں کی نشو نما پر روشنی ڈال سکیں گے۔
- میسوپوٹامیا میں طبقاتی سماج کے ابھرنے کے اسباب اور نتائج کا جائزہ لے سکیں گے۔

6.2 سماجی حالات (Social Condition)

اس مقام پر ہمیں اپنی توجہ ان چند تبدیلیوں پر مرکوز کرنی چاہیے جو سماجی تنظیم میں ہو رہی تھیں۔ جیسا کہ ہم نے پچھلے باب میں دیکھا، قبیلہ جدید حجری دور کے معاشروں کی غالب سماجی اکائی بن گیا۔ قبیلے تبادلے کے رشتوں کی بنیاد پر ایک دوسرے سے جڑے ہوئے تھے۔ شادی کے لیے دولہا یا دلہن اور سامان کا تبادلہ ہوتا تھا۔ ان تعلقات نے ان کے درمیان تعاون کو بڑھایا۔ عام طور پر ایک مخصوص علاقے میں رہنے والے قبیلوں کے کچھ گروہ دولہا اور دلہن کا تبادلہ کرتے تھے۔ یہ گروہ اکثر قبیلے کی شکل میں رہتے تھے۔ قبائل کے درمیان سماجی اور معاشی شراکت داری تھی۔ ان کا عقیدہ، ثقافت اور زبان مشترک تھی۔ جیسے جیسے قبائل ترقی کرتے گئے، قبیلے سے باہر شادی ممنوع ہو گئی۔ سماجی گروہ جن میں یہ اصول تھا کہ اس کے ممبران گروپ سے باہر شادی نہیں کر سکتے تھے، انہیں درون ازدواجی (endogamous) گروہ کہا جاتا ہے۔ اس طرح، قبیلے درون ازدواج پر مبنی تھے جب کہ خاندان بیرون ازدواج (exogamy) پر مبنی تھے۔ قبیلوں کے ارکان اپنے خاندان سے باہر شادی تو کرتے تھے لیکن قبیلے کے اندر کے رہ کر ہی ایسا ممکن تھا۔ جب قبائل مستحکم اور مستقل سماجی اکائیوں کی شکل میں ابھرے، تو ان کے لیے یہ فطری بات تھی کہ وہ اپنی اصلیت کا سراغ ایک مشترکہ آباؤ اجداد سے حاصل کریں۔ عام طور پر یہ ایک افسانوی آباؤ اجداد تھے جس کا اظہار کسی نہ کسی علامت یا ٹوٹم (Totem) میں ہوتا تھا۔

ٹوٹم کچھ قدرتی اشیاء جیسے جانوروں یا پودوں کی شکل میں ایک علامت تھی جس کے ذریعے قبیلہ اپنی شناخت کرتا تھا۔ اسے مقدس سمجھا جاتا تھا اور پورے قبیلے کا باپ سمجھا جاتا تھا۔ ٹوٹم پر مبنی اس قسم کی تنظیم نے قبیلے کی ذیلی اکائیوں کو اندرونی طور پر اور بیرونی عناصر کے نقطہ نظر سے متحد کرنے میں مدد کی۔ ایک بار جب ایک قبیلہ کچھ عرصے کے لیے کسی جگہ آباد ہو گیا تو اس نے خود کو اس علاقے سے جوڑ لیا۔ یہ زراعت کی طرف منتقلی تھی جس نے ایک آباد زندگی کے لیے حالات پیدا کیے تھے۔ مستحکم زندگی نے ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ رہنے والے سماجی گروہوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کے تعلقات میں داخل ہونے کی ترغیب دی۔ اس نے نہ صرف سماجی تنظیم کو مزید پیچیدہ بنا دیا بلکہ قبیلوں اور خاندانوں کی نوعیت کو بھی بدل دیا۔ وہ علاقائی اکائیوں میں تبدیل ہونے لگے ۔ زیادہ تر جدید حجری دور کے لیے، ایک قبیلہ یا خاندان کا علاقہ پورے گروہ کی مشترکہ ملکیت تھا۔ زمین کی مشترکہ ملکیت تھی۔ قدرتی وسائل اور پانی کی فراہمی کا کنٹرول اور انتظام مشترکہ طور پر کیا گیا۔ زمین پر کوئی خاص حق نہیں تھا۔ اگر زمین کی زرخیزی میں فرق ہو تو قبیلہ/خاندان کے ارکان کو تبدیل کر دیا جائے گا۔ چونکہ جنوبی میسوپوٹامیا میں کافی چارہ نہیں تھا، اس لیے مویشی پالنے پر توجہ مرکوز کرنی پڑی۔ اگر کوئی اضافی پیداوار تھی تو اسے گروپ میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ علاقے کی حفاظت پورے گروہ کی ذمہ داری تھی۔ جب پڑوسی علاقوں پر حملہ کیا جاتا تو لوٹ کو برابر تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

فاضل پیداوار کی باقاعدہ پیداوار اور اس کی غیر مساوی تقسیم کی وجہ سے سماج میں مساویانہ تعلقات کو زیادہ دیر تک برقرار رکھنا ممکن نہیں تھا۔ قبیلے/خاندان، متعدد حصوں میں بٹ گئے۔ درجہ بندی کے ڈھانچے ابھرے جس نے اجتماعی ملکیت کو نقصان پہنچایا۔ جائیداد کی نجی ملکیت کا تصور وجود میں آیا۔ اس طرح سے، جدید حجری دور سے کانسے کے دور میں منتقلی کا دور، قبیلائی یا خاندانی تنظیم سے طبقاتی سماج میں منتقلی کا دور تھا۔ یہ تبدیلی کوئی حادثاتی عمل نہیں تھی، بلکہ یہ فاضل پیداوار پر مبنی معیشت کے منطقی مسائل کا نتیجہ تھی۔ جب ایک معاشرہ اپنی فوری ضروریات سے زیادہ خوراک پیدا کرنے لگتا ہے، تو یہ سوالات پیدا ہوتے ہیں کہ اس فاضل پیداوار کو کون کنٹرول کرے گا، کون ذخیرہ کرے گا، اور کون تقسیم کرے گا۔ جس گروہ نے ان لاجسٹک مسائل کو کامیابی سے حل کیا—ابتدائی طور پر آبپاشی اور ذخیرہ اندوزی کو منظم کرنے والے پجاری اس نے لامحالہ طاقت حاصل کر لی۔ اس طاقت نے انہیں فاضل پیداوار کا ایک بڑا حصہ اپنے لیے مختص کرنے کا موقع دیا، جس سے ایک ایسا چکر شروع ہوا جس نے ان کی اشرافیہ کی حیثیت کو مستحکم کیا اور محنت کی ایک عملی تقسیم کو ایک سخت سماجی درجہ بندی میں تبدیل کر دیا۔

6.2.1 مندروں کا کردار (Role of Temples)

ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ جنوبی میسوپوٹامیا کی پیداواری صلاحیت سے فائدہ اٹھانے کے لیے مصنوعی آبپاشی ایک لازمی شرط تھی۔ مندر نے اس علاقے میں آبپاشی کو منظم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ رابرٹ ایڈمز (Robert Adams) کے الفاظ میں، 'آبپاشی کے پانی کی تقسیم مندر کے اہلکاروں کے ہاتھ میں تھی اور انہوں نے مندر کی دیکھ بھال کے کام کے لیے درکار مزدوروں کو براہ راست منظم کیا۔' ان حالات نے مندر کے اقتدار کو مضبوط کیا۔ مندر اپنے اختیار کا استعمال کسانوں پر اضافی پیداوار کے لیے دباؤ ڈال سکتا ہے۔ دباؤ ڈالنے کا مطلب ہمیشہ طاقت کا استعمال نہیں ہوتا ہے۔ دیوی دیوتاؤں کی ناراضگی کے خوف سے لوگ فاضل پیداوار دینے پر مجبور ہوئے ہوں گے۔ اگر دیوی

دیوتاناراض ہو جائیں تو فصل خراب ہو جائے گی۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہے کہ زراعت میں ترقی کے باوجود پیداوار ابھی تک بڑی بے یقینی اور مسائل کا شکار تھی۔ مختلف افسانوں، داستانوں اور رسومات کے ذریعے، دیوتاؤں کی خوشی اور برادری کی بہتری کے لیے اناج کی وافر پیداوار کی ضرورت کی بنیاد پر لوگوں میں ایک قدر کا نظام قائم کیا گیا۔ پیداوار کا ایک حصہ دیوتاؤں کو نذرانے کے طور پر جمع کیا جاتا تھا۔ اس نذرانے کا مقصد دیوی دیوتاؤں کو خوش کرنا تھا۔ مندر اب اضافی پیداوار کی بحالی، ذخیرہ کرنے اور دوبارہ تقسیم کرنے کا مقام بن گیا ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ دباؤ کے پیچھے طاقت کا استعمال تھا اور یہ دھمکی کہ اگر مزاحمت کا اظہار کیا گیا تو طاقت کا استعمال کیا جائے گا۔ سمیری پجاریوں کو اضافی پیداوار کے کافی بڑے حصے تک رسائی حاصل تھی کیونکہ اضافی پیداوار کو ذخیرہ کرنے اور دوبارہ تقسیم کرنے میں مندر کے کردار کی وجہ سے۔ انہوں نے بڑی پیداوار کے اس حصے کو اپنی پوزیشن کو مزید مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اس کا ایک حصہ جنگجوؤں پر خرچ ہوا۔ جنگجوؤں نے علاقے کا دفاع کیا اور پڑوسی علاقوں پر حملہ کیا۔ انہوں نے کسانوں اور کاریگروں پر دباؤ ڈالنے میں پجاریوں کو مسلح مدد فراہم کی۔

جب سے لوگوں نے جنوبی میسوپوٹامیا میں آباد ہونا شروع کیا ہے، مندر اس خطے کی برادریوں کے لیے مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ آثار قدیمہ کے ریکارڈ سے ظاہر ہوتا ہے۔ اریدو (*Eridu*) کا بہت بڑا مندر العبید دور (Ubaid Period) میں وجود میں آیا۔ یہ اس علاقے کی سب سے نمایاں عمارت تھی جو ایک اونچے چبوترے پر کھڑی تھی۔ اروک (*Uruk*) کا مندر بھی عالیشان تھا۔ اسے ایک ہی جگہ پر بار بار کم از کم چھ بار بنایا گیا۔ اروک دور کے اختتام پر مندر 245 فٹ لمبا اور 100 فٹ چوڑا اور 35 فٹ سے زیادہ اونچا تھا۔ یہ بڑے مندر قدموں والے اہرام کی شکل میں بنائے گئے تھے، جنہیں زِیگورات (Ziggurat) کہا جاتا ہے۔ اروک میں مرکزی زِگرات، ای-انا احاطہ (*E-anna* complex) تھا۔ دیوی انانا (*Inanna*) کی وہاں پوجا کی جاتی تھی۔ ای-انا احاطہ محض عبادت اور رسومات کی جگہ نہیں تھی، اس میں گودام، کارخانے اور کاریگروں کی بڑی رہائش گاہیں شامل تھیں۔ گودام اناج کے مرکزی ذخیرہ کرنے کے لیے تھے۔ کاریگروں کو کھانا فراہم کرنے کے لیے اناج کا استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ کاریگر مندر کے کارخانوں میں دھاتی اشیاء، مٹی کے برتن اور کپڑا تیار کرتے تھے۔ اضافی رقم کو کچے مال، خاص طور پر تانبے کی خریداری کے لیے بھی استعمال کیا جاتا تھا۔ جس طرح سے برادریوں کی مذہبی، سماجی اور معاشی زندگی مندروں کے گرد گھومتی ہے، اس کو دیکھتے ہوئے گورڈن چائلڈ نے ان کمیونٹیوں کو 'مندر گھرانے' (temple households) کہا۔ مندر وہ مرکز تھا جس کے ارد گرد شہر ترقی کرتے تھے۔

6.3 سیاسی تنظیم (Political Organisation)

زائد پیداوار، آبپاشی، اور متعدد اقتصادی سرگرمیوں پر مندروں کے کنٹرول نے پجاریوں کو سیاسی طاقت کو اپنے ہاتھوں میں مرکوز کرنے میں مدد کی۔ اس کے علاوہ، رسمی ماہرین کے طور پر، پجاری معاشرے میں ایک اہم حیثیت رکھتے تھے۔ اس لیے یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ سمیری ریاست کی تخلیق مندروں کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت سے ظاہر ہوتی تھی۔ ریاست کی تشکیل کرنے والے مختلف عناصر مثلاً فوج، قانون، افسر شاہی، سیاسی ادارے وغیرہ، مندروں سے جڑے ہوئے تھے۔ ابتدائی کانسے کے دور میں میسوپوٹامیا میں ایک مندر ریاست

تھی۔ تقریباً 3100 قبل مسیح سے، سمیر کی شہری ریاستوں پر سرداروں یا بادشاہوں کی حکومت تھی جو پجاری بھی تھے۔ بادشاہت کا تعلق پجاریوں کے کام سے تھا۔ اس مرحلے میں آثار قدیمہ کے شواہد کی تائید ادبی ذرائع سے کی جا سکتی ہے۔ جمرت نصر ثقافت کے بعد کے دور کی تحریری دستاویزات پیکانی (cuneiform) رسم الخط میں دستیاب ہیں۔ تب تک یہ رسم الخط ترتیب پا چکا تھا۔ علامتیں صرف اشیاء کے لیے ہی نہیں بلکہ تقریری آوازوں کے لیے بھی استعمال ہونے لگیں۔ اس تصحیح کے بغیر گرامر کے مختلف حصوں کو لکھنا مشکل ہوتا۔

تحریری شواہد کی مدد سے ہم سیاسی تاریخ کی کچھ تفصیلات تیار کر سکتے ہیں۔ تفصیلی شاہی فہرستیں بھی ہیں جو ہمیں قدیم میسوپوٹامیا کے بڑے خاندانوں کے بارے میں معلومات فراہم کرتی ہیں۔ ایک اور مفید ذریعہ گلگا میش کی داستان (Epic of Gilgamesh) ہے۔ اس داستان کا ہیرو گلگا میش اروک کا حکمران تھا۔ 2000 قبل مسیح کے آس پاس، اس کی بہادری سے بھری جنگی داستان کے حوالے سے کئی افسانوں کو ایک طویل نظم میں مرتب کیا گیا جسے "گلگا میش کی داستان" کہا جاتا ہے۔ یہ داستان اپنی نوعیت کا قدیم ترین ادبی کام ہے اور میسوپوٹامیا کے ادب کی ایک شاندار مثال ہے۔ تقریباً 3000 سے 2350 قبل مسیح کے دور کو ابتدائی خاندانی دور (Early Dynastic Period) سمجھا جاتا ہے۔ اس عرصے کے دوران، سمیر کی اہم شہری ریاستیں (ار، اروک، کیش اور لگاش) نے زرخیز علاقے پر تسلط کے لیے جدوجہد کی۔ ان میں سے بہت سے تنازعات پانی کے حقوق پر تھے۔ جنگ اس زمانے کی معمول کی چیز تھی۔ سردار یا بادشاہ جنگ کی قیادت کرتا تھا۔ جنگ میں کامیابی نے اس کے قد اور وقار میں اضافہ کیا۔ باقاعدہ جنگیں لڑنے کے مقصد سے فوجیوں کے ایک طبقے کے ظہور نے ریاست کی تشکیل کے عمل کو تیز کر دیا۔

6.3.1 عکاد کا عروج (Ascendence of Akkad)

2350 قبل مسیح میں ایک اہم تاریخی واقعہ پیش آیا۔ عکاد (Akkad) نسبتاً پسماندہ علاقہ تھا۔ وہاں کے بادشاہ سار گون (Sargon) نے جنوبی میسوپوٹامیا (عکاد اور سمیر) کے تقریباً پورے علاقے کو اپنی حکمرانی میں لے لیا۔ سار گون نے ایک زبردست فوجی نظام بنایا جس نے اسے اتنا موثر بادشاہ بنا دیا۔ باقاعدہ فوج کی سب سے قدیم تاریخی بحث سار گون کے دور کی ہے۔ سار گون نے اپنی موجودگی میں 5400 فوجیوں کی روٹی کھانے کا ذکر کیا۔ سار گون کی فتوحات نے پہلی بار جنوبی میسوپوٹامیا کو سیاسی طور پر متحد کیا۔ اس نے اگاد (Agade) میں ایک نیا دارالحکومت قائم کیا۔ سار گون کے تحت بادشاہ نیم الٰہی حیثیت کے ساتھ ایک طاقتور شہنشاہ بن گیا۔ بادشاہی روایات کی مضبوطی کے ساتھ، سیاسی طاقت مندر سے شاہی محل کی طرف منتقل ہونے لگی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ عکادی، لسانی طور پر سمیریوں سے مختلف تھے۔ عکادی زبان کا تعلق سامی گروہ سے تھا۔ سار گون کی حکمرانی کے تحت سمیر کے الحاق کے بعد، اکاڈیوں نے اپنی زبان کے لیے پیکانی رسم الخط کو اپنایا اور سمیری تہذیب کے دیگر عناصر کو بھی جذب کیا۔

عکادی سلطنت کا قیام محض ایک سیاسی استحکام نہیں تھا، بلکہ یہ بادشاہت کے نظریے میں ایک انقلابی تبدیلی تھی۔ سمیری بادشاہ ایک "منتظم" تھا، جس کی طاقت شہر کے دیوتا کی خدمت کی وجہ سے جائز تھی۔ سار گون اور اس کے جانشین فاتح تھے، جن کی طاقت فوجی قوت پر مبنی

تھی۔اس کے پوتے نرام-سن (Naram-Sin) کا خود کو دیوتا قرار دینا اس تبدیلی کا حتمی اظہار تھا۔اس نے بادشاہ کے اختیار کو کسی مخصوص شہر کے دیوتا سے الگ کر دیا اور خود بادشاہ کو سلطنت کا خدائی مرکز بنا دیا۔ کرشماتی، عسکری اور الوہی بادشاہت کا یہ نیا ماڈل مشرق قریب کی بعد کی سلطنتوں کے لیے ایک نمونہ بن گیا۔

سارگون کے قائم کردہ خاندان نے تقریباً دو سو سال حکومت کی۔ لیکن اس کے جانشین ان علاقوں کو برقرار نہیں رکھ سکے جو سارگون نے جیتے تھے۔ سمیری شہری ریاستوں کو آسانی سے مستقل محکومی میں نہیں رکھا جا سکتا تھا۔اُر شہر ایک بار پھر 2150 قبل مسیح میں ایک بڑی طاقت بن گیا۔اس بار اُر کے تیسرے خاندان (2150-2000 قبل مسیح) نے اسے نمایاں مقام عطا کیا۔جب سر لیونارڈ وولی نے 1920 اور 1930 کی دہائی میں تیسرے خاندان کے حکمرانوں کے شاہی قبرستان کی کھدائی کی تو وہاں سے ملنے والی اشیاء نے سنسنی پیدا کر دی۔ شاہی مقبروں سے سونے، چاندی اور کانسے سے بنی منفرد اشیاء کا ایک وسیع خزانہ دریافت ہوا ہے۔

2000 قبل مسیح کے ارد گرد اُر کے تیسرے خاندان کے زوال کے بعد، سمیر میں اسین (Isin) اور لارسا (Larsa) کی شہری ریاستوں کو اہمیت حاصل ہو گئی۔ تقریباً اسی زمانے میں آج کے بغداد کے قریب بابل کا شہر اہمیت اختیار کر رہا تھا۔1894 قبل مسیح میں قائم ہونے والے بابلی خاندان کا چھٹا بادشاہ مشہور حمورابی (Hammurabi) تھا جس نے 1792 قبل مسیح سے 43 سال حکومت کی۔ حمورابی نے جنوبی میسوپوٹامیا کے زیادہ تر حصے کو فتح کر کے اور شمالی میسوپوٹامیا (آشور) کو زیر کر کے ایک وسیع سلطنت قائم کی۔ حمورابی کی حکومت میں بابل ایک عظیم شہر بن گیا اور اس نے ایک ضابطہ قانون مرتب کیا، جو ان کی سب سے یادگار شراکت ہے۔

طبقہ (Class)	اہم کردار (Key Roles)	معاشی حیثیت اور حقوق (Economic Status & Rights)	رہن سہن (Living Conditions)
بادشاہ اور امراء	قانون سازی، فوجی قیادت، خارجہ پالیسی، دیوتاؤں کے اعلیٰ نمائندے۔	وسیع زمینوں کے مالک، ریاست کی تمام دولت پر کنٹرول، حتمی قانونی اختیار۔	محلات میں پر تعیش زندگی، بہترین لباس اور خوراک، متعدد نوکر چاکر۔
پجاری/پجارنیں	مندر اور مذہبی رسومات کا انتظام، خدائی مرضی کی تشریح، تعلیم اور طب فراہم کرنا۔	مندر کی زمینوں اور دولت پر کنٹرول، معاشرے میں انتہائی معزز، ٹیکس سے مستثنیٰ۔	مندر کے احاطے میں رہتے تھے، جو شہر کے مرکز میں واقع تھے۔
اعلیٰ طبقہ	تاجر، کاتب، نجی اساتذہ، اعلیٰ فوجی افسران، معمار، جہاز ساز۔	اپنی کمپنیوں اور زمینوں کے مالک، اہم معاشی طاقت، خواندہ اور تعلیم یافتہ۔	شہر کے مرکز کے قریب بڑے، دو منزلہ، سفید دیواروں والے مکانات۔
عام طبقہ	کسان، کاریگر (دھات ساز، کمہار)، معمار، ماہی گیر، نانبائی، موسیقار۔	چھوٹے کھیتوں یا ورکشاپوں کے مالک یا کرایہ دار، محدود حقوق، جنگ کے وقت فوجی خدمات لازمی۔	شہر کے کنارے پر چھوٹے، مٹی کی اینٹوں کے ایک منزلہ مکانات۔
غلام	تعمیراتی کام، کان کنی، کھیتی باڑی، گھریلو کام، ذاتی خدمتگار۔	کوئی قانونی حقوق نہیں، مالک کی جائیداد سمجھے جاتے تھے، خریدے اور بیچے جا سکتے تھے۔	مالک کے گھروں میں یا بھیڑ بھاڑ والی بیرکوں میں رہتے تھے۔

6.4 مذہبی حالات (Religious Conditions)

سمیری مذہب کو ایک واحد، متحد عقیدے کے نظام کے طور پر بیان کرنا مشکل ہے، کیونکہ یہ بنیادی طور پر مقامی نوعیت کا تھا۔ سمیر کے ہر شہر کا اپنا مخصوص دیوتا یا دیوی ہوتی تھی، جس کے لیے ایک بڑا مندر (زِگورات) وقف ہوتا تھا۔ یہ مندر ریاستی مذہبی تقریبات کا مرکز تھا، اور شہر اور آس پاس کے باشندے بنیادی طور پر اسی مرکزی دیوتا کی عبادت کرتے تھے۔ وقت گزرنے کے ساتھ، سیاسی اتحاد اور ثقافتی تبادلے کے نتیجے میں، جنوبی میسوپوٹامیا کے باشندوں میں کچھ مشترکہ مذہبی رسومات اور عقائد ترقی پائے۔ سمیر کے پجاریوں نے مختلف افسانوں، رسومات اور مذہبی خیالات کو منظم کر کے ایک وسیع دیومالا (Pantheon) تشکیل دی۔ مذہب شرک پر مبنی تھا، جس میں ہزاروں دیوتا تھے جو انسانی شکل اور رویے کے حامل تھے۔ بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ انسانوں کو دیوتاؤں کی خدمت کرنے اور کائناتی نظم کو افراتفری کی قوتوں کے خلاف برقرار رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ سمیر کے تین اہم ترین دیوتا این(An) یا انو(Anu)، اینلِل(Enlil)، اور اینکی (Enki) یا ایا(Ea) تھے۔

1. این/انو کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت سمجھا جاتا تھا جو عموماً دنیاوی معاملات سے الگ تھلگ رہتا تھا۔ اس کا اہم مندر اروک میں تھا۔
2. اینلِل، جو اصل میں نیپور(Nippur) کا شہری دیوتا تھا، سمیریوں کا سب سے ممتاز دیوتا بن گیا، جسے انسانیت اور بادشاہوں کا رب مانا جاتا تھا اور دنیا کی تخلیق (زمین و آسمان کو الگ کرنا) اسی سے منسوب تھی۔
3. اینکی، جس کا مطلب 'زمین کا رب' ہے، کی شناخت تازہ میٹھے پانی سے کی گئی، جو سمیر کی زراعت کے لیے ناگزیر تھا۔ وہ حکمت اور دستکاری کا دیوتا بھی تھا۔

تقریباً 3000 سے 2000 قبل مسیح کے دوران، دیویوں کی اہمیت میں نمایاں کمی واقع ہوئی۔ جیسے جیسے کانسے کا دور آگے بڑھا، زیادہ تر دیویوں کے فرقے ختم ہو گئے یا انہیں دیوتاؤں کے مقابلے میں کمتر حیثیت دے دی گئی۔ مادر دیوی کی پوجا، جو جدید حجری دور میں اہم تھی، اب پس منظر میں چلی گئی، جو غالباً کانسے کے دور میں خواتین کی سماجی حیثیت میں کمی کی عکاسی کرتی ہے۔ تاہم، اس رجحان میں ایک اہم استثناء دیوی اِنانا(Inanna) تھی، جس کے عقیدت مندوں کی تعداد بڑھتی رہی۔ وہ بنیادی طور پر ایک آزاد دیوی تھی جس کا اپنا مندر (اروک میں) اور مخصوص عبادت تھی۔ زرخیزی کی علامت کے طور پر اس کی پوجا غالباً اروک تہذیب سے بھی پہلے شروع ہوئی تھی۔ اس سے منسلک اہم تہوار، دیوتا دوموزی(Dumuzi) کے ساتھ اس کی سالانہ شادی کا جشن تھا، جو اچھی فصل اور کھجور کی کاشت سے وابستہ تھا۔ جب عکادیوں نے سمیر پر حکومت قائم کی، تو انہوں نے اِنانا کو اپنی محبت اور جنگ کی دیوی عشتار(Ishtar) سے جوڑ دیا۔ بعد میں عشتار کی عبادت مغربی ایشیا، شمالی افریقہ اور جنوبی یورپ تک پھیل گئی اور رومی سلطنت تک مقبول رہی۔ میسوپوٹامیا کا مذہب انتہائی عملی تھا۔ دیوتاؤں کے ساتھ تعلقات ایک لین دین پر مبنی تھے: انسان خدمت (محنت، نذرانے، رسومات) فراہم کرتے تھے، اور بدلے میں، دیوتا نظم و ضبط کو برقرار رکھتے اور خوشحالی (اچھی فصلیں، جنگ میں فتح) فراہم کرتے تھے۔ یہ عالمی نظریہ بالکل واضح کرتا ہے کہ مندر ایک معاشی پاور ہاؤس کیوں تھا۔ دیوتا کو کھانا کھلانے کا مطلب لفظی طور پر مندر کے گوداموں کو بھرنا تھا۔ دیوتا کا گھر بنانے کا مطلب یادگار زگورات تعمیر کرنا تھا۔ پورا معاشی اور سیاسی

نظام دیوتاؤں کی خدمت کے طور پر وضع کیا گیا تھا، جس سے مذہب سماجی نظام کے لیے حتمی جواز بن گیا۔

6.5 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

قدیم میسوپوٹامیا کے سماج، معیشت اور ثقافت نے جدید تہذیب کے بہت سے پہلوؤں کی بنیاد رکھی۔ اس کی سماجی تنظیم نے مستقبل کے حکمرانی کے ڈھانچے کو متاثر کیا، جب کہ زراعت، تجارت اور دستکاری میں اس کی اقتصادی اختراعات نے اقتصادی ترقی کے لیے ایک مثال قائم کی۔ ثقافتی طور پر، میسوپوٹامیا کے باشندوں نے تحریر، قانون اور مذہبی فکر میں نمایاں پیش رفت کی، جن کا آج بھی مطالعہ اور تعریف کی جاتی ہے۔ حملوں اور ماحولیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے میسوپوٹامیائی تہذیبوں کے حتمی زوال کے باوجود، ان کی میراث انسانی ترقی میں سرایت کر رہی ہے۔ میسوپوٹامیا کو سمجھنا ابتدائی معاشروں کی ترقی اور دنیا پر ان کے دیرپا اثرات کے بارے میں قیمتی بصیرت فراہم کرتا ہے۔

6.6 فرہنگ (Glossary)

تہذیب : قدیم انسانی معاشرتی اور ثقافتی ترقی کی عکاسی کرتی ہے۔

شہری ریاست : ایک آزاد سیاسی اور اقتصادی اکائی جیسے اُر، اُرک۔

زگرات : میسوپوٹامیائی مندروں کے بلند و بالا ڈھانچے۔

عکاد : سرگون کی قائم کردہ قدیم سلطنت۔

حمورابی : مشہور بابلی بادشاہ اور اس کے قوانین۔

مندر : عبادت کے ساتھ ساتھ سماجی و اقتصادی سرگرمیوں کا مرکز۔

6.7 نمونہ امتحانی سوالات (Model Exanimation Questions)

6.7.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. میسوپوٹامیہ میں مندروں کے بلند و بالا، سیڑھی دار ڈھانچوں کو کیا کہا جاتا تھا؟

(الف) پیرامڈ (Pyramid) (ب) ایکروپولس (Acropolis)

(ج) زگورات (Ziggurat) (د) پارتھینون (Parthenon)

2. کس اکادی بادشاہ نے پہلی بار جنوبی میسوپوٹامیہ کو سیاسی طور پر متحد کیا؟

(الف) حمورابی (ب) گلگامیش (ج) سارگون (د) بخت نصر

3. بابل کے کس بادشاہ نے ایک مشہور ضابطہ قانون مرتب کیا؟

(الف) سارگون (ب) حمورابی (ج) اشوربنی پال (د) بخت نصر

4. میسوپوٹامیائی ادب کی سب سے قدیم اور مشہور رزمیہ داستان کون سی ہے؟

(الف) ایلیاڈ (ب) اوڈیسی (ج) گلگامیش کی داستان (د) مہابھارت

5. سمیر کے تین اہم دیوتاؤں میں کون شامل نہیں تھا؟

(الف) این (Anu) (ب) اینلل (Enlil) (ج) اینکی (Enki/Ea) (د) مردوک (Marduk)

6.7.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. میسوپوٹامیا میں سماجی تنظیم کی خصوصیات کیا تھیں؟
2. معیشت میں مندروں کا کیا کردار تھا؟
3. میسوپوٹامیائی مذہب کی خصوصیات بیان کریں۔

6.7.3 طویل جوابات کے حامل سوالات (Long Answer Type Questions)

1. قدیم میسوپوٹامیائی معاشرتی نظام کی تفصیلات بیان کریں۔
2. میسوپوٹامیائی معیشت میں زراعت، تجارت اور صنعت کا کردار کیا تھا؟

اکائی 7۔ حمورابی کے قوانین اور تحریریں

(Codes of Hammurabi and Scripts)

اکائی کے اجزا

7.0 تمہید

7.1 مقاصد

7.2 میسوپوٹامیا اور بابلی سلطنت کا تاریخی پس منظر

7.3 بادشاہ حمورابی: ایک متحدہ سلطنت کا معمار

7.4 حمورابی کا ضابطہ قانون: مقصد اور تشکیل

7.4.1 پتھر کا ستون: دریافت اور اہمیت

7.4.2 خدائی اختیار اور قانونی جواز

7.4.3 ضابطہ کا بنیادی مقصد: کمزوروں کا تحفظ

7.5 ضابطہ قانون کا مواد اور ساخت

7.5.1 تمہید، قوانین اور خاتمہ

7.5.2 قوانین کی اقسام: دیوانی، فوجداری اور عائلی

7.5.3 پیشہ ورانہ اور تجارتی ضوابط

7.6 بابلی معاشرہ ضابطہ قانون کے آئینے میں

7.7 'آنکھ کے بدلے آنکھ': قصاص کا اصول

7.8 خط پیکانی: تحریر کا ارتقاء

7.9 مٹی کی تختیاں اور لکھنے کا فن

7.9.1 مواد اور تکنیک

7.9.2 تختیوں کی اقسام اور ان کا استعمال

7.10 حمورابی کے ضابطہ قانون کی م تاریخی اہمیت

7.10.1 بعد کے قانونی نظاموں پر اثرات
7.10.2 تحریری قانون کی ترقی میں کردار
7.11 اکتسابی نتائج
7.12 فرہنگ
7.13 نمونہ امتحانی سوالات

7.0 تمہید (Introduction)

قدیم میسوپوٹامیائی تہذیب، جسے اکثر تہذیب کا گہوارہ کہا جاتا ہے، نے انسانی تاریخ کے کچھ اہم ترین ارتقائی مراحل کی بنیاد رکھی۔ ان میں سے دو سب سے اہم ستون حمورابی(Hammurabi)کا ضابطہ قانون(Codes)اور خط پیکانی(Cuneiform Script) ہیں۔ یہ اکائی ان دو بنیادی اختراعات کا گہرائی سے جائزہ لیتی ہے، جو نہ صرف اپنے وقت کی عظیم کامیابیاں تھیں بلکہ آنے والی صدیوں تک انسانی معاشروں پر گہرے اثرات مرتب کرتی رہیں۔ بادشاہ حمورابی جس نے تقریباً 1792 سے 1750 قبل مسیح تک قدیم بابل پر حکومت کی تھی، جو نہ صرف ایک فاتح کے طور پر جانا جاتا ہے بلکہ ایک عظیم قانون ساز کے طور پر بھی اس کی شہرت ہے۔ اس کا ضابطہ قانون، جو 282 قوانین پر مشتمل ہے، محض قوانین کی ایک فہرست نہیں ہے، بلکہ یہ قدیم بابلی سماج، معیشت، خاندان اور اقدار کو سمجھنے کے لیے ایک انمول دریچہ ہے۔ یہ ضابطہ ہمیں بتاتا ہے کہ انصاف کا تصور کس طرح طبقاتی نظام سے جڑا ہوا تھا اور ریاست اپنے شہریوں کی زندگیوں کو کس حد تک منظم کرتی تھی۔ اسی طرح، اس دور کے رسم الخط خصوصاً خط پیکانی (Cuneiform) دنیا کے قدیم ترین تحریری نظاموں میں سے ایک ہے، جسے سمیریوں نے ایجاد کیا۔ یہ تحریری نظام نہ صرف تجارتی حساب کتاب اور انتظامی امور کے لیے ضروری تھا، بلکہ اس نے حمورابی کے قوانین جیسے پیچیدہ قانونی ضابطوں کو تحریری شکل دینے اور انہیں محفوظ کرنے کا ذریعہ بھی فراہم کیا۔ ایک ترقی یافتہ قانونی نظام اور ایک جدید تحریری نظام کے درمیان گہرا تعلق تھا۔ قانون کو تحریر کے بغیر وسیع پیمانے پر نافذ کرنا اور نسل در نسل منتقل کرنا ناممکن تھا۔ اس اکائی میں، ہم سب سے پہلے میسوپوٹامیا اور بابلی سلطنت کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیں گے تاکہ یہ سمجھ سکیں کہ حمورابی کا ضابطہ کن حالات میں وجود میں آیا۔ اس کے بعد، ہم خود ضابطے کے مقصد، ساخت اور مواد کا تفصیلی تجزیہ کریں گے، جس میں 'آنکھ کے بدلے آنکھ' کے مشہور اصول اور معاشرتی طبقات پر اس کے اطلاق کا جائزہ بھی شامل ہوگا۔ پھر ہم خط پیکانی کی ابتدا اور ارتقاء پر بات کریں گے، اور یہ دیکھیں گے کہ مٹی کی تختیوں پر لکھنے کا عمل کس طرح انجام پاتا تھا۔ آخر میں، ہم حمورابی کے ضابطہ قانون کی تاریخی اہمیت اور اس کی میراث کا جائزہ لیں گے، اور یہ سمجھنے کی کوشش کریں گے کہ ان قدیم قوانین نے بعد کے قانونی نظاموں کی ترقی پر کیا اثرات مرتب کیے۔ یہ اکائی آپ کو قدیم دنیا کی ان دو عظیم کامیابیوں کی ایک جامع اور گہری تفہیم فراہم کرے گی۔

7.1 مقاصد (Objectives)

اس اکائی کے مطالعے کے بعد آپ

- پہلی بابلی سلطنت کے تاریخی اور سیاسی پس منظر کی وضاحت کر سکیں گے۔
- حمورابی کے ضابطہ قانون کے مقصد، ساخت اور کلیدی قانونی اصولوں کا تجزیہ کر سکیں گے۔
- ضابطہ قانون میں جھلکنے والے بابلی معاشرے کے سماجی ڈھانچے کو بیان کر سکیں گے۔
- خط پیکانی کے ارتقاء کو اس کی ابتدا سے لے کر قانونی ضابطہ بندی میں اس کے استعمال تک بیان کر سکیں گے۔
- حمورابی کے ضابطہ قانون کی تاریخی اہمیت اور میراث کا جائزہ لے سکیں گے۔

7.2 میسوپوٹامیا اور بابلی سلطنت کا تاریخی پس منظر

(Historical Background of Mesopotamia and Babylonian Empire)

حمورابی کے ضابطہ قانون کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے، اس جغرافیائی اور تاریخی ماحول کا جائزہ لینا ضروری ہے جس میں یہ پروان چڑھا۔ میسوپوٹامیا کی سرزمین نے ہزاروں سالوں پر محیط تہذیبوں کے عروج وزوال کو دیکھا، جس نے بالآخر پہلی بابلی سلطنت اور اس کے سب سے مشہور قانون کی بنیاد رکھی۔ میسوپوٹامیا، جس کا یونانی زبان میں مطلب "دریاؤں کے درمیان کی سرزمین" ہے، دریائے دجلہ اور فرات کے درمیان واقع ایک انتہائی زرخیز علاقہ تھا۔ آج یہ علاقہ زیادہ تر جدید عراق پر مشتمل ہے۔ اس خطے کی زرخیزی نے دنیا میں سب سے پہلے زراعت کے انقلاب کی راہ ہموار کی، جس کی وجہ سے انسانی آبادیوں نے خانہ بدوشی ترک کر کے مستقل بستیاں قائم کیں۔ تاہم، یہ سرزمین قدرتی چیلنجز سے خالی نہیں تھی۔ دریاؤں میں آنے والی غیر متوقع طغیانیاں فصلوں کو تباہ کر سکتی تھیں، جب کہ خشک سالی قحط کا باعث بن سکتی تھی۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے، یہاں کے باشندوں نے آبپاشی کا ایک پیچیدہ نظام تیار کیا، جس میں نہریں اور ڈیم شامل تھے۔ اس نظام نے نہ صرف زرعی پیداوار میں بے پناہ اضافہ کیا بلکہ ایک منظم معاشرتی ڈھانچے کی ضرورت کو بھی جنم دیا، کیونکہ نہروں کی تعمیر اور دیکھ بھال کے لیے اجتماعی کوشش اور مرکزی قیادت کی ضرورت تھی۔ اسی زرعی خوشحالی کی بدولت دنیا کے پہلے شہر، جیسے اُرک (Uruk) اور اُر (Ur)، اسی خطے میں وجود میں آئے اور یہیں سے تہذیب کا آغاز ہوا۔

میسوپوٹامیا کی تاریخ میں دو ابتدائی اور بنیادی تہذیبیں سمیر (Sumer) اور عکاد (Akkad) کی ہیں۔ سمیری جو جنوبی میسوپوٹامیا میں واقع تھے، کو دنیا کی پہلی تہذیب کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ انہوں نے ہی خط پیکانی، پہیے اور شہری ریاستوں کے تصور کو ایجاد کیا۔ ہر سمیری شہر کا اپنا دیوتا اور اپنا حکمران ہوتا تھا، اور یہ شہری ریاستیں اکثر وسائل اور بالادستی کے لیے ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتی تھیں۔ سمیریوں کے بعد عکادیوں کا دور آیا، جو ایک سامی قوم تھے۔ سارگون عکادی (Sargon of Akkad) نے تقریباً 2350 قبل مسیح میں تاریخ کی پہلی سلطنت قائم کی، جس نے میسوپوٹامیا کی تمام شہری ریاستوں کو ایک جھنڈے تلے جمع کیا۔ اگرچہ عکادی سلطنت زیادہ دیر قائم نہ رہ سکی، لیکن

اس نے ایک متحدہ ریاست کے تصور کی بنیاد رکھ دی تھی۔ یہ سمجھنا ضروری ہے کہ حمورابی نے قانون کو خلا میں ایجاد نہیں کیا۔ اس سے پہلے بھی میسوپوٹامیا میں قوانین کے مجموعے موجود تھے۔ مثال کے طور پر، اُر-نمو کا ضابطہ (Code of Ur-Nammu) جو تقریباً 2100 قبل مسیح کا ہے اور لپت-اشتار کا ضابطہ (Code of Lipit-Ishtar) جو تقریباً 1930 قبل مسیح کا ہے، پہلے سے موجود تھے۔ یہ ضابطے حمورابی کے ضابطے کے مقابلے میں کم جامع تھے، لیکن انہوں نے تحریری قانون کی روایت قائم کر دی تھی۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ حمورابی ایک موجودہ قانونی روایت کو آگے بڑھا رہا تھا، اسے بہتر اور وسیع کر رہا تھا، نہ کہ بالکل نئی چیز ایجاد کر رہا تھا۔

تیسرے ہزار سال قبل مسیح کے اختتام پر، اموری (Amorites) نامی ایک سامی قبیلہ مغرب سے میسوپوٹامیا میں داخل ہوا اور آہستہ آہستہ یہاں کی شہری ریاستوں پر اپنا کنٹرول قائم کر لیا۔ ان ہی اموریوں نے بابل (Babylon) شہر کو اپنا مرکز بنایا، جو اس وقت ایک غیر اہم شہر تھا۔ حمورابی کے پیشروؤں نے بابل کو آہستہ آہستہ ایک چھوٹی شہری ریاست سے ایک علاقائی طاقت میں تبدیل کر دیا۔ جب حمورابی نے تقریباً 1792 قبل مسیح میں تخت سنبھالا، تو میسوپوٹامیا ایک پیچیدہ سیاسی منظر نامے کا شکار تھا۔ جنوب میں لارسا (Larsa)، مشرق میں ایلام (Elam) اور شمال میں ماری (Mari) اور اشور (Assyria) جیسی طاقتور ریاستیں موجود تھیں۔ یہ خطہ سیاسی طور پر منقسم اور مسلسل جنگوں کی زد میں تھا۔ اس تاریخی پس منظر میں، حمورابی کا ضابطہ قانون محض ایک قانونی دستاویز نہیں تھا، بلکہ یہ ریاستی تشکیل کا ایک اہم سیاسی آلہ تھا۔ مختلف اور پہلے سے برسرِپیکار شہری ریاستوں پر مشتمل ایک نئی سلطنت کو مستحکم کرنے کے لیے، ایک واحد اور معیاری قانونی نظام کا نفاذ ناگزیر تھا۔ حمورابی نے اس ضابطے کے ذریعے اپنی کثیر النوع (heterogeneous) رعایا کو متحد کرنے اور اپنی حکمرانی کو قانونی جواز فراہم کرنے کی کوشش کی۔ اس طرح، قانون سازی کا عمل براہ راست سلطنت سازی کے عمل سے جڑا ہوا تھا۔

7.3 حمورابی: ایک متحدہ سلطنت کا معمار (Hammurabi: Architect of a Unified Empire)

حمورابی، بابل کے پہلے شاہی خاندان کا چھٹا بادشاہ، تاریخ کے عظیم ترین حکمرانوں میں شمار ہوتا ہے۔ اس کی عظمت صرف اس کی فتوحات میں نہیں، بلکہ اس کی انتظامی صلاحیتوں اور ایک پائیدار قانونی ڈھانچہ تشکیل دینے میں بھی مضمر ہے، جس نے بابل کو قدیم دنیا کی ایک عظیم سلطنت بنا دیا۔ حمورابی نے تقریباً 1792 قبل مسیح سے 1750 قبل مسیح تک، 43 سال حکومت کی۔ اپنے دورِ حکومت کے ابتدائی سالوں میں، اس نے اپنی طاقت کو مستحکم کرنے اور عوامی کاموں پر توجہ دی۔ تاہم، وہ ایک ذہین فوجی حکمت عملی ساز اور ایک موقع پرست سفارت کار بھی تھا۔ اس نے اپنے حریفوں کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھایا اور اتحاد بنا کر اور توڑ کر آہستہ آہستہ اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ اس کی سب سے بڑی فوجی کامیابیاں جنوبی میسوپوٹامیا کی طاقتور شہری ریاست لارسا کی فتح تھی، جس نے اسے پورے زیریں میسوپوٹامیا کا حاکم بنا دیا۔ اس کے بعد، اس نے شمال کی طرف توجہ دی اور اشنونا (Eshnunna) اور ماری (Mari) جیسی اہم ریاستوں کو شکست دی۔ اپنی فتوحات کے ذریعے، حمورابی نے تقریباً پورے میسوپوٹامیا کو بابل کی حکمرانی کے تحت متحد کر دیا، جو سارگون عکادی کے بعد ایک بے مثال کامیابی تھی۔ اس نے بابل کو ایک چھوٹی سی ریاست سے ایک وسیع سلطنت میں تبدیل کر دیا جس کا مرکز بابل تھا۔

حمورابی کی ذہانت صرف میدانِ جنگ تک محدود نہیں تھی۔ وہ سمجھتا تھا کہ ایک سلطنت کو برقرار رکھنے کے لیے محض فوجی طاقت کافی نہیں ہوتی۔ اس نے اپنی وسیع سلطنت کو منظم کرنے کے لیے متعدد انتظامی اصلاحات کیں۔ اس نے مختلف علاقوں کی نگرانی کے لیے گورنر اور دیگر اہلکار مقرر کیے اور ایک موثر نظامِ حکومت قائم کیا۔ اس کے علاوہ، اس نے بڑے پیمانے پر عوامی تعمیراتی منصوبے شروع کیے۔ اس نے شہروں کی فصیلوں کو مضبوط بنایا تاکہ دفاعی صلاحیتوں میں اضافہ ہو، اور دیوتاؤں کے لیے عالیشان مندر تعمیر کروائے تاکہ مذہبی حمایت حاصل کی جا سکے۔ اس کا سب سے اہم کام آبپاشی کے نظام کو بہتر بنانا تھا۔ اس نے نئی نہریں کھدوائیں اور پرانی کی مرمت کروائی، جس سے زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا اور سلطنت کی معاشی بنیادیں مضبوط ہوئیں۔ یہ تمام اقدامات اس کی رعایا کی فلاح و بہبود میں اس کی گہری دلچسپی کو ظاہر کرتے ہیں۔ حمورابی کے فوجی، انتظامی اور قانونی منصوبے الگ الگ نہیں تھے، بلکہ یہ ریاست سازی کی ایک جامع اور مربوط حکمت عملی کا حصہ تھے۔ فتوحات سے حاصل ہونے والے وسائل اور افرادی قوت نے عوامی تعمیراتی منصوبوں کو ممکن بنایا۔ ان منصوبوں، خاص طور پر آبپاشی کی نہروں نے، زرعی پیداوار اور معاشی خوشحالی کو فروغ دیا۔ اس خوشحالی کو منظم کرنے کے لیے ایک جدید قانونی نظام (یعنی ضابطہ قانون) کی ضرورت تھی تاکہ معاہدوں، جائیداد اور تجارت کو باقاعدہ بنایا جا سکے۔ اور پھر اسی ضابطہ قانون نے مفتوحہ علاقوں پر اس کی حکمرانی کو قانونی اور اخلاقی جواز فراہم کیا۔ یہ ایک مکمل چکر تھا: فتح سے تعمیر، تعمیر سے معیشت، معیشت سے قانون، اور قانون سے حکمرانی کا جواز۔

7.4 حمورابی کا ضابطہ قانون: مقصد اور تشکیل (Code of Hammurabi: Purpose and Formation)

حمورابی کا ضابطہ قانون انسانی تاریخ کی سب سے اہم قانونی دستاویزات میں سے ایک ہے۔ یہ نہ صرف اپنے مواد کی وجہ سے اہم ہے، بلکہ اس کے پیچھے کارفرما مقصد، اس کی تشکیل اور اس کی عوامی نمائش کے انداز نے اسے تاریخ میں ایک منفرد مقام عطا کیا ہے۔

7.4.1 پتھر کا ستون: دریافت اور اہمیت (The Stone Stele: Discovery and Significance)

حمورابی کا ضابطہ قانون ایک سیاہ ڈائیورائٹ (diorite) پتھر کے ستون (stele) پر کندہ کیا گیا ہے، جس کی اونچائی تقریباً 2.25 میٹر (7.4 فٹ) ہے۔ یہ ستون 1901 میں فرانسیسی ماہرینِ آثارِ قدیمہ نے سوسا (Susa)، جو جدید ایران میں واقع ہے، کے مقام سے دریافت کیا تھا۔ اسے ایلامی حملہ آور، بابل سے لوٹ کر لے گئے تھے۔ آج یہ ستون پیرس کے لوور میوزیم میں موجود ہے۔ اس ستون کی اہمیت اس حقیقت میں ہے کہ یہ قدیم دنیا سے ملنے والا سب سے مکمل اور طویل ترین قانونی متن ہے۔ اس پر 282 قوانین خط پیکانی میں عکادی زبان میں لکھے گئے ہیں، جو اس وقت بابل کی عام زبان تھی۔ اس کی دریافت نے قدیم میسوپوٹامیا کی قانونی اور سماجی زندگی کے بارے میں ہماری سمجھ میں انقلاب برپا کر دیا۔

7.4.2 خدائی اختیار اور قانونی جواز (Divine Authority and Legitimacy)

ستون کے اوپری حصے پر ایک نقش (relief sculpture) بنا ہوا ہے جس میں بادشاہ حمورابی کو شمش (Shamash)، یعنی سورج اور انصاف کے دیوتا، کے سامنے کھڑا دکھایا گیا ہے۔ شمش، حمورابی کو شاہی عصا اور حلقہ، جو اختیار کی علامتیں ہیں، عطا کر رہا ہے۔ یہ منظر

اس بات کی علامت ہے کہ حمورابی کو قوانین بنانے کا اختیار براہِ راست دیوتاؤں سے ملا ہے۔ یہ محض ایک آرائشی تصویر نہیں تھی، بلکہ یہ ایک گہرا سیاسی اور مذہبی پیغام تھا۔ اس کے ذریعے حمورابی اپنی حکمرانی اور اپنے قوانین کو خدائی جواز فراہم کر رہا تھا۔ وہ یہ اعلان کر رہا تھا کہ وہ محض ایک بادشاہ نہیں، بلکہ دیوتاؤں کا منتخب کردہ نمائندہ ہے، جسے زمین پر انصاف قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا ہے۔ اس سے اس کے قوانین کو ایک مقدس حیثیت حاصل ہو گئی، جس کی خلاف ورزی صرف بادشاہ کی نہیں بلکہ دیوتاؤں کی نافرمانی تصور کی جاتی۔

7.4.3 ضابطہ کا بنیادی مقصد: کمزوروں کا تحفظ

(Primary Objective of the Code: Protection of the Weak)

ضابطہ قانون کے دیباچے (prologue) اور خاتمے (epilogue) میں حمورابی اپنے مقاصد کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ دیوتاؤں نے اسے اس لیے منتخب کیا ہے تاکہ "ملک میں انصاف کا بول بالا ہو، شریروں اور بدکاروں کو تباہ کیا جائے، تاکہ طاقتور کمزور پر ظلم نہ کر سکے۔" یہ بیان ایک مثالی حکمران کی تصویر پیش کرتا ہے جو اپنی رعایا کی فلاح و بہبود اور سماجی انصاف کے لیے پرعزم ہے۔ تاہم، ماہرینِ تاریخ اس ضابطے کے حقیقی مقصد کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں۔ کچھ کا خیال ہے کہ یہ بابل کا ایک قابلِ نفاذ قانونی ضابطہ تھا جسے عدالتوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ دوسرے یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عدالتی فیصلوں کا ایک مجموعہ تھا جسے مستقبل کے ججوں کے لیے ایک مثال کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ جب کہ کچھ مورخین کا یہ بھی ماننا ہے کہ یہ بنیادی طور پر شاہی پروپیگنڈے کا ایک شاہکار تھا، جس کا مقصد حمورابی کو ایک عظیم اور انصاف پسند بادشاہ کے طور پر پیش کرنا اور دیوتاؤں کو خوش کرنا تھا۔ ضابطہ قانون کی عوامی نمائش سیاسی ابلاغ کا ایک انقلابی قدم تھا، لیکن اس کا بنیادی ہدف شاید عام شہری نہیں تھے۔ اگرچہ ضابطہ ایک عوامی مقام پر نصب کیا گیا تھا، لیکن اس دور میں خواندگی انتہائی محدود تھی اور بہت کم لوگ اسے پڑھ سکتے تھے۔ اس لیے، عام لوگوں کے لیے اس کی تحریر سے زیادہ اس کی بصری ہیبت یعنی ایک دیو قامت، پائیدار، اور خدائی طور پر منظور شدہ متن زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ یہ بادشاہ کے اختیار اور اس کے انصاف کی پائیداری کی ایک طاقتور علامت تھی۔ اس کے حقیقی سامعین تین تھے: (1) دیوتا، جن کے سامنے حمورابی اپنی پارسائی اور منصفانہ حکمرانی کا مظاہرہ کر رہا تھا؛ (2) مستقبل کے بادشاہ، جن کے لیے یہ انصاف کا ایک معیار قائم کرتا تھا؛ اور (3) خواندہ اشرافیہ (کاتب، پجاری، اہلکار)، جو ریاست کا انتظام چلاتے تھے۔ عام آدمی کے لیے، یہ ایک عملی قانونی کتابچے کے بجائے، بادشاہ کے اختیار کی ایک ناقابلِ تردید علامت تھی۔

7.5 ضابطہ قانون کا مواد اور ساخت (Content and Structure of the Code)

حمورابی کا ضابطہ قانون صرف قوانین کی ایک بے ترتیب فہرست نہیں ہے، بلکہ اسے ایک منظم ساخت کے تحت ترتیب دیا گیا ہے۔ اس کی ساخت اور مواد کا تجزیہ ہمیں بابلی معاشرے کی ترجیحات اور قانونی فکر کی گہرائی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔

7.5.1 تمہید، قوانین اور خاتمہ (Prologue, Laws, and Epilogue)

ضابطہ قانون تین بڑے حصوں پر مشتمل ہے:

تمہید :(Prologue) یہ حصہ ایک شاعرانہ زبان میں لکھا گیا ہے اور اس میں حمورابی اپنی خدائی ماموریت کا ذکر کرتا ہے۔ وہ بتاتا ہے کہ کس طرح انو (Anu) اور اینلل (Enlil) جیسے عظیم دیوتاؤں نے اسے "انصاف کو زمین پر ظاہر کرنے" کے لیے منتخب کیا۔ وہ اپنی کامیابیوں، جیسے شہروں کی تعمیر اور عوام کی فلاح و بہبود، کا ذکر کرتا ہے اور خود کو ایک انصاف پسند اور رعایا پرور بادشاہ کے طور پر پیش کرتا ہے۔

قوانین :(Laws) یہ ضابطے کا مرکزی اور سب سے بڑا حصہ ہے، جو 282 قوانین پر مشتمل ہے۔ یہ قوانین "اگر۔۔۔تو۔۔۔" کی شرطیہ شکل میں لکھے گئے ہیں، جسے وجوہاتی قانون (casuistic law) کہا جاتا ہے۔ ہر قانون ایک مخصوص صورتحال کو بیان کرتا ہے اور پھر اس کے لیے سزا یا حل تجویز کرتا ہے۔ مثال کے طور پر، قانون نمبر 22 کہتا ہے: "اگر کوئی شخص ڈکیتی کرتے ہوئے پکڑا جائے، تو اسے موت کی سزا دی جائے گی۔"

خاتمہ :(Epilogue) یہ حصہ بھی تمہید کی طرح ایک بلند آہنگ انداز میں لکھا گیا ہے۔ اس میں حمورابی اپنے انصاف کے کاموں پر فخر کا اظہار کرتا ہے اور مستقبل کے حکمرانوں کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ اس کے قوانین کی پیروی کریں۔ وہ اس شخص پر لعنت بھیجتا ہے جو اس کے ستون کو نقصان پہنچائے یا اس کے قوانین کو مٹانے کی کوشش کرے، اور اپنی میراث کے دائمی ہونے کی دعا کرتا ہے۔

7.5.2 قوانین کی اقسام: دیوانی، فوجداری اور عائلی (Types of Laws: Civil, Criminal, and Family)

حمورابی کے 282 قوانین زندگی کے تقریباً ہر پہلو کا احاطہ کرتے ہیں۔ انہیں موٹے طور پر درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

- دیوانی قانون :(Civil Law) ضابطے کا تقریباً نصف حصہ دیوانی معاملات سے متعلق ہے، خاص طور پر معاہدوں، جائیداد اور تجارت کے بارے میں۔ اس میں قرضوں، سود کی شرح، کرایہ داری، اور جائیداد کو پہنچنے والے نقصان کی ذمہ داری جیسے معاملات کے لیے تفصیلی قوانین موجود ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بابل ایک پیچیدہ تجارتی معیشت کا حامل معاشرہ تھا جہاں تحریری معاہدوں کو بہت اہمیت دی جاتی تھی۔
- فوجداری قانون :(Criminal Law) یہ قوانین چوری، ڈکیتی، حملہ اور قتل جیسے جرائم سے متعلق ہیں۔ سزائیں جرم کی نوعیت اور مجرم و متاثرہ کے سماجی طبقے کے لحاظ سے مختلف ہوتی تھیں۔ ضابطے میں جھوٹے الزامات لگانے اور جھوٹی گواہی دینے کے خلاف بھی سخت قوانین موجود تھے، جو انصاف کے نظام کی سالمیت کو برقرار رکھنے کی کوشش کو ظاہر کرتے ہیں۔
- خاندانی قانون :(Family Law) ضابطے کا تقریباً ایک تہائی حصہ خاندان اور گھریلو معاملات سے متعلق ہے۔ اس میں شادی، طلاق، وراثت، گود لینے، اور زنا جیسے موضوعات پر قوانین شامل ہیں۔ یہ قوانین بابلی معاشرے کے پدرانہ ڈھانچے کی عکاسی کرتے ہیں، لیکن ساتھ ہی عورتوں کو کچھ مخصوص حالات میں قانونی تحفظ بھی فراہم کرتے ہیں۔

7.5.3 پیشہ ورانہ اور تجارتی ضوابط (Professional and Commercial Regulations)

ضابطہ قانون میں مختلف پیشوں کے لیے بھی مخصوص قوانین موجود تھے، جو پیشہ ورانہ ذمہ داری اور جوابدہی کے اصول کو قائم

کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر، قانون نمبر 229 کے مطابق، "اگر ایک معمار کسی شخص کے لیے گھر بنائے اور اسے ٹھیک سے نہ بنائے، اور وہ گھر گر جائے اور مالک کی موت واقع ہو جائے، تو اس معمار کو موت کی سزا دی جائے گی۔" اگر مالک کا بیٹا مر جائے تو معمار کے بیٹے کو سزائے موت دی جاتی تھی، جو قصاص کے اصول کا ایک انتہائی سخت اطلاق ہے۔ طبیبوں اور جراحوں کی فیس ان کے مریض کے سماجی طبقے کے لحاظ سے مقرر کی گئی تھی۔ ایک کامیاب جراحی پر ایک امیر آدمی (*amelu*) کو دس شیکل چاندی ادا کرنا پڑتی تھی، جب کہ ایک غلام (*ardu*) کے آپریشن کی فیس صرف دو شیکل تھی۔ اسی طرح، اگر ڈاکٹر کی غفلت سے مریض کو نقصان پہنچتا تو سزائیں بھی سماجی طبقے کے مطابق مختلف ہوتی تھیں۔ یہ قوانین ظاہر کرتے ہیں کہ بابلی معاشرہ ایک منظم شہری معاشرہ تھا جہاں خدمات کا معیار اور ان کی قیمتیں قانون کے ذریعے طے کی جاتی تھیں تاکہ استحصال کو روکا جا سکے۔

جدول: بابلی انصاف کا تقابلی جائزہ

جرم/فعل	مجرم کا طبقہ	متاثرہ کا طبقہ	سزا/جرمانہ
آنکھ نکالنا	امیر	امیر	مجرم کی آنکھ نکالی جائے گی (قانون 196)
آنکھ نکالنا	امیر	عام آدمی (*Mushkenu*)	ایک مینا (تقریباً 500 گرام) چاندی کا جرمانہ (قانون 198)
آنکھ نکالنا	امیر	غلام	غلام کی قیمت کا نصف ادا کرنا ہوگا (قانون 199)
ہڈی توڑنا	امیر	امیر	مجرم کی ہڈی توڑی جائے گی (قانون 197)
ہڈی توڑنا	امیر	عام آدمی	ایک مینا چاندی کا جرمانہ (قانون 198)
باپ کو مارنا	بیٹا	باپ	بیٹے کے ہاتھ کاٹ دیے جائیں گے (قانون 195)
گھر کی ناقص تعمیر سے مالک کی موت	معمار	گھر کا مالک (امیر)	معمار کو موت کی سزا دی جائے گی (قانون 229)
گھر کی ناقص تعمیر سے مالک کے بیٹے کی موت	معمار	گھر کے مالک کا بیٹا	معمار کا بیٹا مارا جائے گا (قانون 230)
چوری (مندر یا محل سے)	کوئی بھی شخص	مندر/محل	تیس گنا ادائیگی؛ اگر ادا نہ کر سکے تو سزائے موت (قانون 8)
چوری (عام آدمی سے)	کوئی بھی شخص	عام آدمی	دس گنا ادائیگی (قانون 8)

مندرجہ بالا جدول یہ واضح کرتا ہے کہ حمورابی کے ضابطے کے تحت انصاف کا اطلاق کس طرح سماجی طبقات کی بنیاد پر مختلف ہوتا تھا۔ یہ انصاف کے "متناسب لیکن غیر مساوی" تصور کو ظاہر کرتا ہے۔

7.6 بابلی معاشرہ ضابطہ قانون کے آئینے میں (Babylonian Society as Reflected in the Code)

حمورابی کا ضابطہ قانون صرف ایک قانونی دستاویز نہیں، بلکہ یہ قدیم بابلی معاشرے کا ایک سماجی آئینہ ہے۔ اس کے قوانین کا مطالعہ ہمیں اس دور کے سماجی ڈھانچے، طبقاتی نظام، خاندانی اقدار اور معاشی زندگی کے بارے میں گہری بصیرت فراہم کرتا ہے۔ یہ ضابطہ صرف

معاشرے کی عکاسی نہیں کرتا، بلکہ یہ موجودہ طاقت کے ڈھانچے کو فعال طور پر محفوظ رکھنے کا ایک ذریعہ بھی تھا۔ ضابطہ قانون بابلی معاشرے کو واضح طور پر تین طبقات میں تقسیم کرتا ہے:

1. امیلو :(*Amelu*) یہ اعلیٰ طبقہ تھا، جس میں بادشاہ، شاہی خاندان، اعلیٰ سرکاری اہلکار، پجاری اور زمیندار شامل تھے۔ یہ "امیر" یا "شرفاء" تھے جنہیں مکمل شہری حقوق حاصل تھے۔ قانون ان کے حقوق کا سب سے زیادہ تحفظ کرتا تھا، لیکن ساتھ ہی ان پر ذمہ داریاں بھی زیادہ عائد ہوتی تھیں۔
2. مشکینو :(*Mushkenu*) ان کی اصل سماجی حیثیت پر علماء میں بحث ہے۔ کچھ انہیں مکمل طور پر آزاد شہری مانتے ہیں جو امیلو سے غریب تھے، جب کہ کچھ کا خیال ہے کہ وہ نیم آزاد (Semi-free) افراد تھے جو محل یا مندر پر زیادہ انحصار کرتے تھے۔ ضابطہ قانون میں ان کا ذکر امیلو اور اردو (غلام) کے درمیان ایک الگ طبقے کے طور پر کیا گیا ہے۔ یہ عام شہریوں کا طبقہ تھا، جو آزاد تو تھے لیکن سماجی طور پر امیلو سے کم حیثیت رکھتے تھے۔ ان میں کسان، کاریگر اور چھوٹے تاجر شامل ہو سکتے ہیں۔ قانون میں ان کے لیے سزائیں اور جرمانے امیلو سے کم تھے، لیکن ان کے خلاف ہونے والے جرائم کی سزا بھی کم تھی۔
3. اردو :(*Ardu*) یہ غلاموں کا طبقہ تھا، جو معاشرے کے نچلے ترین درجے پر تھے۔ غلام جنگی قیدی، قرض ادا نہ کر سکنے والے لوگ، یا غلام والدین کے ہاں پیدا ہونے والے بچے ہوتے تھے۔ وہ اپنے مالک کی جائیداد سمجھے جاتے تھے، لیکن قانون نے انہیں کچھ بنیادی تحفظات بھی فراہم کیے تھے، اور بعض حالات میں وہ آزادی بھی خرید سکتے تھے۔

ضابطہ قانون کا سب سے نمایاں پہلو انصاف کا طبقاتی تصور ہے۔ قانون سب کے لیے برابر نہیں تھا۔ ایک ہی جرم کی سزا اس بات پر منحصر تھی کہ مجرم اور متاثرہ کا تعلق کس طبقے سے ہے۔ جیسا کہ پچھلے حصے کے جدول میں دکھایا گیا ہے، اگر ایک امیلو کسی دوسرے امیلو کی آنکھ نکالتا، تو اس کی اپنی آنکھ نکال دی جاتی (قصاص)۔ لیکن اگر وہی امیلو کسی مشکینو کی آنکھ نکالتا، تو اسے صرف جرمانہ ادا کرنا پڑتا۔ یہ طبقاتی تفریق اس بات کو یقینی بناتی تھی کہ سماجی ڈھانچہ اپنی جگہ قائم رہے۔ قوانین مسلسل نچلے طبقوں کی طرف سے اعلیٰ طبقوں کے خلاف کیے گئے جرائم کے لیے سخت سزائیں اور اس کے برعکس صورتحال میں کم سزائیں تفویض کرتے ہیں۔ خاندانی قوانین شوہر/باپ کے مطلق اختیار کو تقویت دیتے ہیں۔ معاشی قوانین زمیندار اشرافیہ (امیلو) کی جائیداد کی حفاظت کرتے ہیں۔ ان عدم مساوات کو ضابطہ بنا کر، قانون انہیں خدائی اور ریاستی اختیار کی طاقت دیتا ہے، جس سے سماجی درجہ بندی فطری اور ناقابل تغیر نظر آتی ہے۔ لہٰذا، قانون ایک غیر جانبدار ثالث نہیں بلکہ جمود کا نفاذ کرنے والا ایک آلہ تھا۔

ضابطہ قانون ہمیں بابلی خاندان کے ڈھانچے کے بارے میں بھی بہت کچھ بتاتا ہے۔ معاشرہ واضح طور پر پدرانہ تھا، جہاں خاندان کا سربراہ مرد ہوتا تھا۔ شادی ایک معاہدے کی شکل میں ہوتی تھی جس میں جہیز اور مہر کا لین دین شامل ہوتا تھا۔ اس پدرانہ نظام کے باوجود، بابلی عورتوں کو قدیم دنیا کے بہت سے دوسرے معاشروں کے مقابلے میں زیادہ قانونی حقوق حاصل تھے۔ وہ جائیداد کی مالک ہو سکتی تھیں، عدالت میں اپنی نمائندگی کر سکتی تھیں، اور کچھ مخصوص حالات میں طلاق کا مطالبہ بھی کر سکتی تھیں۔ مثال کے طور پر، قانون 142 کے مطابق، اگر

ایک عورت اپنے شوہر سے نفرت کا اظہار کرے اور ثابت کر دے کہ اس کا شوہر قصوروار ہے جب کہ وہ بے قصور ہے، تو وہ اپنا جہیز لے کر اپنے باپ کے گھر واپس جا سکتی تھی۔ تاہم، اگر عورت قصوروار پائی جاتی، تو اسے پانی میں ڈبو کر موت کی سزا دی جا سکتی تھی۔ معاشی طور پر، بابل کی بنیاد زراعت پر تھی، خاص طور پر جو اور اون کی پیداوار پر۔ ضابطے میں آبپاشی، زمین کی کرایہ داری اور فصلوں کے نقصان سے متعلق تفصیلی قوانین موجود ہیں، جو زراعت کی اہمیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ، تجارت اور دستکاری بھی معیشت کے اہم ستون تھے، اور ضابطے میں تاجروں، بینکاروں اور کاریگروں کے لیے بھی قوانین موجود تھے، جو ایک ترقی یافتہ شہری معیشت کی نشاندہی کرتے ہیں۔

7.7 آنکھ کے بدلے آنکھ: قصاص کا اصول (*Lex Talionis*: An Eye for an Eye)

حمورابی کے ضابطہ قانون کی سب سے مشہور اور اکثر غلط سمجھی جانے والی خصوصیت قصاص کا اصول یا *lex talionis* ہے، جسے عام طور پر 'آنکھ کے بدلے آنکھ، دانت کے بدلے دانت' کے نام سے جانا جاتا ہے۔ یہ اصول بابلی انصاف کے تصور کی بنیاد تھا، لیکن اس کا اطلاق پیچیدہ اور طبقاتی امتیازات سے مشروط تھا۔ پہلی نظر میں، 'آنکھ کے بدلے آنکھ' کا اصول وحشیانہ انتقام کا قانون لگتا ہے۔ تاہم، اس کا اصل مقصد اس کے برعکس تھا۔ اس اصول کا مقصد سزا کو جرم کے متناسب بنانا تھا۔ حمورابی سے پہلے کے دور میں، جب کوئی شخص کسی کو نقصان پہنچاتا، تو متاثرہ فریق یا اس کا قبیلہ اکثر حد سے زیادہ بدلہ لیتا، جس سے خونی جھگڑوں اور لامتناہی انتقام کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ قصاص کے اصول نے اس بے قابو انتقام کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ اس نے یہ اصول قائم کیا کہ سزا جرم سے زیادہ نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کسی نے کسی کی آنکھ نکالی ہے، تو اس کی سزا اس کی آنکھ نکالنا ہے، نہ کہ اس کی جان لینا۔ اس طرح، یہ اصول ذاتی انتقام کو ریاست کے زیرِ انتظام انصاف کے نظام میں تبدیل کرنے کی ایک کوشش تھی، جس کا مقصد معاشرے میں امن و امان قائم کرنا تھا۔

یہاں یہ سمجھنا انتہائی ضروری ہے کہ قصاص کے اصول کا اصول عالمی طور پر اور یکساں طور پر لاگو نہیں ہوتا تھا۔ اس کا سخت اطلاق صرف اس وقت ہوتا تھا جب مجرم اور متاثرہ دونوں ایک ہی سماجی طبقے سے تعلق رکھتے ہوں، خاص طور پر امیر طبقے سے۔ جب طبقاتی حدود کو عبور کیا جاتا، تو انصاف کا پیمانہ بدل جاتا:

- امیلو بمقابلہ مشکینو : اگر ایک امیلو (اعلیٰ طبقہ) کسی مشکینو (عام آدمی) کی آنکھ نکالتا یا ہڈی توڑتا، تو اسے جسمانی سزا نہیں دی جاتی تھی، بلکہ اسے صرف ایک مینا چاندی کا جرمانہ ادا کرنا پڑتا تھا۔
- امیلو بمقابلہ اردو : اگر ایک امیلو کسی غلام (اردو) کو جسمانی نقصان پہنچاتا، تو سزا مزید کم ہو جاتی تھی۔ اسے صرف غلام کی بازار قیمت کا نصف حصہ اس کے مالک کو ادا کرنا پڑتا تھا۔

یہ استثنیات واضح طور پر ظاہر کرتی ہیں کہ بابلی قانون کی نظر میں تمام انسان برابر نہیں تھے۔ ایک امیر آدمی کی آنکھ کی قیمت ایک عام آدمی کی آنکھ سے زیادہ تھی، اور ایک غلام کی آنکھ کی قیمت محض اس کی معاشی قدر کے برابر تھی۔ اس سے حمورابی کے ضابطے میں موجود بنیادی تضاد سامنے آتا ہے۔ ایک طرف، دیباچہ کمزوروں کے تحفظ کا دعویٰ کرتا ہے، اور قصاص کے اصول کا اصول معروضی انصاف کی

طرف ایک قدم معلوم ہوتا ہے۔ دوسری طرف، طبقاتی استثنیات اس مثالی دعوے کی نفی کرتی ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ بابلی معاشرے کا بنیادی تنظیمی اصول تجریدی انصاف نہیں، بلکہ سماجی نظام کا تحفظ تھا۔ درجہ بندی کو برقرار رکھنا سب کے لیے مساوی انصاف کو یقینی بنانے سے زیادہ اہم تھا۔

7.8 خط پیکانی: تحریر کا ارتقاء (Cuneiform Script: Evolution of Writing)

قانون کو تحریری شکل دینا اور اسے ایک ضابطے میں مرتب کرنا تحریر کے فن کے بغیر ناممکن تھا۔ میسوپوٹامیا میں ایجاد ہونے والا خط پیکانی(Cuneiform) یعنی تیر کی شکل والا طرز تحریر وہ تکنیکی بنیاد تھی جس نے حمورابی کے ضابطہ قانون جیسے پیچیدہ قانونی متن کو ممکن بنایا۔ اس رسم الخط کا ارتقاء خود تہذیب کے ارتقاء کی کہانی ہے۔خط پیکانی کی ابتدا تقریباً 3500 قبل مسیح میں سادہ تصویری علامات(pictographs) سے ہوئی۔ ابتدائی طور پر، تحریر کا مقصد بنیادی طور پر تجارتی اور انتظامی ریکارڈ رکھنا تھا۔ مثال کے طور پر، بھیڑ کی تصویر 'بھیڑ' کی نمائندگی کرتی تھی، اور جو کے خوشے کی تصویر 'جو' کی۔ یہ نظام سادہ ناموں کے لیے تو کارآمد تھا، لیکن تجریدی خیالات یا پیچیدہ جملے لکھنے کے لیے ناکافی تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ، یہ تصویری علامات زیادہ تجریدی (abstract)اور مرصع(stylized)ہوتی گئیں۔ کاتبوں نے سرکنڈے (reed)سے بنے قلم (stylus)کا استعمال شروع کیا، جس کا سرا تکونی شکل کا ہوتا تھا۔ وہ اس قلم کو گیلی مٹی کی تختی پر دبا کر نشانات بناتے تھے۔ اس عمل سے بننے والے نشانات میخ یا کیل(wedge) یا تیر کے سرے کی شکل کے ہوتے تھے، اسی لیے اس رسم الخط کو لاطینی لفظ *cuneus*(معنی: میخ) کی مناسبت سے کیونی فارم(cuneiform)یعنی 'میخی' یا 'پیکانی' کہا جاتا ہے۔

خط پیکانی کی ایجاد کا سہرا جنوبی میسوپوٹامیا کی سمیری تہذیب کے سر ہے۔ یہ دنیا کا پہلا معلوم تحریری نظام تھا۔ ابتدائی طور پر یہ سمیری زبان لکھنے کے لیے استعمال ہوتا تھا، جو ایک منفرد اور غیر سامی زبان تھی۔ تاہم، خط پیکانی کی سب سے بڑی خوبی اس کی لچک تھی۔ اسے دوسری زبانوں کے لیے بھی اپنایا جا سکتا تھا۔ جب عکادی بولنے والے سامی لوگ میسوپوٹامیا میں غالب آئے، تو انہوں نے خط پیکانی کو اپنی زبان لکھنے کے لیے اپنا لیا۔ حمورابی کا ضابطہ قانون بھی عکادی زبان میں اسی خط پیکانی میں لکھا گیا تھا۔ بعد میں، یہ رسم الخط پورے قدیم مشرقِ وسطیٰ میں پھیل گیا اور اسے ہتی(Hittite) ، ایلامی (Elamite) اور حوری (Hurrian) جیسی کئی دوسری زبانیں لکھنے کے لیے بھی استعمال کیا گیا۔ خط پیکانی کا ارتقاء براہِ راست میسوپوٹامیا کی تہذیب کی بڑھتی ہوئی پیچیدگیوں کا نتیجہ تھا۔ جیسے جیسے شہر بڑے ہوئے، تجارت پھیلی، اور حکومتیں زیادہ مرکزی ہوئیں، تحریری ریکارڈ رکھنے کی ضرورت شدید تر ہوتی گئی۔ تحریر نے مندرجہ ذیل اہم کام انجام دیے :

- معاشی ریکارڈ : فصلوں، مویشیوں، اور تجارتی سامان کا حساب کتاب رکھنا۔
- انتظامی ریکارڈ : ٹیکسوں کا اندراج، زمین کی ملکیت کا تعین، اور سرکاری احکامات جاری کرنا۔
- مذہبی متون : مذہبی کہانیاں، دعائیں، اور رسومات کو محفوظ کرنا۔
- قانونی دستاویزات : معاہدے، عدالتی فیصلے، اور سب سے بڑھ کر، حمورابی جیسے جامع قانونی ضابطوں کو تحریر کرنا۔

خط پیکانی کا صوتی نظام میں تبدیل ہو نا وہ تکنیکی چھلانگ تھی جس نے نظریاتی قانون کو ممکن بنایا۔ ابتدائی تصویری تحریر صرف ٹھوس اشیاء کی نمائندگی کر سکتی تھی جیسے "چار بھیڑیں۔" یہ "انصاف"، "ذمہ داری"، یا "نیت" جیسے تجریدی تصورات کو آسانی سے ظاہر نہیں کر سکتی تھی۔ جب یہ نظام ایک لوگو-سلیبک (logo-syllabic) نظام میں تبدیل ہوا، جہاں نشانات آوازوں کے ساتھ ساتھ تصورات کی بھی نمائندگی کر سکتے تھے، تو یہ ایک انقلابی تبدیلی تھی۔ اس نے کاتبوں کو کوئی بھی لفظ لکھنے کی اجازت دی، بشمول پیچیدہ قانونی اصطلاحات۔ اس ارتقاء کے بغیر، حمورابی کے ضابطہ قانون جیسی ایک جامع قانونی دستاویز، جو پیچیدہ اور تجریدی قانونی نظریات سے بھری ہوئی ہے، کو مرتب کرنا اور ریکارڈ کرنا ناممکن ہوتا۔

7.9 مٹی کی تختیاں اور لکھنے کا فن (Clay Tablets and the Art of Writing)

خط پیکانی کا عملی پہلو اس کے مواد اور تکنیک میں مضمر ہے۔ مٹی کی تختیاں اور سرکنڈے کا قلم وہ سادہ مگر موثر اوزار تھے جنہوں نے قدیم میسوپوٹامیا میں علم، قانون اور ادب کے پھیلاؤ کو ممکن بنایا۔

7.9.1 مواد اور تکنیک (Material and Technique)

خط پیکانی لکھنے کا عمل درج ذیل مراحل پر مشتمل تھا:

- مٹی کی تیاری: کاتب دریاؤں کے کنارے سے چکنی مٹی حاصل کرتے تھے، جو میسوپوٹامیا میں وافر مقدار میں دستیاب تھی۔ اس مٹی کو صاف کیا جاتا تاکہ اس میں سے کنکر اور پودوں کے ذرات نکل جائیں، اور پھر اسے گوندھ کر ایک ہموار تختی کی شکل دی جاتی تھی۔ یہ تختیاں عام طور پر اتنی بڑی ہوتی تھیں کہ آسانی سے ایک ہاتھ میں سما سکیں۔
- سرکنڈے کا قلم (Stylus): لکھنے کا آلہ، جسے اسٹائلس کہتے ہیں، عام طور پر سرکنڈے (reed) سے بنایا جاتا تھا۔ سرکنڈے کو کاٹ کر اس کا ایک سرا تکونی یا میخ کی شکل کا بنا لیا جاتا تھا۔ کاتب اس نوک کو گیلی مٹی کی تختی پر دباتے تھے، جس سے میخ کی شکل کے نشانات بنتے تھے۔ وہ قلم کو مٹی پر گھسیٹتے نہیں تھے، بلکہ ہر نشان کے لیے اسے اٹھا کر دوبارہ دباتے تھے۔
- تختیوں کو خشک کرنا: لکھنے کے بعد، تختیوں کو خشک ہونے کے لیے چھوڑ دیا جاتا تھا۔ زیادہ تر تختیاں، خاص طور پر جو عارضی ریکارڈ کے لیے ہوتیں، انہیں دھوپ میں خشک کیا جاتا تھا۔ ان غیر پکی تختیوں کو دوبارہ استعمال کرنے کے لیے پانی میں بھگو کر مٹی کو نرم کیا جا سکتا تھا۔ تاہم، اہم دستاویزات، جیسے قانونی ضابطے، شاہی فرمان یا مندر کے ریکارڈ، کو بھٹی (kiln) میں پکایا جاتا تھا تاکہ وہ پائیدار اور مستقل ہو جائیں۔

7.9.2 تختیوں کی اقسام (Types of Tablets)

تمام مٹی کی تختیاں ایک جیسی نہیں ہوتی تھیں۔ ان کی شکل اور سائز ان کے مقصد کے لحاظ سے مختلف ہوتے تھے:

- مستطیل تختیاں (Rectangular Tablets): یہ سب سے عام شکل تھی۔ سرکاری ریکارڈ، قانونی معاہدے، خطوط اور

ادبی کام عام طور پر مستطیل یا مربع تختیوں پر لکھے جاتے تھے۔

- گول تختیاں :(Round Tablets) گول تختیاں اکثر اسکول کی مشقوں کے لیے استعمال ہوتی تھیں۔استاد تختی کے ایک طرف سبق لکھتا تھا، اور طالب علم دوسری طرف اس کی نقل کرنے کی مشق کرتا تھا۔ان کی گول شکل انہیں سرکاری دستاویزات سے ممتاز کرتی تھی۔
- مخروطی اور اسطوانی :(Cones and Cylinders) بادشاہ اکثر اپنی تعمیراتی کامیابیوں اور فتوحات کو یادگار بنانے کے لیے مٹی کے مخروطوں (cones) یا اسطوانوں (cylinders) پر فرمان کندہ کرواتے تھے۔ان اشیاء کو مندروں اور عمارتوں کی دیواروں میں نصب کیا جاتا تھا۔

مٹی کی تختی کا ذریعہ بذاتِ خود قانون کی مشق اور اس کی تاریخی حفاظت پر گہرا اثر ڈالتا ہے۔ غیر پکی مٹی کا دوبارہ قابلِ استعمال ہونا اسے کاتبوں کی تربیت اور عارضی ریکارڈ کے لیے مثالی بناتا تھا۔ پکی ہوئی مٹی کی پائیداری نے ایک دیرپا قانونی اور انتظامی آرکائیو کی تخلیق کی اجازت دی۔ یہی پائیداری بنیادی وجہ ہے کہ حمورابی کا ضابطہ اور ہزاروں دیگر قانونی اور تجارتی دستاویزات آج تک محفوظ ہیں، جو ہمیں اس قدیم معاشرے میں ایک بے مثال جھلک فراہم کرتی ہیں۔یہ تحریری ذریعہ خود ہمارے تاریخی علم کی فراوانی کی ایک اہم وجہ ہے۔

7.10 حمورابی کے ضابطہ قانون کی تاریخی اہمیت

(Historical Significance of the Code of Hammurabi)

حمورابی کا ضابطہ قانون محض ایک قدیم دستاویز نہیں ہے، بلکہ یہ قانون اور انصاف کی تاریخ میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ اس کے بہت سے قوانین آج کے معیارات کے مطابق سخت اور غیر مساوی معلوم ہوتے ہیں، لیکن اس کے بنیادی اصولوں اور تصورات نے آنے والے قانونی نظاموں پر گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔

7.10.1 بعد کے قانونی نظاموں پر اثرات (Influence on Later Legal Systems)

حمورابی کے ضابطے کا براہِ راست اثر قدیم مشرقِ وسطیٰ کی تہذیبوں پر سب سے زیادہ واضح ہے۔اس کی نقول اور اس کے قوانین کے حوالے بعد کی صدیوں میں بھی ملتے ہیں، جو اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ اسے ایک معیاری قانونی متن کے طور پر دیکھا جاتا تھا۔ عبرانی قانون(Biblical Law) بہت سے علماء نے حمورابی کے ضابطے اور عہد نامہ قدیم (Old Testament) میں بیان کردہ قوانین، خاص طور پر کتابِ خروج (Book of Exodus) کے قوانین، کے درمیان مماثلت کی نشاندہی کی ہے۔ 'آنکھ کے بدلے آنکھ') قصاص کا اصول دونوں میں موجود ہے۔ اگرچہ براہِ راست تعلق ثابت کرنا مشکل ہے، لیکن یہ امکان غالب ہے کہ دونوں قانونی روایات ایک مشترک قدیم سامی قانونی ورثے سے نکلی ہیں، جس میں حمورابی کا ضابطہ ایک ابتدائی اور اہم مثال ہے۔ جدید مغربی قانونی نظاموں پر حمورابی کے ضابطے کا براہِ راست اثر کم ہے۔ مغربی قانون کی جڑیں زیادہ تر رومی قانون میں پیوست ہیں۔تاہم، حمورابی کا ضابطہ قانون کی ترقی

کے ایک اہم ابتدائی مرحلے کی نمائندگی کرتا ہے اور اس نے ان بنیادی تصورات کی بنیاد رکھی جو بعد میں مغربی قانون کا حصہ بنے۔

7.10.2 تحریری قانون کی ترقی میں کردار (Role in the Development of Written Law)

حمورابی کے ضابطے کی اصل میراث اس کے مخصوص قوانین میں نہیں، بلکہ ان بنیادی قانونی اصولوں میں ہے جنہیں اس نے قائم کیا اور فروغ دیا۔ یہ وہ تصورات ہیں جنہوں نے قانون کی نوعیت کو ہمیشہ کے لیے بدل دیا:

- قانون کی بالادستی اور عوامی رسائی : حمورابی نے قوانین کو تحریری شکل دے کر اور انہیں ایک عوامی یادگار پر کندہ کر کے، اس اصول کو قائم کیا کہ انصاف من مانی یا خفیہ نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ تحریری اور سب کے لیے قابلِ رسائی اصولوں پر مبنی ہونا چاہیے۔ یہ 'قانون کی حکمرانی' (Rule of Law) کے تصور کی طرف پہلا قدم تھا۔
- ریاست بطور منصف : ضابطہ قانون نے اس تصور کو مضبوط کیا کہ انصاف فراہم کرنا اور تنازعات کو حل کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے، نہ کہ افراد یا قبیلوں کی۔ اس نے ذاتی انتقام کو محدود کیا اور انصاف کے لیے ایک مرکزی اتھارٹی قائم کی۔
- بے گناہی کا تصور :(Presumption of Innocence) ضابطہ قانون، دنیا کی پہلی قانونی دستاویزات میں سے ایک ہے جس میں بے گناہی کے تصور کی جھلک ملتی ہے۔ قوانین کا تقاضا تھا کہ الزام لگانے والے کو ثبوت پیش کرنا ہوگا اور ملزم کو بھی اپنی صفائی میں شواہد پیش کرنے کا موقع دیا جاتا تھا۔ اگر کوئی شخص کسی پر سنگین الزام لگاتا اور اسے ثابت نہ کر پاتا، تو الزام لگانے والے کو موت کی سزا دی جاسکتی تھی، جو جھوٹے الزامات کی حوصلہ شکنی کرتا تھا۔
- شواہد کی اہمیت : ضابطے نے انصاف کے عمل میں گواہوں، حلف اور تحریری ثبوتوں کی اہمیت پر زور دیا۔ اس نے عدالتی فیصلوں کو موضوعی رائے کے بجائے معروضی شواہد پر مبنی بنانے کی کوشش کی۔

حمورابی کے ضابطے کی سب سے اہم میراث اس کے مخصوص قوانین نہیں، بلکہ خود قانون کا تصور ہے: ایک عوامی، مستقل، اور ریاست کا مرکزی ستون۔ حمورابی سے پہلے، قانون زیادہ تر غیر تحریری رواج اور منتشر شاہی فرمانوں کا معاملہ تھا۔ ایک جامع ضابطے کو ایک مستقل، عوامی یادگار پر کندہ کر کے، حمورابی نے حکمران، عوام اور قانون کے درمیان تعلقات کو بنیادی طور پر تبدیل کر دیا۔ اس نے یہ مثال قائم کی کہ انصاف من مانی نہیں بلکہ تحریری، قابلِ فہم اصولوں پر مبنی ہے۔ چاہے یہ ضابطہ ان پڑھ عوام کے لیے عملی سے زیادہ علامتی ہی کیوں نہ ہو، اس نے 'قانون کی حکمرانی' کے تصور کو (چاہے وہ ایک غیر مساوی قانون ہی کیوں نہ ہو) تہذیب کے ایک بنیادی پتھر کے طور پر مضبوطی سے قائم کر دیا۔ یہی نظریاتی تبدیلی اس کا حقیقی اور پائیدار انقلاب ہے۔

7.11 اکتسابی نتائج (Learning Outcomes)

اس اکائی میں ہم نے قدیم میسوپوٹامیا کی دو اہم ترین کامیابیوں حمورابی کا ضابطہ قانون اور خط پیکانی کا تفصیلی جائزہ لیا۔ ہم نے دیکھا کہ کس طرح دریائے دجلہ و فرات کی زرخیز وادی نے دنیا کی اولین تہذیبوں کو جنم دیا، اور سمیر و عکاد کی ریاستوں نے اس سیاسی اور ثقافتی بنیاد کی

تشکیل کی جس پر پہلی بابلی سلطنت کا قیام عمل میں آیا۔ بادشاہ حمورابی ایک دوراندیش حکمران تھا جس نے نہ صرف فوجی فتوحات کے ذریعے میسوپوٹامیا کو متحد کیا بلکہ انتظامی اصلاحات اور ایک جامع قانونی ضابطے کے ذریعے اپنی سلطنت کو استحکام بخشا۔ حمورابی کا ضابطہ قانون، جو ایک بلند پتھر کے ستون پر کندہ ہے، محض قوانین کا مجموعہ نہیں بلکہ شاہی اختیار کو خدائی جواز فراہم کرنے، معاشرتی نظم و ضبط قائم کرنے، اور "کمزوروں کو طاقتوروں کے ظلم سے بچانے" کے نظریے کا ایک طاقتور اظہار ہے۔ ہم نے ضابطے کی ساخت اور مواد کا تجزیہ کیا اور دیکھا کہ یہ دیوانی، فوجداری، اور خاندانی قوانین پر مشتمل تھا جو بابلی زندگی کے تقریباً ہر پہلو کا احاطہ کرتے تھے۔ اس ضابطے کی سب سے نمایاں خصوصیت اس کا طبقاتی انصاف کا تصور تھا، جہاں امیلو (اشرافیہ)، مشکینو (عام آدمی)، اور اردو (غلام) کے لیے قوانین اور سزائیں مختلف تھیں۔ 'آنکھ کے بدلے آنکھ' کا مشہور اصول، قصاص کے اصول، بھی صرف سماجی طور پر برابر حیثیت رکھنے والوں پر لاگو ہوتا تھا، جو اس معاشرے کے درجہ بندی پر مبنی ڈھانچے کی عکاسی کرتا ہے۔ اس قانونی انقلاب کو خط پیکانی کی تکنیکی ترقی نے ممکن بنایا۔ ہم نے اس کے ارتقاء کا سراغ لگایا، جو سادہ تصویری علامات سے شروع ہو کر ایک پیچیدہ میخ نما تحریری نظام تک پہنچا، جسے مختلف زبانیں لکھنے کے لیے استعمال کیا جا سکتا تھا۔ مٹی کی تختیاں اور سرکنڈے کا قلم وہ اوزار تھے جنھوں نے نہ صرف تجارت اور انتظامیہ کو ممکن بنایا بلکہ قانون کو تحریری، مستقل اور قابل انتقال شکل بھی دی۔ آخر میں، ہم نے حمورابی کے ضابطے کی تاریخی میراث کا جائزہ لیا۔ اگرچہ اس کے مخصوص قوانین آج متروک ہو چکے ہیں، لیکن اس کے بنیادی اصول جیسے تحریری اور عوامی قانون کا تصور، ریاست کی انصاف کی ذمہ داری، اور شواہد پر مبنی عدالتی کارروائی نے آنے والے قانونی نظاموں کی ترقی کی بنیاد رکھی اور آج بھی قانونی فکر کا ایک اہم حصہ ہیں۔ حمورابی کا ضابطہ اور خط پیکانی مل کر انسانی تہذیب کے اس بنیادی اصول کی گواہی دیتے ہیں کہ ایک منظم معاشرہ تحریری قانون اور موثر ابلاغ کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔

7.12 فرہنگ (Glossary)

حمورابی (Hammurabi): بابل کے پہلے شاہی خاندان کا چھٹا بادشاہ (تقریباً 1792-1750 ق۔م) جس نے میسوپوٹامیا کو متحد کیا اور اپنے مشہور ضابطہ قانون کے لیے جانا جاتا ہے۔

ضابطہ قانون (Code of Law): حمورابی کا مرتب کردہ 282 قوانین کا مجموعہ، جو پتھر کے ستون پر کندہ ہے اور قدیم بابلی معاشرے، انصاف اور طبقاتی نظام کی عکاسی کرتا ہے۔

ستون (Stele): ایک بڑا، کھڑا پتھر کا ستون جس پر حمورابی کا ضابطہ قانون کندہ تھا۔ یہ 1901 میں سوسا سے دریافت ہوا۔

شمش (Shamash): بابلی دیوتا جو سورج اور انصاف کا دیوتا مانا جاتا تھا۔

لیکس ٹالیونس (Lex Talionis): 'آنکھ کے بدلے آنکھ' یا 'قصاص کا اصول' کا قانون، جس کا مقصد سزا کو جرم کے متناسب بنانا تھا، لیکن اس کا اطلاق سماجی طبقات کی بنیاد پر مختلف ہوتا تھا۔

خط پیکانی/کیونیفارم (Cuneiform Script): میسوپوٹامیا کا قدیم تحریری نظام، جو گیلی مٹی کی تختیوں پر سرکنڈے کے قلم سے میخ نما نشانات بنا کر لکھا جاتا تھا۔ اسے سومیروں نے ایجاد کیا۔

7.13 نمونہ امتحانی سوالات (Model Examination Questions)

7.13.1 معروضی جوابات کے حامل سوالات (Objective Answer Type Questions)

1. حمورابی کے ضابطہ قانون میں کل کتنے قوانین شامل ہیں؟

(الف)182 (ب)282 (ج)382 (د)82

2. بابلی معاشرہ کن تین سماجی طبقات میں تقسیم تھا؟

(الف) بادشاہ، کسان، غلام (ب) پجاری، فوجی، تاجر (ج)امیلو، مشکینو، اردو (د)امیر، غریب، متوسط

3. 'آنکھ کے بدلے آنکھ' کے اصول کو کیا کہا جاتا ہے؟

(الف)لیکس ٹالیونس (Lex talionis) (ب)انصاف کا اصول

(ج)خدائی قانون (د) متناسب سزا

4. حمورابی کا ضابطہ قانون کس رسم الخط میں لکھا گیا تھا؟

(الف)ہیروغلیفی (ب)سنسکرت (ج)میخی (Cuneiform) (د)آرامی

5. ضابطہ قانون کے ستون پر حمورابی کو کس دیوتا سے اختیار وصول کرتے دکھایا گیا ہے؟

(الف)مردوک (ب)شمش (ج)اینلل (د)انو

7.13.2 مختصر جوابات کے حامل سوالات (Short Answer Type Questions)

1. حمورابی کے ضابطہ قانون کے دیباچے کے مطابق اس کا بنیادی مقصد کیا تھا؟
2. حمورابی کے ضابطہ قانون کے تین اہم حصے کونسے ہیں؟ان کے نام لکھیے۔
3. ضابطہ قانون میں ایک ہی جرم کی سزا سماجی طبقات کی بنیاد پر کس طرح مختلف ہوتی تھی؟ایک مثال سے واضح کریں۔

7.13.3 طویل جوابات کے حامل سوالات(Long Answer Type Questions)

1. حمورابی کے ضابطہ قانون کی روشنی میں بابلی معاشرے کے سماجی ڈھانچے پر تفصیلی بحث کریں۔تینوں طبقات (امیلو، مشکینو، اردو) کے حقوق اور ذمہ داریوں کی وضاحت کریں۔
2. حمورابی کے ضابطہ قانون کی تاریخی اہمیت اور میراث کا جائزہ لیں۔اس نے بعد کے قانونی نظاموں اور تحریری قانون کی ترقی پر کیا اثرات مرتب کیے؟

تجویز کردہ اکتسابی مواد

Suggested Learning Resources

English Books

1. Annas, Julia. *Plato: A Very Short Introduction.* Oxford University Press, 2003.
2. Barnes, Jonathan. *Aristotle: A Very Short Introduction.* Oxford University Press, 2000.
3. Bottéro, Jean. *Mesopotamia: Writing, Reasoning, and the Gods.* University of Chicago Press, 1992.
4. Cartledge, Paul. *Ancient Greece: A History in Eleven Cities.* Oxford University Press, 2009.
5. Castleden, Rodney. *Minoans: Life in Bronze Age Crete.* Routledge, 1993.
6. Chadwick, John. *The Mycenaean World.* Cambridge University Press, 1976.
7. Cline, Eric H. *The Oxford Handbook of the Bronze Age Aegean.* Oxford University Press, 2010.
8. Crawford, Harriet. *Sumer and the Sumerians.* Cambridge University Press, 2004.
9. Dickinson, Oliver. *The Aegean Bronze Age.* Cambridge University Press, 1994.
10. Fagan, Brian M. *People of the Earth: An Introduction to World Prehistory.* Routledge, 2017.
11. Fagan, Brian M. *The First Civilizations: The Archaeology of Their Origins.* Routledge, 1998.
12. Fitton, J. Lesley. *The Discovery of the Greek Bronze Age.* Harvard University Press, 1996.
13. Freeman, Charles. *Egypt, Greece and Rome: Civilizations of the Ancient Mediterranean.* Oxford University Press, 2014.
14. Guthrie, W. K. C. *A History of Greek Philosophy.* Cambridge University Press, 1962.
15. Hall, Jonathan M. *A History of the Archaic Greek World, ca. 1200–479 BCE.* Wiley-Blackwell, 2013.
16. Hallo, William W., and William Kelly Simpson. *The Ancient Near East: A History.* Harcourt Brace College Publishers, 1998.
17. Higgins, Reynold. *Minoan and Mycenaean Art.* Thames & Hudson, 1997.
18. Hood, Sinclair. *The Minoans: Crete in the Bronze Age.* Thames & Hudson, 1971.
19. Kagan, Donald. *Pericles of Athens and the Birth of Democracy.* Simon & Schuster, 1991.
20. Kagan, Donald. *The Peloponnesian War.* Viking Press, 2003.
21. Leick, Gwendolyn. *Mesopotamia: The Invention of the City.* Penguin Books, 2001.
22. Liverani, Mario. *The Ancient Near East: History, Society, and Economy.* Routledge, 2014.
23. Lloyd, G. E. R. *The Revolutions of Wisdom: Studies in the Claims and Practices of Ancient Greek Science.* University of California Press, 1987.
24. Ober, Josiah. *The Rise and Fall of Classical Greece.* Princeton University Press, 2015.
25. Pollock, Susan. *Ancient Mesopotamia: The Eden That Never Was.* Cambridge University Press, 1999.
26. Pomeroy, Sarah B., et al. *A Brief History of Ancient Greece: Politics, Society, and Culture.* Oxford University Press, 2019.
27. Postgate, J. Nicholas. *Early Mesopotamia: Society and Economy at the Dawn of History.* Routledge, 1992.
28. Roux, Georges. *Ancient Iraq.* Penguin Books, 1992.

29. Saggs, H. W. F. *The Greatness That Was Babylon: A Survey of the Ancient Civilization of the Tigris–Euphrates Valley.* Sidgwick & Jackson, 1962.
30. Shelmerdine, Cynthia W. *The Cambridge Companion to the Aegean Bronze Age.* Cambridge University Press, 2008.
31. Snell, Daniel C. *Life in the Ancient Near East, 3100–332 B.C.E.* Yale University Press, 1997.
32. Steinkeller, Piotr, and Michael Hudson, eds. *Labor in the Ancient World.* ISLET, 2015.
33. Vermeule, Emily. *Greece in the Bronze Age.* University of Chicago Press, 1972.
34. Warren, Peter. *The Aegean Civilizations: The Making of the Past.* Phaidon Press, 1989.
35. Woolley, Leonard. *The Sumerians.* W. W. Norton & Company, 1965.

نمونہ پرچہ امتحان

مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی

بی۔اے۔(آنرس) تاریخ، پہلا سمسٹر

قدیم دنیا: یونانی اور میسوپوٹامیائی تہذیبیں

DSE I, Ancient World: Greek and Mesopotamian Civilisations

Paper Code: BNHS101DET

وقت: دو گھنٹے Time: 2 hours **Marks 35: نشانات**

ہدایات:

یہ پرچہ تین حصوں پر مشتمل ہے: حصہ اول، حصہ دوم، حصہ سوم۔ تمام حصوں سے سوالوں کا جواب دینا لازمی ہے۔

1. حصہ اول کے تمام سوالات لازمی ہیں۔ ہر سوال کے لیے 1 نمبر مختص ہے۔ (5 x 1 =5 Marks)
2. حصہ دوم میں 06 سوالات ہیں۔ طالب علم کو کوئی 04 سوالوں کے جواب دینے ہیں۔ ہر سوال کے لیے 5 نمبرات مختص ہیں۔ (4x5=20 Marks)
3. حصہ سوم میں دو سوالات ہیں۔ طالب علم کو کسی 01 سوال کا جواب دینا ہے۔ ہر سوال کے لیے 10 نمبرات مختص ہیں۔ (1x10=10 Marks)

حصہ اول

سوال: 1

i۔ مائنوی تہذیب کا مرکز بنیادی طور پر کون سا جزیرہ تھا؟

(الف) سسلی (ب) کریٹ (ج) قبرص (د) روڈس

ii۔ نوسوس کے مقام پر کھدائی کر کے مائنوی تہذیب دریافت کرنے کا سہرا کس ماہر آثار قدیمہ کے سر ہے؟

(الف) ہینری شلیمین (ب) سر آرتھر ایونز (ج) گورڈن چائلڈ (د) لیونارڈ وولی

iii۔ قدیم یونان میں ایتھنز جیسے شہروں میں رہنے والے غیر شہری باشندے، جو تجارت اور صنعت میں اہم کردار ادا کرتے تھے، کیا کہلاتے تھے؟

(الف) شہری (Citizens) (ب) غلام (Doulos)

(ج) ہیلوٹ (Helots) (د) میٹیکس (Metics)

iv۔ میسوپوٹامیہ میں استعمال ہونے والے ابتدائی تحریری نظام کو کیا کہتے ہیں جس میں مٹی کی تختیوں پر نشانات بنائے جاتے تھے؟

(الف) ہائروگلیفک (Hieroglyphic) (ب) حروف تہجی (Alphabet)

(ج) خط پیکانی/کیونیفارم (Cuneiform) (د) لینیئر بی (Linear B)

v۔ حمورابی کے ضابطہ قانون میں 'آنکھ کے بدلے آنکھ' کے اصول کو کیا کہا جاتا ہے؟

(الف) لیکس ٹالیونس (Lex talionis) (ب) انصاف کا اصول

(ج) خدائی قانون (د) متناسب سزا

حصہ دوم

2. مائنوی تہذیب کی بحری تجارت اور معیشت کی وضاحت کیجیے۔
3. 'ہوپلائٹ انقلاب' سے کیا مراد ہے اور اس کے سیاسی اثرات کیا تھے؟
4. قدیم یونان میں اسپارٹا اور ایتھنز کے سماجی نظام میں کیا فرق تھا؟
5. افلاطون کے 'نظریۂ اشکال' (Theory of Forms) کا خلاصہ بیان کیجیے۔
6. میسوپوٹامیہ میں زراعت کی ترقی میں آبپاشی کے نظام کی اہمیت بیان کیجیے۔
7. حمورابی کے ضابطہ قانون کے مطابق بابلی معاشرہ کن طبقات میں تقسیم تھا؟

حصہ سوم

8. مائنوی تہذیب کے فن تعمیر، خاص طور پر محلات کی ساخت اور خصوصیات پر تفصیلی روشنی ڈالیں۔
9. میسوپوٹامیائی تہذیب کی ابتدا اور ارتقاء کا جائزہ لیجیے۔ زراعت، دھات کاری، آبپاشی، تحریر اور شہر کاری جیسی اہم پیش رفتوں پر تفصیلی بحث کیجیے۔

اہم نکات

اہم نکات